7th Year of Publication

MARCH & APRIL 1966 REGD. No. L-1427

The Monthly

'NIZAM'

Colonelganj, KANPUR.

Cover Printed at Kapur Publishing Press, 40/126 Majid Ahmed Road, Kanpur.

(جملہ حقوق محفوظ)

سالنامہ ۱۹۵۵ء

علومِ اسلامی و علماءِ اسلام نمبر

ہندوستان و پاکستان دونوں جگہ
قیمت فی کاپی تین روپیہ

سالانہ چندہ پاکستان و ہندوستان
آٹھ روپیہ چھ آنے (مع سالنامہ)

قیمت قسم اول فی کاپی چار روپیہ

تصانیف نیاز فتحپوری
نگارستان
حضرت نیاز کے بہترین ادبی مقالات اور افسانوں کا مجموعہ نگارستان نے ملک میں جو درجۂ قبول حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے متعدد مضامین غیر زبانوں میں منتقل کئے گئے۔ اس اڈیشن میں متعدد افسانے اور ادبی مقالات ایسے اضافہ کئے گئے ہیں جو پچھلے اڈیشنوں میں نہ تھے اس لئے ضخامت بھی زیادہ ہے۔ قیمت چار روپیہ علاوہ محصول
ہندو مسلم نزاع کو ہمیشہ کے لئے
ختم کر دینے والی انجیل انسانیت
من و یزداں
مولانا نیاز فتحپوری کی ۴۰ سالہ دورِ تصنیف و صحافت کا ایک غیر فانی کارنامہ جس میں اسلام کے صحیح مفہوم کو پیش کر کے تمام نوع انسانی کو انسانیت کبریٰ و اخوت عامہ کے ایک رشتے سے وابستہ ہونے کی دعوت دی گئی ہے جس میں مذاہب کی تخلیق، دینی عقائد، رسالت کے مفہوم اور صحائف مقدسہ کی حقیقت پر تاریخی علمی، اخلاقی اور نفسیاتی نقطۂ نظر سے نہایت بلند انشا اور پر زور خطیبانہ انداز میں بحث کی گئی ہے
قیمت سات روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول
جمالستان
اڈیٹر نگار کے افسانوں اور مقالات ادبی کا دوسرا مجموعہ جس میں حسن بیان ندرت خیالات اور پاکیزگی زبان کے بہترین شاہکاروں کے علاوہ بہت سے اجتماعی معاشرتی مسائل کا حل بھی نظر آئے گا۔ ہر افسانہ اور ہر مقالہ اپنی جگہ معجزۂ ادب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اڈیشن میں متعدد افسانے اضافہ کئے گئے ہیں جو پہلے اڈیشنوں میں نہ تھے۔
قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول
حسن کی عیاریاں
اور دوسرے افسانے
حضرت نیاز کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ جس میں تاریخ و انشائے لطیف کا بہترین امتزاج آپ کو نظر آئے گا اور ان افسانوں کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہوگا کہ تاریخ کے بھولے ہوئے اوراق میں کتنی دلکش حقیقتیں پوشیدہ ہیں جنھیں حضرت نیاز کی انشا نے اور زیادہ دلکش بنا دیا ہے۔
قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول
مذہبی
استفسارات و جوابات کا
مجموعہ
اس مجموعہ میں جن مسائل پر حضرت نیاز نے روشنی ڈالی ہے ان کی مختصر فہرست یہ ہے
(۱) اصحاب کہف (۲) معجزہ و کرامت (۳) انسان مجبور ہے یا مختار (۴) مذہب و عقل
(۵) طوفان نوح (۶) خضر کی حقیقت (۷) مسیح علم تاریخ کی روشنی میں (۸) یونس و ہارون
(۹) حسن یوسف کی داستان (۱۰) قارون (۱۱) سامری (۱۲) علم غیب (۱۳) دعا (۱۴) توبہ
(۱۵) لقمان (۱۶) عالم برزخ (۱۷) یاجوج ماجوج (۱۸) ہاروت ماروت (۱۹) حوض
کوثر (۲۰) امام مہدی (۲۱) نور محمدی اور پل صراط (۲۲) آتش نمرود وغیرہ
کاغذ سفید دبیز
روپیہ آٹھ آنے
ترغیبات جنسی یا
شہوانیات (مجلد)
اس کتاب میں فحاشی کی تمام فطری اور غیر فطری قسموں کے حالات پر تاریخی و نفسیاتی حیثیت سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے کہ فحاشی دنیا میں کب اور کس طرح رائج ہوئی نیز کہ مذاہب عالم نے اس کے رواج میں کتنی مدد کی اس کتاب میں آپ کو حیرت انگیز واقعات نظر آئیں گے۔ نیا ایڈیشن
قیمت چار روپیہ علاوہ محصول

سالنامہ "نگار"

۱۹۵۵ء

جنوری، فروری (مشترکہ اشاعت)

علوم اسلامی و علماء اسلام نمبر

مرتب : نیاز فتحپوری

ہندوستان و پاکستان :-
قیمت فی کاپی قسم اول : چار روپیہ
قیمت فی کاپی قسم دوم : تین روپیہ

اڈیٹر: نیاز فتحپوری

جلد ۶۷ | فہرست مضامین جنوری، فروری ۱۹۵۵ء | شمارہ ۱-۲

حصۂ چہارم (الف)

حصۂ چہارم (ب)

ہندوستان کے بعض مشاہیر علماء

علومِ اسلامی

اور

علماءِ اسلام

ابتدائیہ "نگار" کی اس خاص اشاعت کا مقصد اُردو داں طبقہ کو عالمِ اسلامی کے ان ماہرین علوم و فنون سے روشناس کرنا ہے۔ جو اپنے بعد کوئی نہ کوئی قابلِ ذکر علمی یادگار چھوڑ گئے ہیں

مسلمانوں میں علوم و فنون کی ترقی، عہدِ بنی اُمیہ سے شروع ہوتی ہے، عہدِ بنی عباسیہ میں اس کا عروج ہوتا ہے اور پھر اس کا سلسلہ ایک طرف اندلس، مصر، تیونس، مراکش و الجزائر تک وسیع ہو جاتا ہے، دوسری طرف ایران و ماوراء النہر تک۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ ذوق کم ہو کر آٹھویں صدی ہجری کے بعد تقریباً ختم ہو جاتا ہے

ہر چند مسلمانوں کی حکومت اس کے بعد بھی شام، عراق، مصر و حجاز میں باقی رہی بلکہ مشرق میں وہ افغانستان و ہندوستان تک وسیع ہو گئی اور مغرب میں وسط یورپ تک، لیکن ترقی علوم و فنون کا وہ اجتہادی دور پھر نہ آیا

گو اس کے بعد بھی ایران و ماوراء النہر کے بعض مسلم حکمراں خاندانوں میں علماء سلف کے کارناموں کی کچھ کچھ جھلک نظر آتی ہے، لیکن ہندوستان نے باوصف اس کے کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت تقریباً سات سو سال تک قائم رہی، دو چار کے سوا کوئی قابلِ ذکر مفکر و عالم پیدا نہیں کیا۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ پٹھان اور مغل صرف تلوار کے دھنی تھے اور علوم و فنون کی طرف ان کا طبعی میلان کم تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ یہاں ابتدا ہی سے عالم کا مفہوم بہت غلط سمجھ لیا گیا تھا اور عام طور پر عالم اسی کو کہتے تھے جو روایتی علوم مذہبی کا جاننے والا ہو، جس نے تفسیر، حدیث، و فقہ کی چند مخصوص کتابیں پڑھ لی ہوں اور شرعی نقطۂ نظر سے حلال و حرام کے مسایل بتا سکتا ہو۔ علوم و فنون کے سلسلہ میں فلسفہ، منطق، ریاضی و ہیئت وغیرہ کی ان چند کتابوں کو سبقاً سبقاً پڑھ لینا جو علماء سلف لکھ چکے تھے کافی سمجھا جاتا تھا۔ رہی تصنیفی حیثیت سو وہ محض صرف و نحو، قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ اور معقولات کی چند کتابوں کی شرح و حاشیہ نگاری تک محدود تھی۔ اس دور میں چند مورخین ضرور پیدا ہوئے۔ لیکن ان میں بھی اکثر وہی تھے جنھوں نے قدیم مورخین کی کتابوں سے استفادہ کیا اور خود کسی مورخانہ تحقیق و کاوش سے کام نہیں لیا

اس لئے اس تذکرہ کو آٹھویں صدی ہجری سے آگے نہ بڑھنا چاہئے تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس سلسلہ میں ان علماء کو بھی لے لیا ہے۔ جو دائرۂ تقلید میں رہنے کے باوجود اچھی فکر و نظر رکھتے تھے اور جنھوں نے بعض تصانیف بھی اپنے بعد چھوڑیں

یہ سالنامہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ میں مسلم حکومتوں کو سامنے رکھ کر بتایا گیا ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد بنو اُمیہ، بنو عباس، اموئین اندلس فاطمئین مصر، ایوبیتی اور مملوک سلاطین نے ترقی علوم و فنون میں کیا حصہ لیا، اس کے بعد طاہری، صفاری، سامانی، غزنوی، بویہ، سلجوقی اور خوارزم شاہی

خاندانوں کا ذکر کرتے ہوئے اس سلسلہ کو ہندوستان کی مغل حکومتوں پر ختم کردیا گیا ہے

دوسرے حصہ میں علوم وفنون کو سامنے رکھکر ان کی تدریجی ترقی پر گفتگو کی گئی ہے۔ تیسرے حصہ میں خاص خاص اکابر فضل وکمال کا ذکر کیا گیا ہے جو صحیح معنی میں مفکرانہ حیثیت رکھتے تھے، اور چوتھے حصہ میں علماء ہند اور ان علماء کو رکھا گیا ہے جن کا ذکر تیسرے حصہ میں نہیں پایا جاتا

علماء کا صحیح زمانہ متعین کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، پھر بھی بعض کی تاریخ ولادت ووفات معلوم نہیں ہوسکی۔ سلسلۂ سوانح صرف انھیں حالات وواقعات کو لیا گیا ہے جو زیادہ تر علمی خدمات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ان کی اہم تصانیف کی بھی فہرست دیدی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ کونسی تصنیف کس موضوع پر کس وقت وقت کی گئی

ہر شخص کے تذکرہ کے ساتھ اخیر میں بہ سلسلۂ حوالہ جات یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ اس کے متعلق مزید معلومات کن کن کتابوں سے حاصل ہوسکتی ہیں

میں نے اس تذکرہ میں عام طور پر صوفیوں، شاعروں، اور ادیبوں کو شامل نہیں کیا، لیکن بعض جو خاص اہمیت رکھتے تھے، یا جنھوں نے کوئی قابلِ ذکر علمی یا فنی خدمت انجام دی ہے، ان کو لے لیا ہے فن کاروں میں بھی صرف انھیں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی مہارتِ فن کے لحاظ سے غیر معمولی شہرت کے مالک تھے

آخر میں مجھے ایک بات اور عرض کرنا ہے، وہ یہ کہ اس سالنامہ کی تحریر وتدوین کا ذمہ دار صرف میں ہوں اور تنہا ایک شخص کے کام میں غلطی وفروگزاشت کا امکان زیادہ ہوتا ہے، اس لئے اگر کسی جگہ کوئی قابلِ اصلاح بات آپ کو نظر آئے تو مجھے اس سے ضرور آگاہ کردیجئے

اس سالنامہ کی تحریر وتدوین میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:-

(۱) تاریخ الکامل ——— (ابن اثیر)
(۲) تاریخ الرسل والملوک ——— (طبری)
(۳) کتاب العبر ——— (ابن خلدون)
(۴) وفیات الاعیان ——— (ابن خلکان)
(۵) مروج الذہب ——— (مسعودی)
(۶) عقد الفرید ——— (ابن عبد ربہ)
(۷) اخبار الطوال ——— (دینا وری)
(۸) حسن المحاضرہ ——— (جلال الدین سیوطی)
(۹) کتاب الاغانی ——— (ابو الفرج اصفہانی)
(۱۰) عیون الاخبار ——— (ابن قتیبہ)
(۱۱) فتوح البلدان ——— (بلاذری)
(۱۲) خطط ——— (مقریزی)
(۱۳) کتاب البلدان ——— (یعقوبی)
(۱۴) اسلامی ہند ——— (نیاز)
(۱۵) تذکرۂ علماء ہند ——— (رحمن علی)
(۱۶) تذکرہ علماء فرنگی محل ———
(۱۷) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ——— (لوزاک)
(۱۸) اورینٹل بیاگرفکل ڈکشنری ——— (بیل)
(۱۹) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ———
(۱۰) ہسٹری آف عربس ——— (فلپ حتی)
(۲۱) "نگار" ——— (جوبلی نمبر)
(۲۲) مجموعہ استفسار وجواب ——— (نیاز)

(حصہ اوّل)

اسلامی حکومتوں میں علوم و فنون کی ترقی

(عہدِ نبوی و خلافتِ راشدہ)

سنہ ۴۰ھ ۶۶۱ء تک

ظہور اسلام سے پہلے جزیرہ نمائے عرب شدید پستی و تاریکی میں مبتلا تھا۔ وہاں کی آبادی بالکل جاہل تھی اور اپنے کردار و اطوار کے لحاظ سے ایسے بے حس انسانوں کی آبادی تھی جو صرف گوشت و پوست سے پیدا ہونے والے جذبات کی حفاظت و تسکین کو حیاتِ انسانی کا تنہا مقصد سمجھتی تھی۔ ذہنی حیثیت سے وہ شاعری، علم الانساب اور قصہ گوئی کے علاوہ کسی دوسری چیز سے واقف نہ تھی

جب رسول اللہ مبعوث ہوئے اور آپ نے اپنی قوم کی ذہنی و اخلاقی پستی کا مطالعہ کیا تو آپ نے اس انحطاط کے اسباب پر غور کیا اور ان کو دور کرنا اپنی زندگی کا تنہا نصب العین قرار دیا

پھر یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں کہ آپ نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے کتنے مصائب برداشت کئے اور کیا کیا تدابیر اختیار کیں، لیکن موضوعِ زیرِ بحث کے پیشِ نظر اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ منجملہ دیگر ذرائع اصلاح کے آپ نے ایک بڑا ذریعہ حصولِ علم کو بھی قرار دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے "طلبِ علم" کو ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ قرار دیا۔ اور جب جنگ بدر میں بہت سے قیدی ہاتھ آئے تو آپ نے صرف اس شرط پر ان کی رہائی کا وعدہ کر لیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے

یہ تھی علم کی سب سے پہلی آواز جو عربستان میں بلند ہوئی اور جس کی بنیاد پر آگے چل کر مسلمانوں نے علم و فضل کی بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں قایم کیں

رسول اللہ کے بعد حضرت ابوبکر (خلیفۂ اول) کا عہد شروع ہوا لیکن وہ بہت کم رہا اور آپ کو زیادہ تر فتنۂ ارتداد کے استیصال کی طرف متوجہ رہنا پڑا۔ خلیفۂ دوم نے نسبتاً زیادہ طویل زمانہ پایا اور باوجود اس کے کہ آپ کو اپنے وقت کا زیادہ حصہ انتظامی امور میں صرف کرنا پڑتا تھا، آپ اپنی قوم کی ذہنی و تمدنی ترقی کی طرف سے غافل نہیں رہے چنانچہ عدالت گاہوں اور دفاتر کا قیام، فوج کی تنظیم، مردم شماری اور ڈاک کا انتظام، پلوں کی تعمیر، چنگی کا اجراء، سکّے مسکوک کرانا اور تاریخِ اسلام لکھنے کا آغاز آپ ہی کے عہد میں ہوا

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ زیادہ وسیع ہوگیا، اس لئے مسلمانوں کی توجہ زیادہ تر بیرونی سیاست کی طرف مبذول رہی اسی کے ساتھ بنو امیہ کے برسرِ اقتدار آجانے کی وجہ سے باہمی اختلافات بھی رونما ہوگئے اور حضرت عثمان کو وہ اطمینان حاصل نہ ہوسکا جو خالص علمی خدمات کے لئے ضروری ہے

اس کے بعد جب حضرت علی کی خلافت شروع ہوئی تو متبعین اسلام کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے اور ملک میں کافی تشتت و انتشار پیدا ہوگیا تھا، پھر بھی آپ خدمتِ علم کی طرف سے غافل نہ رہے اور آپ نے الاسود الدؤلی کو عربی زبان کے قواعد مرتب کرنے کی طرف متوجہ کیا

خلافتِ راشدہ کے بعد جب بنو امیہ کا عہد شروع ہوا اور اسلامی فتوحات زیادہ وسیع ہوگئیں تو مذہبِ اسلام نے "امارت" کی صورت اختیار کر لی اور علوم و فنون کی طرف بھی توجہ شروع ہوئی

عہدِ بنی اُمیہ

(سنہ ۴۱ھ / ۶۶۱ء سے سنہ ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء تک)

بنو امیہ کے زمانہ میں بصرہ اور کوفہ جس کی آبادی تجارتی آسانیوں کی وجہ سے ۔ الاکھ تک پہونچ گئی تھی، ذہنی تحریکوں کا مرکز تھے، یہاں سب سے پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کی طرف توجہ کی گئی، کیونکہ غیر قوموں کو جو اسلام لے آئی تھیں، قرآن کی افہام و تفہیم کے لئے عربی زبان سے واقف کرنا ضروری تھا، اس لئے بصرہ اور کوفہ دونوں نہ صرف ادبیات و لغت نویسی بلکہ حدیث و فقہ کی تعلیم کا بھی مرکز بن گئے۔ مسلمانوں میں تاریخی ذوق اول اول رسول اللہ کی سیرۃ نگاری اور احادیث نبوی کی جستجو کے سلسلہ میں پیدا ہوا۔ اور تمام ان روایات اور حکایات کے جمع کرنے کی کوشش شروع ہوئی جو قدیم ملوک عرب سے تعلق رکھتی تھیں، ان قدیم روایات کے عالموں میں "عبید ابن شریہ" خاص شہرت کے مالک تھے جنھوں نے امیر معاویہ کی خواہش پر ان روایات کو "الملوک واخبار الماضیین" کے نام سے مدوّن کیا۔ عبیدہ کے علاوہ ان روایات کے عالم وہب ابن منبہ اور کعب الاحبار بھی تھے جن کی سرپرستی اموئین نے کی۔ اس سے یہ فایدہ تو یقیناً ہوا کہ "ایام عرب" کی روایات یکجا ہوگئیں لیکن اسی کے ساتھ ایک نقصان (اور غالباً بہت بڑا نقصان) یہ بھی ہوا کہ یہ قدیم روایات احادیث نبوی میں بھی داخل ہوگئیں اور مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر میں ان کا اچھا خاصہ ذخیرہ شامل ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نومسلم عجمی قومیں جو عقاید اسلامی کو عقلی حیثیت سے بھی سمجھنا چاہتی تھیں ان کے دلوں میں شکوک و اوہام پیدا ہونے لگے اور آخر کار عہد اموئین ہی میں ایک شخص واصل بن عطا پیدا ہوگیا جو اعتزال کا بانی سمجھا جاتا ہے، واصل، حسن بصری کا شاگرد تھا۔ لیکن بعد کو وہ مسئلہ جبر و قدر میں اپنے استاد سے منحرف ہوگیا اور اس نے قدریہ عقاید کی تبلیغ شروع کی۔ یہ گویا فلسفۂ مذہب یا اعتزال کی پہلی تحریک تھی جو مسلمانوں میں رونما ہوئی اور اس نے اتنی مقبولیت حاصل کی کہ خود خاندان بنی امیہ کے دو فرمانروا معاویہ ثانی اور یزید ثالث، قدریہ مسلک کے پیرو ہو گئے۔ بعد کو معتزلیوں نے چند اور اضافے اپنے عقاید میں کئے (جن کی تفصیل آپ کو ائمۂ معتزلین کے حالات میں ملے گی) اور آگے چل کر عہد عباسیہ میں یہ جماعت انتہائی عروج کو پہونچ گئی

عہد بنی امیہ میں مسیحی، یونانی، یہودی روایات بھی اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ روایات سب سے پہلے سینٹ جان کے ذریعہ منتقل ہوئیں جس کو عہد بنی امیہ میں بڑا رسوخ حاصل تھا

قدریہ جماعت کے علاوہ ایک اور جماعت نیم سیاسی و نیم مذہبی خوارج کی بھی اسی زمانہ میں پیدا ہوگئی اور تین صدی تک یہ فتنہ خون کی ندیاں بہاتا رہا۔ ایک تیسری جماعت مُرجئہ کی پیدا ہوئی (جس کے بڑے زبردست حامی ابوحنیفہ تھے) اور شیعی مسلک نے بھی اچھی طرح جڑ پکڑ لی۔ الغرض مذہب کے باب میں ذہنی آزادی عہد بنو امیہ میں کافی ترقی پاگئی

خطابت و شاعری اموئین کے عہد میں "خطابت" اپنے پورے عروج پر تھی اور خطیبوں کی مدد سے کافی پروپگنڈا کیا جاتا تھا۔ اس عہد کے خطبات اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے جواہر ادب میں شمار کئے جاتے ہیں

اس عہد میں عرب شاعری نے ایک دوسری کروٹ لی وہ یہ کہ اس سے قبل عرب شاعری صرف قصاید پر مشتمل تھی، لیکن عہد اموئین میں

---

[1] یعنی یہ کہ انسان کے افعال اس کے ذاتی ارادہ کا نتیجہ ہیں اور وہ ان کے کرنے پر مجبور نہیں ہے ۱۲

خالص عشقیہ شاعری بھی شروع ہوئی۔ اس عہد میں اس رنگ کا سب سے بڑا شاعر عمر ابن ابی ربیعہ تھا جسے امرؤالقیس کا ہم رتبہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک اور نامور غزل گو شاعر جمیل بھی پیدا ہوا لیکن چونکہ وہ "افلاطونی" محبت کا قایل تھا۔ اس لئے اس کے اشعار میں جذباتی ہیجان نہیں پایا جاتا

اس زمانہ میں سیاسی شاعروں کی بھی بنیاد پڑی۔ اور اس کی ابتدا مسکین الدارمی سے ہوئی جس نے یزید کی نامزدگی خلافت پر بڑی معرکہ کی نظم لکھی، ان کے علاوہ فرزدق و جریر بھی اسی عہد کے دو بڑے مشہور شاعر تھے۔ جن میں باہم سخت فنی رقابت پائی جاتی تھی

تعلیم

عربوں میں بچوں کو زبان سیکھنے کے لئے بدوی قبایل میں بھیجدیا جاتا تھا اور یہ دستور عہدِ بنی امیہ میں بھی جاری رہا۔ بعد کو شاہی خاندانوں کے بچوں کے لئے مؤدب یا "اتالیق بھی رکھے جانے لگے جو فنون سپہ گری اور اخلاقی تعلیم کے بھی ذمہ دار ہوتے تھے۔ عوام کی تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا صرف مساجد میں قرآن وحدیث کا درس ہوتا تھا

علوم حکمیہ

عہد بنی امیہ میں علوم حکمیہ میں زیادہ تر طب اور کیمیا کی طرف توجہ کی گئی۔ علم طب عربوں نے یونانیوں سے اور اس سے کچھ کم ایرانیوں سے حاصل کیا، دربار بنی امیہ میں زیادہ تر مسیحی اطبا پائے جاتے تھے اور انھیں سے یہ فن عربوں نے سیکھا۔ خالص عرب نژاد ماہرین طب میں الحارث نے بڑی شہرت حاصل کی

علم الکیمیا کی طرف سب سے پہلے معاویہ ثانی کے بیٹے خالد کو توجہ ہوئی۔ اس نے اس فن کی متعدد کتابیں یونانی، قبطی زبانوں سے عربی زبان میں ترجمہ کرائیں

مصوری و نقاشی

اسلام میں کسی جاندار کی شبیہ بنانا حرام تھا اور خلفاء راشدین کے عہد میں اس کی سخت پابندی تھی لیکن عہد بنی امیہ میں اس کی پروا بہت کم کی گئی چنانچہ قصر عمرہ میں جو نقاشیاں پائی جاتی ہیں ان میں نہ صرف جانوروں کی تصویریں ہیں بلکہ عریاں رقص کرنے والیاں بھی دکھائی گئیں ہیں

موسیقی

قبل از اسلام عرب میں چار قسم کی موسیقی رائج تھی، مذہبی، فوجی، کاروانی اور عشقیہ۔ مذہبی موسیقی کی مثال تو وہ ہے جس سے حج کے زمانہ میں تلبیہ (لبیک اللّٰھم لبیک) کہتے وقت یا قرأت قرآن میں کام لیا جاتا ہے (اسے انشاد بھی کہتے ہیں) کاروانی نغمہ وہی ہے جسے حُدی خوانی کہتے ہیں اور بحر رجز اسی سے نکلی ہے۔ سازوں میں حجاز کے اندر دف، قصبہ (بانسری) زمر یا زمار (الغوزہ) اور کھال سے منڈھا ہوا عود (جسے وہ مزہر کہتے) رائج تھے، یہ خالص عربی ساز تھے۔ لیکن بعد کو رسول اللہ کے عہد تک ملوک غسان کے دربار تک یونانی موسیقی کے اثرات پہونچ چکے تھے۔ حیرہ میں ایرانی عود کا استعمال ہونے لگا تھا جسے بعد کو اہل حجاز نے بھی لے لیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایرانی (بانسری) بھی یہاں پہونچ گئی

عہد جاہلیت کے تمام شعراء اشعار ایک خاص لحن کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن جس چیز کو گانا کہتے ہیں وہ صرف عورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ رسول اللہ نے شعر و غنا دونوں کے رواج کو روکا۔ محض اس لئے کہ ان دونوں کا جاہلیت کی قدیم مذہبی رسموں سے بہت تعلق تھا۔ اور یہ احتراز خلیفۂ ثانی کے وقت تک باقی رہا۔ لیکن بعد کو عہدِ عثمان غنی میں یہ کم ہوا اور نغمہ و ساز کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ تال (ایقاع) کا رواج بھی شروع ہوا، اس نوع کی بلند و شایستہ موسیقی کو "غناء الرقیق" کہتے تھے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ پیشہ کی حیثیت سے گانا عورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن اب مخنثوں میں بھی رائج ہوگیا تھا جو گانے کے وقت عورتوں کی طرح بھاؤ بتاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ طویس ساکن مدینہ، عہد اسلام کا پہلا مغنی تھا جس نے ساز اور تال کی پابندی کے ساتھ گانے کی ابتدا کی

طویس نے اپنے بعد بہت سے شاگرد چھوڑے جن میں ابن سریج نے خاص شہرت حاصل کی، یہ ترک نژاد مولیٰ (آزاد کیا ہوا غلام) تھا اور جناب سکینہ بنت حسین اس کے گانے کو بہت پسند کرتی تھیں۔ اس نے اپنے استادوں میں سعید ابن مسجاح (ایک حبشی مولیٰ) کا بھی نام لیا ہے یہ مکہ کا پہلا اور عہد امویین کا سب سے بڑا مغنی تھا۔ جس نے شام و فارس کا سفر کر کے وہاں کی موسیقی کو سیکھا اور پھر وہاں کے نغموں کو عربی میں منتقل

کیا۔ سب سے پہلے اس نے عرب میں موسیقی کے اصول مرتب کئے اور قبل اسلام کی کلاسکل موسیقی کو زندہ کیا۔ سعید کا دوسرا مشہور شاگرد غریض تھا یہ جناب سکینہ کا غلام تھا۔ اس نے ابن سریج سے بھی موسیقی کی تعلیم پائی تھی۔ ان کے علاوہ دو اور ماہر موسیقی اس زمانہ میں پیدا ہوئے ایک ایرانی النسل ابن محرز جو عرب کا پہلا صناج (جلاجل یا جھانجھ بجانے والا) سمجھا جاتا تھا۔ دوسرا مدینہ کا ایک مخلوط النسل شخص معبد جو ولید اول، یزید ثانی، اور ولید ثانی کے درباروں کا مشہور مغنی تھا

گانے والیوں میں جمیلہ اس وقت کی ملکۂ موسیقی سمجھی جاتی تھی اس کا گھر مکہ و مدینہ کے تمام مغنیوں کا مرکز تھا جہاں موسیقی کے جلسے بڑے اہتمام سے ہوتے تھے اور مشہور شعراء وقت (مثلاً عمر ابن ربیعہ وغیرہ) بھی ان میں شرکت کرتے تھے۔ یزید ثانی کی دو نہایت محبوب کنیزیں (حبابہ اور سلامہ) جمیلہ ہی کی شاگرد تھیں۔ جمیلہ کا ایک بڑا عجیب کارنامہ یہ ہے کہ ایک بار وہ حج کے لئے اس شان کے ساتھ گئی کہ شاعروں، مغنیوں اور ان کے مداحین کی ایک بڑی جماعت زرق برق لباس میں آراستہ گھوڑوں پر سوار اس کے ساتھ ساتھ تھی ـــ مدینہ میں اس وقت موسیقی کا ذوق اس قدر عام ہو گیا تھا کہ امراء زادیوں کے ہاں برابر اس قسم کے جلسے ہوتے رہتے تھے اور لوگ نہایت شوق سے اس میں شرکت کرتے تھے

سازوں میں اس وقت کھال سے منڈھے ہوئے عود، معزفہ (مضراب سے بجایا جانے والا ساز از قسم سرود) قصبہ (بانسری) مزمار (الغوزہ) اور بوق (بگل) صنوج یہ جھانجھ، جلاجل اور طبل کا رواج عام تھا۔ موسیقی کا ذوق لوگوں میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ جب عراق کا مشہور مسیحی مغنی حُنین الحیری جناب سکینہ کے مکان پر اپنے فن کے مظاہرہ کے لئے آیا تو سامعین کے ہجوم سے دہلیز کی چھت نیچے آرہی اور حُنین دب کر مر گیا۔

حج کے موقع پر جب اجتماع ہوتا تو عازمین حج حجاز کے مغنیوں کا گانا بڑے شوق سے سنتے۔ خاص خاص موقعوں پر کارواں کے ہمراہ مغنیوں کی بھی ایک جماعت ساتھ ساتھ چلتی تھی

ایک بار عمر ابن ابی ربیعہ جو اپنے وقت کا بہترین شاعر تھا، قافلہ کے ساتھ حج کے لئے گیا تو ابن سریج (مغنی) بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے عمر کے چند اشعار ایسے لَن کے ساتھ گائے کہ لوگ بعض ارکانِ حج ادا کرنا بھول گئے

الغرض بنو امیہ کے عہد میں مکہ اور مدینہ موسیقی کے مرکز تھے اور دربار امویین کی رونق انھیں شہروں کے گویّوں پر قائم تھی۔ شعر، موسیقی اور شراب تینوں اس عہد کی محافل نشاط کا ضروری جزو بن گئی تھیں اور مذہبی علماء کے احتساب کو لوگوں نے بالکل پس پشت ڈال دیا تھا۔ یزید اول (امیر معاویہ کا جانشین) خود اچھا مغنی تھا اور اس کے دربار میں بڑے بڑے جشن ہوتے تھے جن میں شراب و شاہد و غنا کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ عبدالملک حجاز کے مغنی ابن مسجاح کا بڑا قدر داں تھا۔ اس کے بیٹے الولید نے (جو علوم و فنون کا بڑا قدر شناس تھا) جس وقت ابن سریج اور معبد کو اپنے دربار میں طلب کیا تو ان کی پذیرائی امراء کی طرح کی۔ حبابہ اور سلامہ اسی کے دربار کی گانے والیاں تھیں۔ ہشام حُنین الحیری کا بڑا قدر داں تھا اور ولید ثانی تو خود بہت اچھا مغنی تھا اور عود بجانے میں بھی بڑی مہارت رکھتا تھا۔ اس کے عہد میں نغمہ و سرود اور عیش و نشاط کا چرچا اس حد تک پہونچ گیا کہ جب عباسیوں نے امویین کے خلاف پروپگنڈا شروع کیا تو ایک بہت بڑا الزام یہ بھی قائم کیا کہ بنو امیہ کی حکومت ملاہی و مناہی اور فسق و فجور کی حکومت ہے جسے جلد از جلد ختم ہو جانا چاہئے۔ حالانکہ آگے چل کر خود خلفاء بنی عباس کے عہد میں "نغمہ و سرود" کی جتنی قدر ہوئی وہ بنو امیہ کے خواب و خیال میں بھی نہ آسکتی تھی۔

عہدِ بنی عباس

(۱۳۲ھ / ۷۵۰ء سے ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء تک)

عہدِ بنی عباس، اسلام کا دورِ زریں سمجھا جاتا ہے نہ اس لئے کہ اس وقت مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں کی ایک عظیم الشان سلطنت قایم ہوگئی تھی بلکہ اس لئے بھی کہ اس زمانہ میں علوم و فنون کی ترقی انتہائی عروج پر پہونچ گئی تھی یہاں تک کہ خود یوروپ کا نشاۃ الثانیہ (RENAISSANCE) اسی کا ممنون ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں علوم و فنون اول اول یونان، فارس، ہندوستان اور چین کے لٹریچر سے منتقل ہوئے لیکن بعد کو خود انھوں نے بہت اضافے کئے، یہاں تک کہ ان کے کارنامے بطور سند کے پیش کئے جانے لگے اور یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ اگر یونان کے علوم قدیمہ کو اہلِ عرب زندہ نہ کرتے تو آج یوروپ کی تاریخ کچھ اور ہوتی اور اس کا عہدِ ظلمت شاید اسوقت تک ختم نہ ہوتا

طب مسلمانوں نے سب سے پہلے طب کی طرف توجہ کی اور یونان کی تمام اہم تصانیف کا عربی میں ترجمہ کیا۔ لیکن بعد کو بنی عباس کی قدردانیوں نے ریسرچ کا شوق بھی پیدا کر دیا اور بجائے ترجمہ کے تصانیف کا دور شروع ہوگیا

چونکہ عراق گرم ملک ہے اور وہاں امراضِ چشم میں لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے اسی طرف توجہ کی گئی اور اس فن پر کتابیں لکھی جانے لگیں چنانچہ "ابن ماسویہ" نے سب سے پہلے ایک کتاب دغل العین اس موضوع پر تصنیف کی اس کے بعد اس کے شاگرد "حنین ابن اسحاق" نے "العشر مقالات فی العین" لکھی

بنو عباس کی قدردانیوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک نسطوری طبیب جبریل ابن بختیشوع، جو ہارون الرشید، مامون اور برامکہ کا درباری طبیب تھا اپنے بعد ۹ کروڑ ۸۸ لاکھ درہم چھوڑ گیا۔ یہ سال میں دو بار ہارون الرشید کی فصد لیتا تھا اور دو بار جلاب دیتا تھا جس کا معاوضہ اسے ساڑھے ۴ لاکھ درہم علحدہ ملتا تھا

دوا سازی کا فن بھی سب سے پہلے عربوں ہی نے رائج کیا اور اس پر کتابیں تصنیف ہوئیں جابر ابن حیان جو عرب میں علم الکیمیا کا ابوالآباء مانا جاتا ہے، اس نے بھی اس فن پر متعدد رسایل لکھے

مامون و معتصم کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی نہ صرف دوا سازوں بلکہ اطباء کو بھی اپنی اہلیت کا امتحان دینا پڑتا تھا، چنانچہ المقتدر نے سنان ابن ثابت ابن قرہ کو حکم دیا کہ تمام اطباء کا امتحان لے کر سند عطا کرے اور جو نااہل ہوں ان کو اس پیشہ سے روک دیا جائے۔ اس حکم کے بعد بغداد میں آٹھ سو سے زیادہ اطباء نے یہ سند حاصل کی۔ اس زمانہ میں اطباء کو باہر مختلف قریوں میں بھیجا جاتا تھا تاکہ وہاں پہونچکر وہ لوگوں کا علاج کریں۔ خود بغداد میں ہارون الرشید نے ایک بہت بڑا شفاخانہ قایم کیا اور پھر اسی قسم کے ۳۴ اسپتال ملک کے مختلف شہروں میں قایم کئے گئے۔ اس فن کے مصنفین میں چار نے بڑی شہرت حاصل کی:- (۱) علی الطبری (۲) الرازی (۳) علی ابن العباس المجوسی اور (۴) بو علی سینا

علی الطبری
علی الطبری، عہدِ متوکل میں مسلمان ہو گئے تھے اور درباری طبیب کے منصب پر فایز تھے انھوں نے ایک کتاب "فردوس الحکمۃ" لکھی جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عربی کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس میں طب کے علاوہ ہیئت اور علم الکیمیا دسے بحث کی گئی ہے الرازی اسی کے شاگرد تھے

رازی
تاریخ اسلام میں الرازی کو حکیم، فیلسوف و طبیب ہونے کی حیثیت سے بڑا مرتبہ حاصل ہے، جس وقت بغداد کے اسپتال کی تعمیر زیرِ غور تھی تو جگہ کی تعیین انھیں پر چھوڑ دی گئی۔ انھوں نے مختلف مقامات میں گوشت کے ٹکڑے لٹکا دئے اور جس مقام پر گوشت کا ٹکڑا بہت کم سڑا اسی جگہ اسپتال بنایا گیا۔ علم تشریح میں سوزن زخم کشا (SETON) کے موجد یہی تھے۔ فہرست ابن ندیم میں ان کی تصانیف کی تعداد ۱۴۰ بتائی گئی ہے۔ جن میں بارہ الکیمیا پر تھیں۔ جس وقت یہ فارس میں تھے تو منصور سامانی کے عہد میں انھوں نے ایک بڑی معرکۃ الآرا تصنیف "کتاب المنصوری" کے نام سے کی جو ۱۰ جلدوں میں تمام ہوئی۔ چیچک اور خسرہ پر بھی ان کا ایک رسالہ (الجدری والحصبہ) بہت مشہور ہے لیکن فنِ طب میں ان کا غیر فانی کارنامہ ان کی تصنیف حاوی ہے جسے طب کی انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہئے

ابن سینا
الرازی کے بعد دنیائے طب میں دوسری غیر فانی ہستی شیخ الرئیس بوعلی سینا کی ہے یہ جس مرتبہ کے طبیب تھے اسی مرتبہ کے فیلسوف، ریاضی داں، ماہرِ ہیئت، عالم دینیات اور ادیب و شاعر بھی تھے۔ اتنی زبردست جامعیت کے علما تاریخ اسلام میں کم نظر آتے ہیں۔ طب میں ان کی کتاب "الشفاء" اور "القانون الطب" زندۂ جاوید تصانیف ہیں

اس عہد میں اور بھی متعدد ماہرینِ طب گزرے ہیں جن میں علی العباس مصنف "کامل الصناعۃ الطبیہ" علی ابن عیسیٰ مشہور عرب کحال (امراضِ چشم و سرمہ سازی کے ماہر) مصنف "تذکرۃ الکحالین" اور ابن جزلہ مصنف "تقویم الابدان فی تدبیر الانسان" خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں

فلسفہ
عربوں میں فلسفہ سے مراد حقائق اشیاء کا علم ہے جو اول اول فلاسفۂ یونان اور خصوصیت کے ساتھ تصانیف ارسطو سے لیا گیا لیکن بعد کو دینیات پر عقلی گفتگو کرنے والے (متکلمین یا علم کلام کے ماہر) بھی حکماء و فیلسوف کی صف میں شامل کر لئے گئے

الکندی
حکماء اسلام میں الکندی، فارابی اور ابن سینا کو خاص مرتبہ حاصل ہے، الکندی نے افلاطون اور ارسطو دونوں کے نظریئے ملا کر فلسفہ میں افلاطونیت جدیدہ کی نئی راہ نکالی اور ریاضی میں "فیثاغورثیت جدیدہ" کی بنیاد ڈالی۔ یہ جس مرتبہ کے ہیئت داں و ماہرِ کیمیا تھے، اسی مرتبہ کے طبیب و ماہرِ موسیقی بھی تھے۔ بصریات میں ان کے نظریئے بڑی اس وقت تک مسلم الثبوت مانے جاتے رہے، جب تک ابراہیم نے ان میں تبدیلیاں نہیں کیں۔ علم موسیقی میں تال (ایقاع) پر بھی اس نے ایک بڑی معرکۃ الآرا کتاب لکھی

الفارابی
فلسفۂ یونان کی روشنی میں تعلیمات اسلام کے لکھنے کی جو ابتدا کندی نے کی تھی اس کو فارابی نے جاری رکھا اور ابن سینا نے تکمیل تک پہونچا دیا۔ انھوں نے افلاطون و ارسطو کے فلسفہ کے ساتھ تصوف کو بھی شامل کر دیا۔ نفسیات، سیاسیات و مابعد الطبیعیات پر بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کی تصنیف "سیاست المدنیۃ" گویا افلاطون کی "جمہوریت" اور ارسطو کی کتاب السیاست دونوں کا نچوڑ ہے۔ موسیقی میں ان کی کتاب "الموسیقی الکبیر" بڑے پایہ کی چیز ہے

اخوان الصفا
چوتھی صدی عیسوی کے وسط میں بصرہ کے اندر ایک جماعت "اخوان الصفا" کے نام سے پیدا ہوئی جس کا میلان زیادہ فیثاغورس کی طرف تھا۔ انھوں نے ریاضی، ہیئت، جغرافیہ، موسیقی، اخلاقیات و فلسفہ پر ۵۲ رسایل لکھے۔ جن کا اثر الغزالی نے بھی ایک حد تک قبول کیا۔ یہ جماعت تشیع کی طرف زیادہ مایل تھی

ہیئت و ریاضی
مسلمانوں میں ہیئت کے مطالعہ کی ابتدا ہندوستان کی کتاب "سدھانت" سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ بغداد میں محمد ابن ابراہیم الفزاری نے کیا تھا۔ اس کے بعد پہلوی زیج اختیار کی گئی اور پھر افلاطون کی المجسطی کا ترجمہ کیا گیا اس کے بعد نویں صدی عیسوی میں پہلی باقاعدہ رصدگاہ جندیشاپور میں قایم کی گئی جب مامون نے بغداد میں بیت الحکمۃ قایم کیا تو ایک رصدگاہ

یحییٰ نے بھی تعمیر کرائی۔ اس کے بعد دمشق میں ایک دوسری رصدگاہ قایم ہوئی۔ ابراہیم الفزاری پہلا مسلمان تھا جس نے یونانی نمونہ پر اصطرلاب تیار کیا اور علی ابن عیسیٰ نے اس پر ایک رسالہ تصنیف کیا

مامون کے عہد کا سب سے بڑا کارنامہ زمین کے طول البلد اور اس کے محیط و قطر کی پیمایش تھی جس میں بعد کو خوارزمی نے ترمیم کی اور جسے بہ مشرق و مغرب ہر جگہ عمل ہوتا رہا

اس عہد کا سب سے بڑا ہیئت داں احمد الفرغانی تھا جس نے متوکل کے زمانہ میں ایک نیل پیما (NILOMETER) یعنی دریائے نیل کی سطح بتانے والا ستون قایم کیا۔ فرغانی نے ایک بڑی معرکۃ الآرا کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام "المدخل الی علم ہیئۃ الافلاک" ہے

مامون کی رصدگاہ کے علاوہ موسیٰ ابن شاکر کے لڑکوں نے اپنے گھر (بغداد) میں ایک ذاتی رصدگاہ قایم کی اور سلطان بن شرف الدین (دیلمی) نے اپنے قصر بغداد میں ایک رصدگاہ بنائی۔ ان کے علاوہ شیراز، نیشاپور اور سمرقند میں مطالعۂ افلاک کی باقاعدہ کوشش ہوتی رہی

البتانی

نویں صدی عیسوی کے اخیر میں ایک بہت بڑا ہیئت داں ابوعبداللہ محمد ابن جابر البتانی پیدا ہوا۔ اس نے نظام بطلیموس میں بہت کچھ ترمیم کی

بیرونی

اس کے بعد غزنہ میں محمد ابن احمد البیرونی پیدا ہوا جس کی تصنیف "قانون المسعودی فی ہیئۃ النجوم" بڑی مشہور کتاب ہے یہ ریاضی، مساحت اور اقلیدس کا بھی بڑا ماہر تھا۔ اس نے عہدِ قدیم کی تقویموں پر بھی ایک بڑی معرکہ کی تصنیف کی جس کا نام "آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" ہے۔ یہ ہندوستان بھی آیا اور یہاں کے فلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا

خیام

سلجوقیوں میں جلال الدین ملک شاہ کو ہیئت کی طرف بہت توجہ تھی۔ اس نے نیشاپور میں ایک رصدگاہ قایم کی اور فارسی تقویم میں ترمیم و اصلاح کے لئے عمر الخیام کو مامور کیا۔ خیام صرف شاعر کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوا لیکن وہ شاعر سے زیادہ مہندس و ہیئت داں تھا۔ جلالی تقویم اسی کی بنائی ہوئی تھی جو پارسی تقویم سے زیادہ صحیح تسلیم کی گئی

نصیرالدین طوسی

جب ہلاکو بغداد کو تباہ کر چکا تو اس نے بھی مراغہ میں ایک رصدگاہ قایم کی اور اس کا پہلا مہتمم نصیرالدین طوسی تھا، اس نے ایک نئی زیج "زیج ایلخانی" کے نام سے مرتب کی۔ جو تمام ایشیا میں بہت مقبول ہوئی۔ نصیرالدین عہد عباسیہ کا آخری مہندس و ہیئت داں تھا

ابومعشر

ہیئت کے ساتھ ساتھ علم نجوم (یعنی ستاروں کی گردش سے واقعات عالم کی پیشین گوئی کرنا) کے جاننے والے بھی عہد عباسیہ میں پائے جاتے تھے۔ ان میں ابومعشر نے خاص شہرت حاصل کی۔ اس نے اسباب مد و جزر پر بھی ایک رسالہ لکھ کر بتایا کہ چاند سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس کی اکثر کتابوں کا ترجمہ مغربی زبانوں میں ہو چکا ہے

عربی ہندسے

جب الفزاری نے ہندی کی کتاب ہیئت (سدھانت) کا ترجمہ عربی میں کیا تو اسی کے ساتھ ہندوستان کے ہندسے بھی عربوں میں رائج ہوئے اور اسحاق خوارزمی اور حبش الحاسب نے ان ہندسوں کے استعمال کو عام کر دیا لیکن عرب مہندسین میں سے بعض اس کے بعد بھی یہ ہندسے استعمال نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر محمد کرجی نے اپنی کتاب "کافی فی الحساب" میں اعداد کو الفاظ ہی کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے۔ بعض مہندسین قدیم حسابی و یونانی طریقہ پر حساب الجمل کے پابند تھے۔ یعنی بجائے ہندسوں کے حروف ابجد کا استعمال کرتے تھے۔

الخوارزمی

عربوں کی تاریخ ریاضی میں "محمد ابن موسیٰ خوارزمی" بڑے مرتبہ کا شخص گزرا ہے علاوہ ہیئت کے یہ ریاضی کا بھی بڑا ماہر تھا اسی نے سب سے پہلے ریاضی اور الجبرا پر کتابیں تصنیف کیں، جن کے ترجمے سولھویں صدی عیسوی تک یوروپ کی یونیورسٹی میں پڑھائے جاتے تھے۔ یوروپ میں الجبرا اور عربی ہندسوں کا رواج خوارزمی ہی کی وجہ سے ہوا

علم الکیمیا جابر ابن حیان ہیئت و ہندسہ، طب و ریاضی کے ساتھ ساتھ عربوں نے علم الکیمیا کی طرف بھی خاص توجہ کی۔ اس فن کا ابوالآباء عربوں میں جابر بن حیان تھا جو الرازی کے بعد عرب کے عہد وسطیٰ کا سب سے بڑا ماہر علم الکیمیا مانا جاتا ہے

مصری و یونانی ماہرین کیمیا کی طرح یہ بھی اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ معمولی دھاتیں قیمتی دھاتوں میں تبدیل کی جاسکتی ہیں اور اسی تحقیق کے سلسلہ میں وہ کمسٹری کے اصول و مسایل سے واقف ہوگیا اور متعدد نئے کیمیاوی مرکبات اس نے ایسے طیار کئے جن سے یورپ بالکل ناواقف تھا۔ اس نے اس فن پر ۲۲ کتابیں لکھیں جن میں سے صرف پانچ شایع ہوسکیں

تاریخ طبیعی تاریخ طبیعی کے سلسلے میں علم الحیوانات کی طرف عربوں نے خاص توجہ کی۔ ابوعثمان عمر ابن بحرالجاحظ اس علم کا بڑا ماہر تھا جس کی کتاب "حیات الحیوان" بہت مقبول ہوئی۔ اس کے بعد القزوینی اور الدمیری نے خاص شہرت حاصل کی

جغرافیہ عربوں میں جغرافیہ کا شوق ان عرب سیاحوں نے پیدا کیا جو بہ سلسلۂ تجارت دور دراز ملکوں (چین و روس وغیرہ) میں جاتے تھے اور لوٹ کر وہاں کے حالات و واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ اس قسم کے سیاحوں میں سیراف کا سلیمان التاجر پہلا شخص تھا جس نے چین اور ہندوستان کے ساحلی مقامات کے حالات قلم بند کئے۔ روس کے حالات سب سے پہلے "احمد ابن فضلان ابن حماد" نے لکھے۔ بطلیموس کا جغرافیہ سب سے پہلے الکندی اور ثابت بن قرہ نے عربی میں ترجمہ کیا اور اسی کی بنیاد پر بعد کو خوارزمی نے "صورت الارض" لکھی اور اسی کے بتائے ہوئے کرۂ ارض کے نقشہ کو سامنے رکھ کر بعد کے جغرافیین نے اپنی تحقیق جاری رکھی

ابن خورداد بہ پہلا شخص تھا جس نے خود اپنی تحقیق کی بنا پر دوسرے ممالک کے راستوں کو متعین کیا اور ایک کتاب "المسالک والممالک" اس موضوع پر قلمبند کی۔ جس کا تتبع بعد کو المقدسی، ابن الفقیہ، ابن حوقل نے کیا اور یعقوبی نے بھی اپنی کتاب البلدان میں اسی کی تقلید کی۔ اس کے بعد قدامہ نے الخراج لکھ کر سلطنت عباسیہ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کرکے وہاں ڈاک کے انتظام اور خراج کی وصولی میں آسانیاں پیدا کیں۔ ایک اور جغرافیہ داں ابن رستہ نے "الاعلاق النفیسہ" لکھی۔ اور ابن الفقیہ الہمدانی نے "کتاب البلدان" مرتب کی جس کے اقتباسات سے مقدسی اور یاقوت نے بھی فایدہ اٹھایا

جغرافیہ کا باقاعدہ علم عربوں میں الاصطخری، ابن حوقل اور المقدسی سے شروع ہوتا ہے۔ اصطخری نے "مسالک الممالک" لکھ کر ابوزیاد البلخی (سامانی عہد کا جغرافیہ داں) کے ناتمام کام کو پورا کیا۔ اور اسی کی خواہش پر ابن حوقل نے نقشوں میں ضروری تبدیلیاں کیں۔ مقدسی نے اس سے زیادہ اہم کام کیا یعنی اس نے اکثر ممالک اسلامیہ کی سیاحت کرکے اپنی ۲۴ سالہ سیاحت کے واقعات قلمبند کرکے اپنی مشہور تصنیف "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" پیش کی۔ اسی زمانہ میں ایک اور ماہر آثار و جغرافیہ حسن احمد الہمدانی پیدا ہوا۔ اس کی دو کتابیں "الاکلیل" اور "صفۃ جزیرۃ العرب" بڑی اہمیت رکھتی ہیں، اسی عہد کا ایک اور بہت بڑا ماہر جغرافیہ یاقوت ابن عبداللہ الحموی تھا۔ جس کی تصنیف "معجم البلدان" بہت مقبول ہوئی۔

تاریخ قبل اسلام عربوں کا تمام تاریخی ذخیرہ صرف قدیم ملوک عرب کی وہ روایات تھیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھیں۔ عہد بنی امیہ میں انکو قلمبند کرنا شروع کیا گیا اور عہد عباسیہ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اس قسم کے راویوں میں ہشام الکلبی کو بڑی شہرت حاصل تھی، جن کی روایات کو طبری اور یاقوت نے بھی نقل کیا ہے

باقاعدہ تاریخ نویسی کا آغاز عربوں میں "سیرۃ نبوی" لکھنے سے شروع ہوا جس کی ابتدا محمد ابن اسحاق مدنی نے کی اور اس کی لکھی ہوئی سیرۃ ابن ہشام کے وساطت سے ہم تک پہونچی اس کے بعد مغازی رسول کی تاریخیں موسیٰ ابن عقبہ اور کندی نے قلم بند کیں۔ پھر ابن سعد نے رسول اور صحابہ و تابعین کا ایک بسیط تذکرہ "طبقات" کے نام سے تحریر کیا۔ فتوحات اسلامی کی ایک تاریخ ابن عبدالحکیم نے "فتوح مصر و اخبارہا" کے نام سے لکھی اور ابن یحییٰ بلاذری نے دو کتابیں فتوح البلدان اور انساب الاشراف تصنیف کیں، ان کتابوں کے بعد تاریخ نویسی کی زمین زیادہ ہموار

ہوگئی اور باقاعدہ تاریخ نگاری شروع ہوگئی۔ چنانچہ سب سے پہلے ابن قتیبہ (محمد ابن مسلم الدیناوری) نے کتاب المعارف لکھی اور ابو حنیفہ احمد ابن داؤد الدیناوری نے تاریخ عالم پر اخبار الطوال تحریر کی۔ اسی زمانہ میں چند اور نامور مورخ پیدا ہوئے۔ جن میں الطبری، مسعودی، حمزہ اصفہانی، لیعقوبی اور مسکویہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

طبری طبری کی تاریخ "اخبار الرسل والملوک" عربی میں سب سے پہلی تاریخ ہے جس کو تمام مورخین مابعد (مسکویہ، ابن اثیر، ابو الفدا اور ذہبی) نے اپنے سامنے رکھا۔ تاریخ طبری پیدائش عالم سے لے کر ۳۰۲ھ تک مسلسل واقعات پر مشتمل ہے اس نے اپنی کتاب لکھنے کے لئے فارس، عراق، شام اور مصر کا سفر کیا، وہاں کی قدیم روایات کا مطالعہ کیا۔ شیوخ بغداد سے جو کچھ سنا تھا انھیں سامنے رکھا اور احادیث نبوی جمع کر کے ان سب کی بنیاد پر اس نے اپنی مشہور تاریخ لکھی، اسی سلسلہ میں اس نے اپنی تفسیر قرآن بھی جامع البیان کے نام سے لکھی یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں تمام ہوئی اور اس کا ترجمہ تمام مغربی زبانوں میں کیا گیا

المسعودی "ابو الحسن علی المسعودی" عربوں کا ہیروڈوٹس سمجھا جاتا ہے اس نے اپنی تاریخ "مروج الذہب" طبری کی طرح سن وار نہیں لکھی بلکہ حکمراں خاندانوں کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا اس نے بھی اپنی تاریخ کا مواد سیر و سیاحت کے بعد فراہم کیا اور ۳۰ جلدوں میں اسے پیش کیا اس نے اپنی ایک اور نہایت مشہور کتاب "تنبیہ الاشراف" بھی لکھی جس میں اس نے اپنے تاریخی نظریہ پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ معتزلی تھا اور واقعات کی چھان بین میں فلسفیانہ درک سے کام لیتا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کی تاریخ نگاری عروج پر تھی اور ابن مسکویہ کے بعد اس کا انحطاط شروع ہوگیا۔

یاقوت، ابن عساکر، ابن اثیر، ابن جوزی، ابن خلکان ابن اثیر نے مورخ ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کی لیکن اس کی تصنیف "کامل فی التاریخ" طبری کا خلاصہ ہے جس میں اس نے ۶۲۹ھ تک کے واقعات کا اضافہ کر دیا ہے اس نے ایک بڑی معرکۃ الآرا کتاب "اسد الغابہ" لکھی، جس میں ۷۵۰۰ صحابہ کے حالات درج ہیں۔ اسی زمانہ میں اس کے ہم عصر ابن الجوزی نے بھی ایک تاریخ "مرآۃ الزمان فی تاریخ الایام" تصنیف کی جس میں پیدائش عالم سے لے کر ۶۵۴ھ تک کے حالات درج ہیں

عہد عباسیہ کے تذکرہ نگاروں میں یاقوت، ابن عساکر اور سب سے آخیر میں ابن خلکان خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ابن عساکر کا تذکرہ زیادہ تر اکابر دمشق سے متعلق تھا (جو ۸۰ جلدوں میں تمام ہوا) لیکن ابن خلکان نے تمام عالم اسلامی کے ادبا و شعراء کا ذکر کیا ہے اور ان کے کلام کا اقتباس دیکر ادب کی بھی بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے

دینیات دوسری قوموں کے اسلام لانے کے بعد عربوں میں مذہبی تفتیش و تحقیق کا ذوق بہت پہلے ہی پیدا ہوگیا تھا اور قرآن و تعلیمات قرآن کی صحیح تعلیمات معلوم کرنے کی غرض سے عربی زبان، احادیث رسول، عقاید اسلامی اور مسایل فقہی پر غور کرنے کی ضرورت جلد ہی محسوس کر لی گئی تھی، لیکن چونکہ قرآن کو اولیت کا درجہ حاصل تھا اور اس کے سمجھنے کے لئے علاوہ عربی زبان کے احادیث نبوی کا علم بھی ضروری تھا، اس لئے یہ کہنا قابل غلط نہ ہوگا کہ علم حدیث دراصل علم قرآن ہی کی ایک شاخ ہے جو بعد کو تدوین فقہ کے سلسلے میں بھی ضروری سمجھا گیا

احادیث کی جمع و تدوین کی طرف اس میں شک نہیں مسلمانوں نے بڑی توجہ کی اور اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ توسیع اسلام کے ساتھ ساتھ سیکڑوں نئے نئے مذہبی، سیاسی، معاشرتی، و اخلاقی مسایل سامنے آ رہے تھے، جن کے متعلق قرآن میں کوئی صراحت موجود نہ تھی اور لوگ ارشاد نبوی سے ان مسایل کا حل چاہتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ اسلامی لٹریچر موضوع احادیث سے بھر گیا حضرت علی اور حضرت ابو بکر کے باہمی اختلافات، علی اور معاویہ کی لڑائی، بنو امیہ اور بنو عباس کی باہمی رقابت اور اسی طرح کے بہت سے مسایل تھے جنھوں نے وضع احادیث کا دروازہ کھول دیا کیونکہ یہ ذریعہ آمدنی کا بھی تھا اور ہر فریق اپنی موافقت میں احادیث پیش کرنے والوں کو

کافی معاوضہ دیتا تھا، چنانچہ ابن ابی الاوجاع نے قصاص کے وقت کوفہ میں خود اس کا اقرار کیا کہ اس نے ۱۲ ہزار احادیث وضع کی تھیں مدینہ کے راویانِ احادیث بہ نسبت راویانِ کوفہ کے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے، پھر بھی ان سب کی روایات پر اعتماد کلی نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابوہریرہ سے ۵۳۰۰ روایات منسوب ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر کے راوی وہ نہیں تھے، اسی طرح حضرت عائشہ سے ۲۲۱۰، انس ابن مالک سے ۲۲۸۶ اور عبید اللہ ابن عمر سے ۱۶۳۰ احادیث منسوب ہیں لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام احادیث میں یہ نسبت صحیح ہے۔

تیسری صدی ہجری جمع احادیث کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہے اور اسی زمانہ میں صحاح ستہ مرتب ہوئیں (مفصل بیان اس اشاعت میں کسی دوسری جگہ ملے گا) احادیث ہی کی بنیاد پر فقہ کی بھی تدوین ہوئی اور اختلاف احادیث ہی کے بنا پر چار فقہی مسلک (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) پیدا ہو گئے (جن کی تفصیل آپ کو اس اشاعت میں کسی اور جگہ ملے گی)

اخلاقیات

قرآن اور احادیث اس میں شک نہیں کہ اخلاقی تعلیم کے صحایف ہیں اور ان کی بنیاد پہ متعدد کتابیں اخلاقیات پر لکھی گئیں لیکن تعلیم اخلاق کے اور ذرایع جو ادب و روایات اور عقل و درایت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان سے بھی مسلمانوں نے فایدہ اٹھا کر اچھی اچھی تصانیف کیں۔ غیر عربی اقوال و حکایات کو سامنے رکھ کر ابن المقفع نے "الدر الیتیمۃ" لکھی، "امثال لقمان" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی گئی، ماوردی نے رسول اللہ اور صحابہ کے اخلاقی اقوال یکجا کئے اور فلاسفۂ قدیم کے اقوال کے پیش نظر حنین یا اس کے بیٹے اسحاق نے "کتاب الاخلاق" مرتب کی، اور مسکویہ نے تہذیب الاخلاق لکھی، بعد کو اخلاق و تصوف دونوں کو سامنے رکھ کر غزالی اور دوسرے صوفیہ نے متعدد کتابیں لکھیں

ادبیات

عہد بنی عباس میں ایرانیوں نے عربی ادب کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں جن میں البیرونی، جاحظ، ابن درید، ابن قتیبہ، بلاذری، الجوہری، ابن جنی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ خالص ادب کی ترقی جاحظ سے شروع ہوتی ہے اور چوتھی پانچویں صدی ہجری میں انتہائی عروج پر پہونچتی ہے جب ابوالفرج اصفہانی (مصنف کتاب الآغانی) بدیع الزماں ہمدانی، ثعالبی اور حریری، (مصنف مقامات) ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں

شاعری میں بنو امیہ کا دور جاہلیت کی شاعری کا دور تھا، لیکن عہد بنی عباس میں اس کا رخ بدلا اور عجمی اثرات سے عرب شاعری کا رنگ بہت متاثر ہوا جس کی ابتدا بشار ابن برد سے ہوتی ہے بعد کو ابو نواس، ابو العتاہیہ، ابو تمام وغیرہ پیدا ہوئے، جو عہد عباسیہ کے شعراء میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ خلفاء بنی عباس نے شعر و شاعری کی جتنی مدد کی اور شعراء کو جتنے انعامات دئے ان کی مثال ہم کو دوسری جگہ مشکل سے نظر آ سکتی ہے

تعلیم

عربوں میں ابتدائی تعلیم صرف قرآن تک محدود تھی جو مسجدوں کے مکتبوں میں دی جاتی تھی اور اسی کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا، بعد کو عربی قواعد، انبیاء کے قصص، رسول کے حالات، ابتدائی حساب، اور اخلاقی قسم کی شاعری بھی نصاب تعلیم میں شامل ہو گئی لیکن یہ تمام تعلیم زیادہ تر زبانی ہوتی تھی اور حفظ کرادی جاتی تھی، امراء کے بچوں کی تعلیم مودب یا اتالیق کے ذریعہ دی جاتی تھی۔ نسبتاً زیادہ بلند ہوتی تھی، بنو امیہ کے عہد تک یہی سلسلہ جاری رہا لیکن عہد بنی عباس میں جو ذہنی ترقیوں کا خاص دور تھا باقاعدہ بلند تعلیم کی طرف بھی توجہ کی گئی اور مامون نے بغداد میں بیت الحکمۃ کے نام سے ایک بڑا زبردست علمی ادارہ قایم کیا۔ اس میں غیر زبانوں کے تراجم کئے جاتے تھے، علمی مباحثے ہوتے ہوتے تھے اس کا ایک کتب خانہ بھی تھا اور رصدگاہ بھی جہاں ہیئت کی تعلیم دی جاتی تھی، اس وقت کا دستور تھا کہ جہاں جہاں رصدگاہیں یا شفاخانے قایم ہوتے تھے وہاں ہیئت اور طب کی تعلیم دی جاتی تھی

سب سے پہلا تعلیمی ادارہ جہاں طلبہ کی ضروریات زندگی بھی فراہم کی جاتی تھیں مدرسہ نظامیہ تھا جسے نظام الملک طوسی نے قائم کیا تھا بعد کو اسی نہج کے مدارس، خراسان، عراق و شام میں بھی قایم ہوئے

تعلیم بالغان کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ اس وقت کی تمام مساجد میں قرآن، حدیث و فقہ کی تعلیم کا پورا انتظام تھا اور طلبہ

ان سے مستفید ہوتے تھے۔ ان مساجد میں کتب خانے بھی ہوتے تھے اور علمی مذاکرے بھی ہوا کرتے تھے

مساجد کے علاوہ یوں بھی ملک بھر میں متعدد کتب خانے قایم تھے جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابوں سے طلبہ و اہل علم استفادہ کرتے تھے ۔۔۔ عہد عباسیہ میں کتابوں کی تجارت کو بڑا فروغ حاصل تھا۔ یعقوبی لکھتا ہے کہ اس نے بغداد کی سڑکوں پر تین سو دوکانیں کتب فروشوں کی دیکھیں ۔۔۔ اس عہد کے کتب فروش خطاط بھی ہوتے تھے اور کتابوں کی خوشخط نقلیں کر کر کے بڑی بڑی قیمت پر فروخت کرتے تھے تیسری صدی ہجری کے آغاز تک پیپرس پر لکھنے کا رواج تھا لیکن بعد کو جب چین سے عراق میں کاغذ آیا تو پھر یہاں بھی کاغذ بننے لگا اور بڑے بڑے کارخانے کاغذ سازی کے قایم ہوگئے

فن تعمیر عہد عباسیہ میں فن تعمیر کو بھی بہت ترقی ہوئی اور بڑے بڑے عالی شان قصر اس زمانہ میں تعمیر ہوئے، خلیفہ کا خاص محل (جسے باب الذہب کہتے تھے) القبۃ الخضراء (بانی بغداد کا قصر) قصر الخلد قصر رصافہ (خلیفہ مہدی کا قصر) اور آل برمک کے محلات اس عہد کے فن تعمیر کے بڑے اچھے نمونے تھے

خلیفہ المعتضد نے "قصر الثریا" کے نام سے ایک محل ۴۰ لاکھ دینار کے صرف سے تعمیر کرایا۔ المکتفی نے التاج کے نام سے ایک قصر بنوایا۔ اور المقتدر نے ایک محل "دار الشجرہ" طیار کرایا۔ جہاں گملوں میں سونے چاندی کے پودے نصب تھے ۔۔۔۔۔۔ معز الدولہ (بویہ) نے ایک قصر ۱۰ لاکھ دینار صرف کر کے تعمیر کرایا۔ ان کے علاوہ عالی شان مساجد بھی اس عہد میں بکثرت تعمیر کرائی گئیں۔ چنانچہ المتوکل نے ایک مسجد کی طیاری میں ۷ لاکھ دینار صرف کئے

نقاشی و مجسمہ سازی عہد عباسیہ میں نقاشی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی۔ چنانچہ خلیفہ المنصور نے اپنے محل کے قبہ پر ایک سوار کا مجسمہ بنوایا تھا جو بادنما کا بھی کام دیتا تھا۔ امین کی کشتیاں شیر و عقاب اور مچھلی کی شکل کی تھیں ۔۔۔ المقتدر نے اپنے قصر میں جو حوض طیار کرایا تھا اس کے دونوں جانب پندرہ مسلح سواروں کے مجسمے بھی پائے جاتے تھے۔ خلیفہ معتصم کے قصر کی دیواروں پر جو نقاشی کی گئی تھی اس میں سیر و شکار کے مناظر کے علاوہ برہنہ عورتیں بھی دکھائی گئی تھیں

خطاطی خطاطی خاص مسلمانوں کا فن ہے اور اس کے موجدوں میں ایک شخص ریحانی تھا جو مامون کے زمانہ میں پایا جاتا تھا (خط ریحان اسی کے نام سے منسوب ہے)، دوسرا بہت بڑا خطاط وزیر مقلہ تھا۔ جب خلیفہ الراضی نے اس کا داہنا ہاتھ قطع کرا دیا تو یہ بائیں ہاتھ سے بھی اتنا ہی اچھا لکھنے لگا۔ تیسرا خطاط ابن البواب تھا، آخری خطاط اس عہد کا یاقوت مستعصمی تھا

موسیقی عہد عباسیہ میں نغمہ و موسیقی کو بڑا عروج حاصل ہوا اور بڑے بڑے اہل کمال اس فن کے پیدا ہوئے۔ یہ ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ عہد بنی امیہ میں مکہ اور مدینہ نغمہ و موسیقی کے مرکز تھے اور دربار بنی امیہ نے اس فن کی بڑی قدر کی لیکن جب عہد عباسیہ شروع ہوا تو یہ قدر دانیاں انتہا کو پہونچ گئیں

خلیفہ المہدی، عبداللہ بن وہب کا جو مکہ کا بڑا زبردست موسیقار تھا اور اس کے شاگرد ابراہیم موصلی کا بڑا قدردان تھا۔ ابراہیم موصلی اتنا کامل شخص تھا کہ ایک بار جب دربار میں ۳۰ کنیزیں ایک ساتھ مل کر عود بجا رہی تھیں تو اس نے ایک کنیز کو ٹوکا کہ اس کے عود کا دوسرا تار بے سرا ہے۔ مہدی کے بعد ہارون الرشید نے ابراہیم کی جتنی قدر کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ علاوہ ۱۰ ہزار درہم ماہوار تنخواہ کے ایک ایک گانے پر لاکھوں درہم اس کو انعام میں دیدیتا تھا

رشید نغمہ و سرود کا جتنا شایق تھا اور اس کے عہد میں اس فن کو جتنی ترقی ہوئی اس کا اندازہ "کتاب الاغانی" عقد الفرید، فہرست ابن ندیم اور نہایہ کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے

رشید جب جشن موسیقی کرتا تھا تو دو ہزار سے کم ماہرین فن اس میں حصہ نہ لیتے تھے اور اس کے بیٹے امین کے شغف کا یہ عالم تھا کہ ایسی تقریبوں میں وہ خود قصر کے تمام مرد و زن کے ساتھ صبح تک رقص کرتا رہتا تھا

رشید کا دوسرا محبوب مغنی مخارق تھا، یہ ایک قصاب کا لڑکا تھا جو پہلے اپنے باپ کی دوکان پر گوشت کی تعریف گا گا کر کیا کرتا تھا — پھر رشید کے دربار کی ایک مغنیہ اس کی آواز کی دلدادہ ہو کر رشید کے پاس لے آئی۔ رشید نے اس کا گانا سُن کر ۱ ہزار دینار انعام میں دئے اور مسند پر اپنے پہلو میں اسے جگہ دی۔ اس کی خوش آوازی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار دریائے دجلہ سے گزرتے ہوئے اس نے گانا شروع کیا تو دو رویہ مکانات کے لوگ مشعلیں لے کر اپنے برآمدہ میں آگئے اور اس کا گانا سننے میں محو ہو گئے۔

مامون اور متوکل کے عہد میں اسحاق بن ابراہیم نے بڑی شہرت حاصل کی یہاں تک کہ اسے عہدِ اسلام کا سب سے بڑا موسیقار سمجھا جاتا ہے۔

کنیزوں میں بھی انھیں کی زیادہ قدر تھی جو گانا جانتی تھیں، ان کو گانے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور جب وہ ماہر ہو جاتی تھیں تو انھیں حرم میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ ایک بار اسحاق موصلی کی کسی شاگرد کنیز کی قیمت گورنر مصر نے ۳۰ ہزار درہم لگائی تو بازنطینی فرمانروا نے اس میں اضافہ کر کے ۴۰ ہزار کر دئے اور آخر کار اسحاق نے اس جھگڑے کو اس طرح ختم کیا کہ آزاد کر کے اس سے شادی کر لی

خلفاء عباسیہ میں سے بعض خود بھی گانے کے ماہر تھے، چنانچہ ابراہیم (ہارون الرشید کا بھائی) خود بڑا موسیقار تھا۔ الواثق، عود نہایت اچھا بجاتا تھا اور دُھنیں ایجاد کرنے کا خاص ملکہ رکھتا تھا۔ اسی طرح المستنصر اور المعتز بھی موسیقی کے ماہر تھے۔ لیکن خلیفہ المعتمد کا مرتبہ ان سب سے زیادہ بلند تھا اور اس فن میں وہ نائک کا مرتبہ رکھتا تھا

ساز بجانے والوں کو آلاتی کہتے تھے۔ عود اور رباب اس وقت کے مقبول ساز تھے۔ لیکن فرق یہ تھا کہ بڑے بڑے ماہرین موسیقی کے ساتھ عود بجایا جاتا تھا اور اس سے کم درجہ کے گویوں کے ساتھ رباب۔

عہدِ بنی عباس میں یونانی موسیقی کی متعدد کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ جن میں کتاب المسایل، کتاب فی النفس، کتاب الصوت، کتاب النغم، کتاب القانون، کتاب الایقاع اور کتاب الموسیقی الکبیر خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں

ان ترجموں کے علاوہ خود کندی، فارابی اور بوعلی سینا وغیرہ نے متعدد کتابیں موسیقی پر لکھیں اور اس میں اتنی ترقی کی کہ بعد کو خود یوروپ نے اس سے بہت کچھ سیکھا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یوروپین سازوں کے نام وہی ہیں جو مسلمانوں میں رائج تھے۔

مثلاً :- العود (ALUTE) - قطار (GUITAR) - رباب (REBEC) - نقارہ (NAKLR) - قانون (CANON)

اس کے علاوہ سُر ملانا (HARMONY) - تان مینڈ (GLOSS) - سرگم (SOL-ECCIS) - گت یا ٹھاٹھ (TABULATURE) وغیرہ سب مغرب نے عربوں سے سیکھا۔

ہنری جارج فارمر لکھتا ہے کہ "جب ہم اس عہد کی مغربی موسیقی کا مقابلہ عرب موسیقی سے کرتے ہیں تو ہم شرم کے مارے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ اس زمانہ کی موسیقی ایک صحرائے خشک تھی جس میں الفارابی کی "کتاب الموسیقی" ابن سینا کی کتاب الشفا سرسبز و شاداب نخلستان کا حکم رکھتی تھیں"

یہ وہ زمانہ تھا جب فرنگی دنیا کے طلبہ اندلس کی یونیورسٹیوں اور ہسپانیہ کے مدرسوں میں خالص عربی کتب موسیقی پڑھنے کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ چنانچہ اس عہد کے مغربی ماہرین موسیقی میں جربرٹ، جان سیوائلی، جیرارڈ وغیرہ جنھوں نے اس فن میں خاص شہرت حاصل کی، سب جامعہ اندلس کے تربیت یافتہ تھے

تال سم (MENSURELMUSIC) کا ذکر بھی قدیم مغربی موسیقی کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ لیکن الخلیل، الفارابی، الکندی اور بوعلی سینا وغیرہ اس چیز سے پوری طرح واقف تھے۔ اس کا اصطلاحی نام ایقاع یا ایقاعات تھا۔ جس نے مغربی لٹریچر میں "OCHETUS" اور "HOQETUS" کی صورت اختیار کر لی — عرب موسیقی میں سُروں کی دو تقسیمیں تھیں، المعروفہ اور المعلومہ اور یہ دونوں بجنسہ "ELMUARIFA" اور "ELMUALYM" کے نام سے مغربی موسیقاروں نے بھی لے لیں۔

اس میں شک نہیں کہ عربوں نے فن موسیقی ایران و یونان سے سیکھا اور ارسطو، اقلیدس، بطلیموس کی متعدد کتابیں عربی میں منتقل کیں، لیکن بعد کو خود انھوں نے کافی اجتہاد و اختراع سے کام لیا جس کی تفصیل کندی، سرخسی، بنو موسیٰ، زکریا الرازی، فارابی، بوعلی سینا، ابن باجہ وغیرہ کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

حکومتِ اندلسیہ

(۱۳۸ھ / ۷۵۶ء سے ۴۲۲ھ / ۱۰۳۱ء تک)

یوروپ وسطیٰ کی تاریخ میں اسپین (اندلس) کی مسلم حکومت کا زمانہ ذہنی ترقی کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دوسری صدی ہجری سے چوتھی صدی تک اگر اسپین کے مسلمانوں نے ترقی علوم و فنون میں حصہ نہ لیا ہوتا تو یوروپ نشاۃ الثانیہ RENAISSANCE سے قطعًا محروم رہتا

ادبیات

اگر عراق سے قطع نظر کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ادبیات اور لغت نویسی میں اندلس کے مسلمانوں کی خدمات بہت اہم ہیں ــــ جامعہ قرطبہ کا پروفیسر القالی اور اس کا شاگرد محمد ابن الحسن زبیدی اسی عہد کے علما و ادب میں سے تھے اور یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عبرانی زبان کی گرامر اسی زمانہ میں عربی گرامر کے اصول پر وضع کی گئی اور عربی کی بہت سی علمی و فنی اصطلاحات عبرانی میں ترجمہ کی گئیں

ابن عبدالربہی مصنفِ "العقد الفریہ" اور علی ابن حزم اسی عہد میں پائے جاتے تھے۔ ابن حزم کے فضل و کمال کے متعلق ابن خلکان اور قفطی کا بیان ہے کہ اس نے تاریخ، دینیات، حدیث، منطق، شاعری وغیرہ پر چار سو کتابیں تصنیف کیں اور مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ پر "الفصل فی الملل والنحل" لکھ کر ابدی شہرت حاصل کی۔

ادبیات کی تاریخ کی طرف عبادیین، المرابطون اور الموحدون کے زمانہ میں خاص توجہ کی گئی یہاں تک کہ اشبیلیہ، طلیلہ اور غرناطہ کے ادبی اداروں نے قرطبہ کی شہرت کو بھی ماند کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عربی زبان میں صنائع و بدائع کا رواج بکثرت ہوگیا تھا اور یہ اندازِ بیان اس قدر مقبول تھا کہ اٹلی اور مسیحی اسپین کی زبانوں نے بھی اس کی تقلید شروع کر دی۔ اسپینی زبان میں کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ بھی اسی عہد میں ہوا اور مقامات کی مسجع نثر نگاری کی نقل بھی مغربی زبانوں میں ہونے لگی

عبدالربہی، ابن حزم اور ابن الخطیب کے علاوہ اور بہت سے مستند شعراء اس زمانہ میں پائے جاتے تھے، جن میں ابن زیدون نے غیر معمولی شہرت پائی۔ مسلم اسپین کے شاعروں نے عروض میں بھی تبدیلیاں کیں اور بعض جدید تجربے اس وقت کے رجحان کے پیش نظر ایجاد کیں اور گیارھویں صدی کے آغاز میں موسیقی سے ملا کر ایک خاص قسم کی غنائیہ شاعری ایجاد کی، جسے موشح اور زجل کہتے تھے۔

موشح سے مراد عوامی گیت (FOLK SONG) تھے جو اندلس ہی میں ایجاد کئے گئے اور بعد کو وہ اس قدر مقبول ہوئے کہ تمام شمالی و شرقی افریقہ میں اس کا رواج ہوگیا اور مسیحی اسپین و پرتگال میں بھی اس کی تقلید ہونے لگی

تعلیم

ابتدائی تعلیم زیادہ تر قرآن، صرف و نحو اور فن شعر تک محدود تھی اور اس کا رواج اتنا عام تھا کہ مسلمانانِ اندلس کی اکثریت لکھنے پڑھنے سے واقف ہوگئی تھی درانحالیکہ یوروپ اُس وقت جاہلِ محض تھا۔

مقریزی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عورتوں کو بھی تعلیم کی آزادی حاصل تھی۔ اونچے درجہ کی تعلیم میں دینیات، علم الکیمیا، جغرافیہ، فلسفہ، تاریخ، لغت، قواعد اور فن شعر شامل تھے اور اس تعلیم کے لئے متعدد یونیورسٹیاں قایم تھیں جن میں جامعۂ قرطبہ، اشبیلیہ، ملاغا اور غرناطہ بہت مشہور تھے۔ جامعہ قرطبہ میں ہیئت، ریاضی اور طب کی تعلیم بھی ہوتی تھی اور ہزاروں طلبہ یہاں تعلیم پاتے تھے اور سند فراغت حاصل کر لینے کے بعد حکومت میں معزز عہدے پاتے تھے۔ جامعۂ غرناطہ میں بھی انھیں تمام علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔

یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ لائبریریاں بھی متعدد قایم کی گئیں جن میں قرطبہ کی شاہی لائبریری خاص شہرت رکھتی تھی۔ کتب بینی کا شوق لوگوں میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ گھر گھر لائبریریاں قایم ہوگئی تھیں اور کتابوں کی دوکانیں بکثرت پائی جاتی تھیں

تاریخ نویسی اندلس کا نہایت قدیم مشہور مورخ ابن القوطیہ تھا جس کی تصنیف "تاریخ الفتح الاندلس" نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اسی عہد کا دوسرا مورخ ابن حیان تھا جس کی تصانیف کی تعداد ۵۰ تک پہونچتی ہے۔ اس کی تصنیف متین ۶۰ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اس کی تمام تصانیف میں سے اب صرف ایک "المقتبس فی تاریخ رجال الاندلس" باقی رہ گئی ہے

الموحدوں کے عہد کا مورخ عبدالواحد المراکشی بھی خاص شہرت کا مالک تھا۔ سوانح نگاروں میں ابن الفرضی (مصنف تاریخ علماء الاندلس) ابن خطیب اور ابن خلدون خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ابن خلدون کا مقدمہ، فلسفۂ تاریخ کا اولین نمونہ ہے جس کی مثال اس سے قبل کے لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی

جغرافیہ مشہور جغرافیہ داں البکری بھی اسی عہد میں پیدا ہوا جس کی تصنیف "المسالک والممالک" بڑی مشہور کتاب ہے اس کے بعد ادریسی، ابن جبیر، المازنی اور ابن بطوطہ نے خاص شہرت حاصل کی

ہیئت و ریاضی اندلس کا سب سے پہلا ہیئت داں المجریطی تھا جس نے زیچ خوارزمی میں اصلاح و ترمیم کی۔ جابر بن افلح، البطانی، البطروجی نے ہیئت قدیم میں بہت سے اضافے کئے۔ ان علماء ہیئت کی گرانقدر خدمات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعد کو انھیں کی وضع کی ہوئی اکثر اصطلاحات مغربی ہیئت دانوں نے اپنے یہاں لے لیں

نباتیات و عقاقیر ریاضی و ہیئت کی طرح نباتات کی تحقیق میں بھی اندلس کے علماء نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ سب سے پہلے انھوں نے بعض درختوں کا نر و مادہ ہونا دریافت کیا انھوں نے یہ بھی تحقیق کی کہ کون سے درخت تخم سے اُگتے ہیں، کن کن کی قلم لگانا چاہئے اور کون کون درخت خودرو ہوتے ہیں۔ قرطبہ کے طبیب، غافقی، نے اسپین و افریقہ کے بہت سے پودوں کی تحقیق کر کے ان کے نام رکھے اور ان کی پتی، پھول اور رنگ وغیرہ کی صراحت کی اور اس موضوع پر اس نے ایک کتاب "الادویۃ المفردۃ" تصنیف کی

بارھویں صدی کے اخیر میں اشبیلیہ کے نامور فرزند ابوزکریا ابن العوام نے علم فلاحت پر ایک بڑی مفید کتاب لکھی اور عبداللہ ابن البیطار نے تمام اسپین و شمالی افریقہ کی سیاحت کر کے وہاں کے پودوں کی مفصل کیفیت اور ان کے طبی اثرات قلمبند کر کے دو کتابیں "المغنی فی الادویۃ المفردۃ" اور "الجامع فی الادویۃ المفردۃ" تصنیف کیں

طب ابن رشد، ابن میمون، ابن باجہ اور ابن طفیل دنیا میں صرف فلسفی کی حیثیت سے مشہور ہیں، لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ یہ سب اندلس کے اطباء میں سے تھے اور طبابت ہی ان کا پیشہ تھا

الزہراوی، الحکم ثانی کا درباری طبیب، اتنا بڑا سرجن تھا کہ اس کا مثل عربوں میں پیدا نہیں ہوا۔ اس نے فن تشریح و جراحی میں بہت سے ایسے جدید اکتشافات کئے جو اس سے قبل کسی کے علم میں نہ تھے

علاج بالعقاقیر میں اسی مرتبہ کا ایک اور طبیب ابن زہر تھا۔ اس نے متعدد طبی کتابیں تصنیف کیں جن میں "التیسیر فی المداواۃ والتدبیر" جو اس نے اپنے دوست ابن رشد کی فرمایش پر لکھی تھی، بڑی اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے

حکماء و فیلسوف اندلس کا سب سے پہلا فلاسفر ایک یہودی یحیٰی ابن جبرول تھا جس نے "ینبوع الحیات" (سرچشمۂ حیات) لکھکر بڑی شہرت حاصل کی، لیکن اس کے بعد بارھویں صدی عیسوی بڑے بڑے نامور حکماء سرزمین اندلس سے پیدا ہوئے اور ان میں سب سے پہلے ابن باجہ پیدا ہوا جو فیلسوف ہونے کے علاوہ بہت بڑا طبیب، ہیئت داں اور موسیقار بھی تھا۔ اس نے ہیئت میں بطلیموس کے بہت سے نظریوں میں ترمیم کی اور طب میں متعدد کتابیں لکھیں۔ فلسفہ میں اس کی نہایت قیمتی کتاب "تدبیر المتوحد" ہے جس میں اس نے بتایا تھا کہ ایک انسان عقل و ذہانت سے کام لے کر کیونکر باب الوہیت تک پہونچ سکتا ہے۔ چنانچہ بعد کے مورخین نے اسے ملحد و بیدین قرار دیدیا

ابن باجہ کے خیالات کا موید دوسرا مشہور فیلسوف ابن طفیل تھا یہ پہلے غرناطہ میں طبابت کرتا تھا اور بعد کو الموحدین کے زمانہ میں ابو یعقوب یوسف کا درباری طبیب ہوگیا تھا، بعد کو جب یہ وزیر ہوگیا تو درباری طبیب کی جگہ کے لئے اس نے ابن رشد کی سفارش کی جو اس کا دوست تھا۔

ابن طفیل کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا ایک فلسفیانہ رومان "حیّ بن یقظان" ہے (جس کا تفصیلی ذکر آپ کو اس کے حالات میں ملے گا)

ابن رشد مسلم حکماء اسلام میں سب سے بڑا حکیم و فیلسوف سمجھا جاتا ہے۔ طب میں اس کی تصنیف "الکلیات فی الطب" اور فلسفہ میں "تہافۃ التہافۃ" بڑا بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ تہافۃ دراصل جواب ہے غزالی کی "تہافۃ الفلاسفہ" کا۔

ابن رشد کے بعد دوسرا فیلسوف اسی مرتبہ کا ابن میمون یہودی تھا۔ یہ طبیب بھی تھا اور ہیئت داں بھی۔ طب میں اس کی کتاب "الفصول فی الطب" اور فلسفہ میں "دلالۃ الحیران" بڑی بلند پایہ تصانیف مانی جاتی ہیں

فلسفۂ تصوف کے سرخیل ابن العربی بھی سرزمین اندلس کے فرزند تھے تصوف میں یہ فلسفۂ اشراق افلاطونیت جدیدہ (NEO-PLATONISM) اور وحدۃ الوجود کے بڑے کامیاب مبلغ تھے۔ "فتوحات المکیہ اور فصوص الحکم" ان کی بڑی مشہور تصنیف ہیں۔

اندلس کے علماء اسلام نے علوم و فنون کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں، یورپ میں ان کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی کے اخیر تک علماء اسلام کے تمام کارنامے یورپ کی زبانوں میں منتقل ہوگئے اور یہی سرمایہ حاصل کرنے کے بعد ہی یورپ میں بیداری شروع ہوئی۔ ——— طلیطلہ خاص مرکز تھا جہاں ان تصانیف کا ترجمہ یورپین زبانوں میں کیا جاتا تھا۔

علاوہ ذہنی و عقلی علوم و فنون کے اندلس نے دستکاری پارچہ بافی اور فن تعمیر میں بھی بڑی ترقی کی تھی، دھات کے برتنوں کی نقاشی، میناکاری، منبت کاری، رنگ آمیزی، چینی اور شیشہ کے ظروف بنانا، ہاتھی دانت کا کام، [illegible] جلد سازی اور خطاطی وغیرہ سب انتہائی ترقی پر تھیں اور قالین سازی و پارچہ بافی کی ترقی کا یہ عالم تھا [illegible] قائم تھے۔

فن تعمیر میں انھوں نے جو جو نزاکتیں پیدا کیں، ان کا اندازہ قصر الحمراء [illegible] کی حیثیت سے اب بھی تمام دنیا کے سیاحوں کا مرجع ہے۔

موسیقی اندلس میں موسیقی کا آغاز ایک شخص زریاب سے ہوتا ہے جو [illegible] موصلی کا شاگرد تھا۔ عبدالرحمان ثانی کے عہد میں اس نے قرطبہ میں ایک مدرسہ موسیقی کا جاری کیا اور [illegible] چنانچہ عود میں پانچویں تار کا اضافہ اسی نے کیا۔

زریاب کے بعد دوسرا مغنی ابن فرناس تھا جس نے اندلس میں موسیقی کا عام ذوق پیدا کیا۔ یہ موسیقی کے علاوہ اور بھی بہت سے فنون کا ماہر تھا اس نے سب سے پہلے یہ بتایا کہ پتھر سے کانچ بن سکتا ہے اور اسی نے سب سے پہلے چڑیوں کی طرح پر اور بازو لگا کر فضا میں پرواز کرنے کی کوشش کی کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح کچھ دور تک پرواز کرنے میں کامیاب ہوگیا، لیکن جب تھوڑی دور جاکر زمین پر گرا تو اس نے کہا کہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ میں نے دُم نہیں بنائی تھی۔

اندلس نے اس فن میں رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ بغداد اسکول کی موسیقی اس کے سامنے ماند پڑ گئی ـــ عبادیین کے عہد میں اشبیلیہ موسیقی کا مرکز تھا اور یہاں کے بنے ہوئے ساز اتنے مشہور تھے کہ دور دور تک ان کی مانگ تھی۔

اس فن پر کتابیں بھی بکثرت لکھی گئیں، جن میں ابن باجہ اور ابن [illegible] کے رسایل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

(قرطبہ)

اندلس کی اموی حکومت کا دور زریں عبدالرحمان ثالث (۳۰۰ھ ۹۱۲ء) سے شروع ہوتا ہے اور ایک صدی تک باقی رہتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دارالحکومت قرطبہ کا سب سے زیادہ مہذب، وشایستہ و ترقی یافتہ شہر سمجھا جاتا تھا اور قسطنطنیہ اور بغداد کی شہرت بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئی تھی۔

اس کی آبادی ایک لاکھ تیرہ ہزار گھرانوں پر مشتمل تھی اور مساجد و محلات کی کثرت سے سارا شہر میناروں اور قبوں کی بستی نظر آتا تھا، علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ ۷۰ کتب خانوں کے علاوہ سیکڑوں دوکانیں کتب فروشوں کی پائی جاتی تھیں

اس کی پختہ سڑکیں دو رویہ مکانوں کی روشنی سے جگمگاتی رہتی تھیں[۱] اور اس وقت جبکہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں غسل کرنا ناشایستہ فعل سمجھا جاتا تھا قرطبہ کا ہر ہر فرد نفیس حماموں میں نہانے کا عادی تھا۔

اس وقت اسپین یوروپ کا سب سے زیادہ آباد اور دولتمند ملک تھا۔ ملک کی آمدنی کا بڑا ذریعہ محصول تجارت تھا جو درآمد برآمد پر لیا جاتا تھا۔ صرف قرطبہ میں تیرہ ہزار گھر کپڑا بننے والوں اور چمڑہ کی دباغت کرنے والوں کے تھے۔ دباغت اور چمڑہ پر ٹھپہ کا فن اسپین سے مراکش پہونچا اور پھر فرانس و انگلستان۔

ریشم کے کیڑے پال کر اُن سے ریشم حاصل کرنا اور ریشمی کپڑے طیار کرنا، اسی طرح بھیڑوں کی پرورش کر کے اُن کے اُون سے اونی کپڑے بننا نہ صرف قرطبہ بلکہ اندلس کے اکثر شہروں میں رائج تھا۔ الامیرہ، شیشہ اور پیتل کے برتنوں کے لئے مشہور تھا، ولنشیا میں گلی ظروف نہایت عمدہ طیار ہوتے تھے۔ بعض مقامات میں سونے چاندی کی متعدد کانیں پائی جاتی تھیں۔ خود قرطبہ میں لوہا اور سیسہ بکثرت پیدا ہوتا تھا اور طلیطلہ کی تلواریں مشہور تھیں۔ لوہے اور دھات کی اشیاء پر سونے، چاندی کی نقاشی بھی بہت ترقی پر تھی

زراعت کاشت کے لئے انھوں نے متعدد نہریں کھودیں۔ انگور، شفتالو، انار، نارنگی، چاول، روئی، نیشکر، زعفران، زیتون اور گیہوں کی کاشت عام طور پر ہوتی تھی۔ پھلوں کے باغوں کے علاوہ آرایشی و تفریحی باغات بھی بکثرت پائے جاتے تھے، جن میں "جنتہ العریف" (مشہور باغ) کے آثار الحمراء کے جوار میں اب بھی پائے جاتے ہیں، یہ باغ اپنی نہروں، آبشاروں اور فواروں کی وجہ سے مشہور تھا۔

اشبیلیہ بہت بڑی تجارتی منڈی تھی جہاں سے روئی، زیتون اور ہر قسم کا تیل کشتیوں کے ذریعہ باہر بھیجا جاتا تھا۔ ملاغا اور جاین زعفران، انجیر، سنگ مرمر اور شکر کی برآمد کا مرکز تھے۔ یہاں کی مصنوعات وپیداوار قسطنطنیہ، دمشق، بغداد، مکہ، ہندوستان اور وسط ایشیا تک بھیجی جاتی تھیں۔ بحری تجارت میں عربوں کی ترقی و مہارت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یورپ نے اپنی متعدد بحری اصطلاحات انھیں سے لیں۔

ڈاک کا بھی باقاعدہ انتظام تھا اور مسکوک زر کا بھی۔ دینار، درہم اور فلس خاص سکے تھے جو شمالی یوروپ کی عیسائی سلطنتوں میں بھی ۴۰۰ سال تک جاری رہے۔ تعلیم کی طرف بھی قرطبہ کی اموی حکومت نے بڑی توجہ کی۔ خود الحکم بڑا فاضل شخص تھا یہ طلبہ کو وظایف دیکر تحصیل علوم وفنون کی طرف مایل کرتا تھا اس نے ۲۷ مدارس قایم کئے جہاں طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ اس نے ایک یونیورسٹی جامعہ قرطبہ کے نام سے قائم کی، جہاں یوروپ، افریقہ، ایشیا کے عیسائی اور مسلمان طلبہ بکثرت تعلیم پاتے تھے۔ یہ یونیورسٹی اس نے عبدالرحمان ثالث کی تعمیر کی ہوئی مسجد میں قایم کی تھی لیکن بعد کو اس نے ڈھائی لاکھ دینار سے زیادہ صرف کر کے اس کو وسیع کیا، پانی کے لئے سیسے کے پائپ لگائے اور ٹائل کا فرش بنوایا۔ اس کے علاوہ دور دور سے اس نے ماہرین علوم وفنون طلب کئے اور بڑے بڑے مشاہروں پر ان کو یہاں کا پروفیسر مقرر کیا چنانچہ مشہور مورخ ابن قتیبہ اور بغداد کے مشہور ماہر ادبیات ابوالعلی القالی (جن کی تصنیف امالی ابتک عربی ادبیات کے درس میں شامل ہے) اسی جامعۂ قرطبہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ الحکم نے یہاں ایک بہت بڑی لائبریری قایم کی جس میں ۴ لاکھ کتابیں محفوظ تھیں۔ اسکی فہرست ۴۴ جلدوں میں تمام ہوئی۔ اس نے اسکندریہ، دمشق و بغداد وغیرہ میں اپنے نمایندے مقرر کر دئے تھے جو کتابیں خرید کر کر یہاں بھیجتے رہتے تھے۔ اس نے کتاب الاغانی کا سب سے پہلا نسخہ حاصل کرنے کے لئے اسکے مصنف اصفہانی کو ایک ہزار دینار پیشگی بھیجدئے۔ ایک ڈچ سیاح "DOZY" نے لکھا ہے کہ اسوقت اندلسیہ میں قریب قریب ہر شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔

---

[۱] لندن میں اسکے ۷۰۰ سال بعد سڑکوں پر سرکاری روشنی کا رواج شروع ہوا، پیرس میں اسکے صدیوں بعد تک راستوں کی یہ حالت رہی کہ بارش کے موسم میں گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ کا اندیشہ لگا رہتا تھا

فاطمئین مصر

(۲۹۷ھ / ۵۶۷ء سے ۹۰۹ھ / ۱۱۷۱ء تک)

مصر کی فاطمی حکومت کا دورِ زریں المعز (۳۴۱ھ / ۹۵۲ء) کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور العزیز کے عہد کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے (۳۸۶ھ / ۹۹۶ء) لیکن المستنصر کے عہد میں بھی (۴۲۷ھ - ۴۸۷ھ) یہاں کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ حسب بیان ناصر خسرو محلات شاہی کی آبادی ۳۰ ہزار سے کم نہ تھی جس میں بارہ ہزار صرف نوکروں کی تعداد تھی اور ایک ہزار پیادہ و سوار باڈی گارڈ کی۔ پایۂ تخت میں ۲۰ ہزار مکانات خلیفہ کی ملکیت تھے جن میں سے ہر ایک پانچ چھ منزلیں رکھتا تھا۔

فاطمئین کے عہد میں ابن کلّس علوم و فنون کا بڑا مشہور قدر دان تھا۔ اس نے ایک اکاڈمی قایم کی تھی جس پر وہ ایک ہزار دینار ماہوار صرف کرتا تھا۔ یہی زمانہ مشہور ماہر طب محمد التمیمی کا تھا۔ اس سے قبل اخشیدیوں کے عہد میں الکندی اور قضاعی دو مشہور مورخ یہاں پائے جاتے تھے

فاطمی عہد میں کوئی خاص علمی ترقی نہیں ہوئی، لیکن شعر و شاعری کا چرچا ضرور بڑھ گیا۔ کیونکہ المعز خود بھی شاعر تھا۔ علمی حیثیت سے اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے مسجد ازہر کو اکاڈمی (دارالفنون) میں تبدیل کر دیا۔

اس خاندان کے ایک اور فرمانروا، الحاکم نے شیعی مسلک و عقاید کی تبلیغ کے لئے ایک ادارہ دارالحکمت کے نام سے قایم کیا اور اسی کے ساتھ کتابوں کی حفاظت اور مسودات کی نقل وغیرہ کے لئے ۲۷۰ دینار ماہوار مقرر کر دئے۔ اس نے کتب خانہ کے علاوہ ایک مدرسہ بھی قایم کیا جہاں علوم دینیہ کے علاوہ طب و ہیئت کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔

الحاکم کو خود بھی ہیئت سے کافی دلچسپی تھی اور المقطم میں جو رصدگاہ اس نے بنوائی تھی وہاں روز صبح کو جایا کرتا تھا۔

اسی کے دربار سے علی بن یونس وابستہ تھا جو مصر کا سب سے بڑا ہیئت داں سمجھا جاتا ہے۔ فلسفہ و طبیعیات، ریاضی، ہیئت و طب کا مشہور ماہر ابن ہیثم بھی اسی دربار سے متعلق تھا۔ اس نے مختلف علوم و فنون پر ایک سو کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کتاب "المناظرہ" بصریات (OPTICS) پر بھی تھی۔

اسی زمانہ میں عمار الموصلی نے امراض چشم کے علاج پر ایک کتاب "منتخب فی علاج العین" تصنیف کی۔ اس نے موتیا بند کے علاج کا نیا طریقہ ایجاد کیا جس میں ایک نلکی کے ذریعہ سے آنکھ میں اُتر آنے والے پانی کو جذب کر لیا جاتا تھا

العزیز نے یہاں ایک لائبریری بھی قایم کی تھی جس میں کتابوں اور بیش بہا نادر مخطوطات کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی۔

فاطمی فرمانرواؤں کو تعمیر کا بھی خاص شوق تھا۔ ان کے عہد میں اچھی اچھی عمارتیں طیار ہوئیں جن میں جامع ازہر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ تزئینی آرٹ میں فرنیچر و ظروف کی نقاشی، حریربافی اور جلد سازی وغیرہ کی طرف بھی اس عہد میں کافی توجہ کی گئی۔

ایّوبی خاندان

(۵۶۴ھ / ۱۱۶۹ء سے ۶۴۸ھ / ۱۲۵۰ء تک)

ہر چند دمشق کا ایوبی عہد باہمی خانہ جنگی اور صلیبی لڑائیوں کی وجہ سے اضطراب و غیر دلجمعی کا عہد تھا، پھر بھی علوم و فنون، صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف کافی توجہ کی گئی۔

دمشق کی شاہی عمارتیں، اس کی فصیل و بروج وغیرہ کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں تعمیر کا کتنا اچھا ذوق پایا جاتا تھا۔ علوم و فنون کے سلسلہ میں نور الدین ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلا مدرسہ تعلیم حدیث کا اور ایک شفاخانہ (المارستان النوری) اسی نے قایم کیا۔

صلاح الدین کے عہد میں تعلیمی سرگرمی زیادہ پیدا ہو گئی۔ اس نے فاطمیین کے شیعی اثرات دور کرنے کے لئے دمشق میں متعدد مدارس قایم کئے۔ ابن جبیر نے لکھا ہے کہ ۵۸۰ھ/۱۱۸۴ء میں وہاں ۲۰ مدرسے، دو شفاخانے اور متعدد خانقاہیں پائی جاتی تھیں۔ صلاح الدین نے یروشلم، قاہرہ، اسکندریہ اور حجاز میں بھی متعدد مدارس اور شفاخانے قایم کئے۔ اس عہد میں علوم و فنون کی کتابیں بھی عربی میں ترجمہ کی گئیں اور زراعت، فلاحت کی طرف خصوصیت کے ساتھ بہت توجہ کی گئی۔

سلاطینِ مملوک

(۶۴۸ھ / ۱۲۵۰ء سے ۷۹۲ھ / ۱۳۹۰ء تک)

نصف تیرہویں صدی عیسوی کے بعد باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے حکومتِ اسلام میں کافی زوال آگیا تھا اور افریقہ میں صرف مملوک حکومت باقی رہ گئی تھی لیکن اس زمانہ میں مملوکوں نے علوم و فنون کی دو شاخوں میں اپنی روایات سیادت کو مٹنے نہ دیا ان میں ایک ریاضی و ہیئت تھی اور دوسری طب۔

ریاضی اور ہیئت میں تو زیادہ تر نصیر الدین طوسی کی پیروی کی گئی جو ایلک خانی رصدگاہ اور مراغہ لائبریری کا مہتمم رہ چکا تھا لیکن طب میں انھوں نے جس قدر دلچسپی لی اس کا اندازہ اس اسپتال سے ہوسکتا ہے جو اس خاندان کے آٹھویں فرمانروا قلاؤن نے قایم کیا تھا اور جس کا مہتمم "ابوالحسن علی ابن النفیس" (مصنف تشریح القانون) تھا۔

طب

قلاؤن کے بیٹے الناصر کے زمانہ میں فن بیطاری (گھوڑوں کے علاج) پر خاص توجہ کی گئی اور عبدالمومن دمیاطی نے گھوڑوں کی روایات پر ایک مبسوط کتاب "فضل الخیل" تصنیف کی۔ "روحانی و نفسیاتی علاج" کی جانب بھی اس زمانہ میں توجہ کی گئی جس کا موجد صلاح ہبۃ اللہ ابن جامع تھا۔ اس فن پر اس نے ایک کتاب "الارشاد لمصالح الانفاس والاجساد" تصنیف کی۔

امراض چشم کی طرف پہلے ہی عربوں کو توجہ ہو گئی تھی لیکن بارھویں تیرھویں صدی عیسوی میں شام و مصر کے اندر اس فن نے بڑی ترقی کی۔ ابوالفضائل ابن الناقد نے امراض چشم پر ایک بڑی اچھی کتاب مجربات کے نام سے تصنیف کی۔ اسی زمانہ میں ابن ابی المحاسن حلبی نے "الکافی فی الکحل" (فن سرمہ سازی پر) لکھی اور صلاح الدین بن یوسف نے "نور العیون و جامع الفنون" تصنیف کی۔ یہ موتیابند کا آپریشن بھی کرتا تھا۔

اسی عہد میں ابن ابی اصیبعہ نے اطباء کا ایک بڑا مبسوط تذکرہ "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" کے نام سے مرتب کیا جس میں عرب و یونان کے ۴۰۰ طبیبوں کا حال درج تھا، چونکہ اس زمانہ میں فلسفہ، ہیئت، طب و ریاضی سب کی تعلیم ساتھ ہی ساتھ ہوتی تھی اس لئے یہ تذکرہ دراصل عربوں کی تمام علمی جد و جہد کی تاریخ ہے۔ اسی قبیل کی ایک اور کتاب "اخبار العلماء باخبار الحکماء" کے نام سے القفطی نے تصنیف کی۔

تاریخ و تذکرہ

اس عہد کا نہایت مشہور تذکرہ نویس ابن خلکان تھا جس نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں ۸۶۵ اکابر علم و ادب کے حالات جمع کئے یہ کتاب اپنی جامعیت کے لحاظ سے بہترین عربی تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔

مملوک عہد میں بڑے بڑے نامور مورخ بھی پیدا ہوئے جن میں ابوالفدا، ابن تغری بردی، سیوطی، مقریزی نے خاص شہرت حاصل کی۔ ابوالفدا نے ایک کتاب مختصر تاریخ البشر کے نام سے لکھی جس میں ابن اثیر کے خلاصہ کے ساتھ اپنے عہد تک کے واقعات بھی درج کئے۔ بردی نے سلاطین مصر و قاہرہ کے حالات میں ایک کتاب "النجوم الظاہرہ فی ملوک المصر والقاہرہ" کے نام سے تصنیف کی۔ جلال الدین سیوطی کو مختلف علوم و فنون سے دلچسپی تھی اس لئے اس کی تصانیف بھی مختلف مباحث سے تعلق رکھتی تھیں۔ مثلاً:- "الاتقان فی علوم القرآن" ــــ "المزہر فی علوم اللغۃ" ــــ "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ"۔

مقریزی کو تاریخ، جغرافیہ اور آثار قدیمہ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی مشہور کتاب "المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار" میں

ان تمام فنون کو سمیٹ لیا۔

مملوک عہد میں دو بڑے مشہور قاموس نگار (ENCYCLOPEDIST) بھی پیدا ہوئے۔ ایک احمد النویری مصنف "نہایۃ الارب فی فنون الادب" اور دوسرا احمد القلقشندی (مصنف "صبح الاعشا")

حدیث و دینیات دینیات میں ایک بڑی مشہور ہستی "ابن تیمیہ" کی تھی جو وہابیوں کا مورث اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، اس عہد کے محدثین میں ابن حجر عسقلانی نے خاص شہرت حاصل کی اور ادیبوں میں شرف الدین محمد البصیری نے جن کا قصیدۂ بُردہ دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل ہوا اور جو اوراد و وظایف میں شمار ہوتا ہے۔

ادبیات ادبیات میں سیرۃ عنتر اور سیرۃ بیبرس کی داستانیں جو تمام عرب ممالک کے قہوہ خانوں اور مجالس لطف و تفریح کی جان ہیں، ان کی موجودہ ترتیب اسی عہد میں ہوئی۔ اس کے علاوہ الف لیلہ کی داستانیں بھی اسی زمانہ میں مکمل ہوئیں۔

فن تعمیر اس فن نے عہد مملوک میں غیر معمولی ترقی کی۔ چنانچہ اس زمانہ کے مساجد، مقابر و مدارس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مملوک سلاطین کا ذوق تعمیر بہت بلند تھا۔ گنبدوں اور میناروں کی ساخت، دروازوں، کھڑکیوں کی تعمیر اور پچی کاری وغیرہ میں انھوں نے عجیب و غریب ندرت سے کام لیا۔

کتابوں کو مُطلّا کرنا، خوبصورت جلد سازی اور خطاطی بھی اس وقت کے خاص فنون تھے۔

عام تہذیب و معاشرت معاشرت کی نفاست و پاکیزگی بھی اس عہد کی خصوصیت خاصہ تھی اور دعوتوں میں رقص و سرود کا عام دستور تھا

ایران و ماوراء النہر کی مُسلم حکومتیں

طاہری (۲۰۵ھ / ۸۲۰ء سے ۲۵۹ھ / ۸۷۲ء تک) جب حکومت بنو عباس پر زوال آیا تو جس طرح شمالی افریقہ اور مصر و شام میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، اسی طرح ایران و ماوراء النہر میں متعدد خودمختار حکومتیں ترکوں اور ایرانیوں نے قایم کرلیں، ان میں سب سے پہلے طاہری خاندان اُبھرا جس کا بانی مامون الرشید کا معتمد علیہ جنرل، طاہر ابن الحسین خراسانی تھا۔ اس خاندان کی حکومت صرف ۵۴ سال رہی اور اس نے کوئی کارنامہ علمی خدمت کا نہیں چھوڑا۔

صفاری (۲۵۴ھ / ۸۶۸ء سے ۲۹۰ھ / ۹۰۲ء تک) طاہری خاندان کے بعد صفاری حکومت قایم ہوئی اور تقریباً فارس و حدود ہند تک پہونچ گئی لیکن ۴۴ سال سے زیادہ نہ رہ سکی۔ اس عہد میں بھی ہم کو کسی علمی تحریک کا پتہ نہیں چلتا۔

سامانی (۲۶۱ھ / ۸۷۴ء سے ۳۸۹ھ / ۹۹۹ء تک) صفاریوں کے بعد ایران و ماوراء النہر میں سامانیوں کی حکومت قایم ہوئی۔ ان کا پایۂ تخت بخارا تھا اس عہد میں البتہ علوم و فنون کی طرف کافی توجہ کی گئی اور سمرقند نے بغداد کے عہد زریں کی یاد کو تازہ کر دیا۔ سامانی فرمانرواؤں نے عرب و ایران کے اکابر علم و فضل کی بہت قدر دانی کی جس کا ثبوت یہ ہے کہ امام رازی نے اپنی مشہور طبی تصنیف المنصوری اسی خاندان کے ایک فرمانروا ابو صالح منصور ابن اسحاق سے منسوب کی تھی۔ نوح ثانی اس خاندان کا بڑا مشہور فرمانروا تھا، اس نے ابن سینا کو بخارا آنے کی دعوت دی اور شاہی کتب خانے سے مستفید ہونے کا پورا موقع دیا۔ ایرانی لٹریچر کی ترقی کی تاریخ بھی اسی عہد سے شروع ہوتی ہے، اس سے قبل اہلِ ایران بھی عربی میں تصانیف کرتے تھے، لیکن اس عہد سے فارسی زبان میں بھی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ مشہور شاعر رودکی، نوح سامانی ہی کے دربار کا شاعر تھا اور فردوسی کی شاعری بھی اسی وقت سے شروع ہوتی ہے۔

اسی عہد میں منصور اول کے وزیر بلعمی نے تاریخ طبری کا خلاصہ کیا جو فارسی نثر کی نہایت قدیم کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

غزنوی (۳۵۱ھ / ۹۶۲ء سے ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء تک) سامانیوں کے بعد غزنوی حکومت شروع ہوئی یہ ایک وسیع سلطنت کی حیثیت رکھتی تھی جس پر ۱۲ فرمانرواؤں نے ۲۲۰ سال حکومت کی۔

اس کی ترقی کا زمانہ محمود سے شروع ہوتا ہے جس کے عہد میں پایۂ تخت غزنی، شعر و ادب اور علوم و فنون کا مرکز تھا۔ تاریخ گزیدہ کا بیان ہے کہ محمود سالانہ چار لاکھ دینار شعراء و علماء پر صرف کرتا تھا۔ اس نے متعدد مدرسے بھی جاری کئے اور غزنی کی مشہور مسجد کے جوار میں (جو سنگ مرمر و سنگ خام کی بڑی حسین تعمیر تھی اور اپنی آرائش کی وجہ سے "عروسِ فلک" کہلاتی تھی) ایک یونیورسٹی بھی قایم کی، ایک عجائب خانہ بھی تعمیر کیا اور ایک کتب خانہ بھی، جو مختلف زبانوں کی بہترین کتابوں پر مشتمل تھا۔ اس نے اس یونیورسٹی کے مصارف اور طلبہ و اساتذہ کے وظایف و مشاہرہ کے لئے کئی گاؤں وقف کر دئے۔ ان مشاہیر میں سے جو اس وقت غزنی میں چاروں طرف سے آکر جمع ہوگئے تھے، ایک شخص عتبی تھا جس نے سب سے پہلے اولاد سبکتگین کے حالات میں تاریخ یمینی لکھی۔ غضائری رازی، اسدی طوسی، منوچہر بلخی، فردوسی اسی دربار کے مشہور شاعر تھے۔ محمود، شعرا کا جتنا قدر دان تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے قلعۂ کالنجر کا محاصرہ صرف اس لئے ترک کر دیا کہ وہاں کے راجہ نے ہندی کے چند اشعار اس کی تعریف میں لکھ کر پیش کر دئے تھے۔

محمود کا قاعدہ تھا کہ جب کسی حصۂ زمین کو فتح کرکے غزنی لوٹتا تھا تو وہاں کے اکابر علم و فضل کو بھی ساتھ لے جاتا تھا۔ اسی طرح ماوراء النہر، ایران و خراسان کے اکثر مشاہیر غزنی میں جمع ہوگئے تھے اور محمود بڑی دریادلی سے ان کے ساتھ پیش آتا تھا۔

محمود کے بعد اس کے بیٹے مسعود کا زمانہ آیا جو اپنے باپ سے کم اہل کمال کا قدر شناس نہ تھا۔ اس کا دربار بھی اکابر علم و فضل کا مرکز تھا، جن میں ابوریحان بیرونی جو اپنے عہد کا بہت بڑا فیلسوف اور ماہر ہیئت و ریاضی تھا اور محمود ہی کے عہد میں شاہی ملازم ہوگیا تھا، خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ اس نے جب ریاضی کی مشہور کتاب قانون مسعودی لکھ کر پیش کی تو مسعود نے اس کے صلہ میں اس نے ہاتھی کے برابر وزن کرکے چاندی کے توڑے انعام میں دئے۔ اسی عہد کا مشہور عالم ابو محمد نامی تھا جس نے فقہ حنفی پر ایک کتاب مسعودی کے نام تصنیف کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔

بیرونی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں عربی فارسی زبانیں بڑی ترقی پر تھیں، یونان و ہندوستان کا نایاب علمی ذخیرہ جو سائنس، ہیئت، فلسفہ، طب، ہندسہ وغیرہ پر مشتمل تھا، فارسی، عربی میں منتقل ہو رہا تھا۔

غزنوی خاندان کا ساتواں فرمانروا عبدالرشید خود بڑا فاضل شخص تھا اور تاریخ کی طرف اسے خاص توجہ تھی۔ سلطان ابراہیم بڑا اچھا خطاط تھا اور ازرقی (الفیہ و شافیہ کا مصنف) اسی کے دربار سے وابستہ تھا

بہرام شاہ بھی علم و فضل کا بڑا قدردان تھا۔ شیخ نظامی اور سید حسن غزنوی، اسی دربار سے وابستہ تھے۔ اس نے دوسری زبانوں کی متعدد کتابیں فارسی میں ترجمہ کرائیں جن میں ایک کلیلہ و دمنہ بھی تھی۔

آل بویہ (۳۲۰ھ سے ۴۴۷ھ / ۹۳۲ء سے [illegible]ء تک) یہ ایران کا شیعی خاندان تھا جس کے ۱۷ افراد نے ۱۲۷ سال تک حکومت کی، عضد الدولہ اس خاندان کا نہایت مشہور فرمانروا تھا جس نے فرمانروایان اسلام میں سب سے پہلے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس کے عہد میں حکومت آل بویہ انتہائی عروج پر تھی۔ پایہ تخت شیراز تھا لیکن اس نے بغداد کی ترقی میں بھی کافی حصہ لیا، نہریں بنوائیں، مسجدیں اور شفاخانے تعمیر کرائے۔ مسکویہ اسی کے عہد کا مشہور مورخ تھا۔ بغداد میں اس نے ایک بہت بڑا شفاخانہ "بیمارستان العضدی" کے نام سے ایک لاکھ دینار کے صرف سے تعمیر کرایا جہاں ۲۴ اطبا ہر وقت موجود رہتے تھے۔ عرب کا مشہور شاعر متنبی اور علی الفارس نحوی (مصنف کتاب الافیاح) اسی کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔

عضد الدولہ کے بعد اس کے بیٹے شرف الدولہ نے بھی اپنے باپ کی روایات کو قائم رکھا اور ایک رصدگاہ قائم کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاء الدولہ تخت نشین ہوا تو اس کے وزیر سابور بن اردشیر نے بغداد میں ایک اکاڈمی قائم کی اور اس کے کتب خانہ کے لئے دس ہزار کتابیں فراہم کی گئیں۔ اخوان الصفا اسی زمانہ میں پائے جاتے تھے، جن کا شمار شیعی متکلمین میں ہوتا ہے۔

سلاجقہ (۴۲۹ھ سے ۵۵۲ھ / [illegible]ء سے [illegible]ء تک) آل بویہ کے بعد سلجوقیوں کی حکومت شروع ہوئی جو افغانستان کے مغربی حدود سے بحر روم تک وسیع تھی ملک شاہ اس خاندان کا نہایت مشہور فرمانروا تھا، اس نے مسجدیں، سڑکیں، نہریں، کاروانسرائے بکثرت تعمیر کرائیں، بغداد میں رفاہ عام اور حفظان صحت کے سلسلہ میں اس نے بہت کچھ کیا، اس کا وزیر نظام الملک طوسی، تاریخ سلاجقہ میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتا ہے، اس نے ایک بڑی رصدگاہ قائم کی اور تقویم جلالی کو رائج کیا۔ اس کی تصنیف "سیاست نامہ" نے بڑی شہرت حاصل کی۔ عمر خیام، ہندسہ، ریاضی و ہیئت کا مشہور ماہر اسی زمانہ میں پایا جاتا تھا اور ناصر خسرو مشہور سیاح بھی اسی زمانہ میں ابھرا۔

نظام الملک کا سب سے بڑا کارنامہ "مدرسۂ نظامیہ" کا قیام تھا جہاں غزالی بھی طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔

خوارزم شاہی (۴۷۰ھ سے ۶۲۸ھ / [illegible]ء سے ۱۲۳۱ء تک) سلاجقہ کے بعد خوارزم شاہیوں کی حکومت شروع ہوئی جو ۱۵۸ سال تک قائم رہنے کے بعد چنگیز خاں کے ہاتھوں ختم ہوگئی، لیکن اس عہد میں علم و فن کی خدمت کے نشانات ہم کو نہیں ملتے۔

ہندوستان کے حکمراں خاندان

(۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء سے ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۷ء تک)

ہندوستان میں بیرونی حکومت کی بنیاد شہاب الدین محمد غوری کے وقت سے پڑی، لیکن اس نے زیادہ عام صورت قطب الدین ایبک کے وقت میں اختیار کی جو علوم و فنون کا بڑا قدر دان تھا۔ قطب الدین ایبک کے بعد جب شمس الدین التمش کا زمانہ آیا تو اس کا دربار بھی علماء و فضلاء کا مرکز بنا رہا۔ قاضی حمید الدین ناگوری، ملا عماد الدین اور ملا جمال الدین اسی عہد میں پائے جاتے تھے۔ اس نے ایک بڑی درسگاہ بھی تعمیر کرائی تھی جہاں دور دور سے طلبہ آتے تھے۔ اس کے بعد غیاث الدین بلبن کا زمانہ بھی علم و فن کے لئے سازگار رہا

خلجیوں کے زمانہ میں امیر خسرو کے علاوہ کوئی اور کامل فن پیدا نہیں ہوا۔ عہد تغلق میں فیروز شاہ البتہ بڑا علم دوست بادشاہ تھا۔ اس نے مدرسے اور شفاخانے تعمیر کرائے، سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ اور ایک عجائب خانہ بھی قایم کیا۔

اس کے بعد سید خاندان کا اقتدار کچھ دنوں رہا اور پھر لودیوں کی حکومت شروع ہوگئی، جن میں سکندر لودی کا زمانہ علمی ذوق کے لحاظ سے غنیمت تھا۔ اس نے سنسکرت کی ایک آیورویدک کتاب کا ترجمہ فارسی میں کرایا جس کا نام طب سکندری ہے۔

لودیوں کے بعد مغل حکومت قایم ہوئی۔ اس خاندان میں اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگ زیب چار بڑے مشہور فرمانروا ہوئے اور شعراء کی انھوں نے بڑی قدر کی، فضل و کمال کے لحاظ سے صرف چند نام ہمارے سامنے آتے ہیں جن میں ابوالفضل، فیضی اور خان آرزو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ شعراء کی فہرست البتہ بہت طویل ہے۔

ہندوستان میں علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے مسلم حکومتوں کا کوئی خاص کارنامہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اس عہد کے علماء زیادہ تر مذہبی قسم کے تھے اور جو لٹریچر اسلاف چھوڑ گئے تھے انھیں کے مطالعہ کو کافی سمجھتے تھے، تصنیف و تالیف بھی ان کے زیادہ تر انھیں قدیم کتابوں کی شرح و حواشی تک محدود رہی۔ مسجدیں اور عمارتیں البتہ انھوں نے اچھی اچھی تعمیر کرائیں اور فنون لطیفہ میں شعر و نغمہ کی بھی کافی قدر کی۔ ہاں تاریخ کی کتابیں البتہ بہت لکھی گئیں۔

(دوسرا حصہ)

علومِ اسلامی پر ایک نظر

قرآن قرآن سے متعلق جو مباحث ہمارے سامنے آتے ہیں وہ صرف دو ہیں ایک یہ کہ قرآن کی لسانی حیثیت کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس کی جمع و ترتیب کیونکر ہوئی، اس لئے "علم القرآن" بذاتِ خود کوئی مستقل علم نہیں ہے بلکہ وہ منحصر ہے ادبیات کے جاننے پر اور ان احادیث کے علم پر جن سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ کون سی آیت کس وقت، کن حالات کے تحت نازل ہوئی اور ان منتشر آیات کو کب اور کیونکر جمع کیا گیا۔ ایک تیسری چیز اور بھی ہے جسے "قرأت و تجوید" کہتے ہیں، لیکن اس کا تعلق بھی دراصل ادبیات ہی سے ہے

قرآن، علوم و فنون کی کتاب نہیں، بلکہ صرف تعلیم اخلاق کی ہے، رہ گئے قصص قرآنی اور مابعد الطبیعیاتی بیانات یا معجزات سو ان کا منشاء بھی محض درستی اخلاق ہے، جس پر اگر فنی حیثیت سے گفتگو کی جا سکتی ہے تو اس کا تعلق "علم الکلام" سے ہے نہ کہ نفس علم القرآن سے

علوم دینیہ میں علم قرآن یقیناً اساسی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس کا تعلق بھی زیادہ تر عمل سے ہے نہ کہ اس بحث سے کہ قرآن کتنا فصیح و بلیغ ہے اور اسے الہام خداوندی سمجھنے پر ہم مجبور ہیں یا نہیں تاہم اگر ان باتوں کو "علم قرآن" ہی سے متعلق سمجھا جائے تو اس کا تعلق "مذہب" سے ہوگا نہ کہ علوم و فنون سے

تفسیر تفسیر کے معنی توضیح یا سمجھانے کے ہیں اور یہ لفظ صرف قرآن کی توضیح و تشریح کے لئے مخصوص نہ تھا، حکمت و کتابوں کی شرح کے لئے بھی لفظ تفسیر کا استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ارسطو کی کتابوں پر جو حاشیے لکھے گئے ہیں انھیں بھی تصنیف ہی کہتے تھے اور مینس الرومی کی مشہور تصنیف المجسطی کی شرح بھی تفسیر ہی کہلاتی تھی ان کے علاوہ ابوالوفا بوزجانی (مشہور ہیئت داں) نے "DIOPHANTES" اور الخوارزمی کی تصنیف الجبرا کی جو شرحیں لکھی ہیں وہ بھی تفسیر ہی کہلاتی تھیں لیکن مذہبی اصطلاح میں لفظ تفسیر صرف قرآن کی توضیح و تشریح کے لئے مخصوص ہے

علم تفسیر کا تعلق ادبیات و روایات سے ہے۔ یعنی ایک تو لسانی و نحوی حیثیت سے قرآنی آیات کا مفہوم سمجھانا اور دوسرے روایات و احادیث کی مدد سے یہ بتانا کہ فلاں آیت کب، کن حالات میں نازل ہوئی اور اس کا حقیقی مفہوم و مقصود کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں قرآنی قصص و حکایات (جنھیں اسرائیلیات کہتے ہیں) آیات متشابہات، ناسخ و منسوخ، اخلاقیات، معجزات اور اور احکام تشریعی سے تعلق رکھنے والی جو آیات کلام مجید میں پائی جاتی ہیں ان سے بھی مفسرین بحث کرتے ہیں، لیکن اس تمام بحث و تمحیص کا تعلق زیادہ تر روایات ہی سے ہوتا ہے اور عقلی حیثیت سے ان مسایل پر کوئی گفتگو نہیں کی جاتی، اور اگر کسی مفسر نے اس کی کوشش بھی کی ہے تو وہ تفسیر سے ہٹ کر زیادہ تر "علم کلام" کی چیز ہو گئی ہے

بعض تفسیریں ایسی ہیں جن میں صرف ضمائر کے مرجع کو ظاہر کر کے آیات کا ترجمہ دوسرے الفاظ میں کر دیا گیا ہے اور اس قبیل کی تفاسیر میں جلالین کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بعض تفاسیر میں ہر ہر جملہ، ہر ہر لفظ کو سامنے رکھ کر تشریح کی گئی ہے اور بعض میں صرف سورتوں کو سامنے رکھ کر ان کی توضیح کر دی گئی ہے

اسلامی لٹریچر میں کتب تفاسیر کا بہت بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے اور اسلامی عہد کے ہر زمانہ میں متعدد تفاسیر لکھی گئی ہیں، جن میں سے اکثر ضائع ہو گئیں اور بعض اب تک موجود ہیں

تفسیریں زیادہ تر عربی میں لکھی گئیں کیونکہ ان کے لکھنے کے لئے عربی زبان کی مہارت ضروری تھی، لیکن اس کے معنے یہ نہیں ہیں، کہ دنیا کی دوسری زبانوں میں تفسیر لکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مغربی زبانوں میں تو خیر یہ رجحان بہت بعد کو پیدا ہوا، لیکن اسلامی ممالک کی زبانوں میں یہ سلسلہ بہت پہلے شروع ہو گیا تھا اور بعد کو اس طرف اس قدر توجہ ہو گئی کہ اگر آپ تمام تفاسیر کی فہرست اپنے سامنے رکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اکثر کتب تفسیر کے مصنف عجمی النسل تھے۔

عربی زبان میں جتنی تفاسیر لکھی گئی ہیں ان میں طبری، زمخشری، رازی اور بیضاوی کی تفسیروں کو خاص اہمیت حاصل ہے

طبری بڑا مورخ بھی تھا اور بڑا مفسر بھی۔ اس کی تفسیر بڑی مبسوط و مفصل ہے اور اس کی بنیاد صرف روایات پر قایم ہے

زمخشری چونکہ فلسفی بھی تھا اس لئے اس کی تفسیر "کشاف" میں معقولاتی رنگ بھی پایا جاتا ہے یہ تفسیر طبقۂ خواص میں اتنی مقبول ہوئی کہ علامہ تفتازانی اور سید شریف جرجانی ایسے اکابر علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ رازی کی تفسیر کبیر بھی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن عام طور پر بیضاوی کی تفسیر نے بڑی شہرت حاصل کی اور جو مطالب قرآنی اس میں بیان کئے گئے ہیں انھیں جمہور استنادی چیز سمجھتا ہے۔ بعد کی تفسیروں میں بروسہ کے اسماعیل حقی کی تفسیر ترکی ممالک میں زیادہ مقبول ہوئی

علم تفسیر بڑا قدیم علم ہے اور اس کی ابتدا آغاز عہد اسلام میں ہو گئی تھی، چنانچہ استنبول کی حمیدیہ لائبریری میں تفسیر کا ایک نسخہ پایا جاتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے خود ابن عباس (وفات ۶۸ھ) نے لکھا تھا

قرون اولیٰ میں تو نہیں لیکن بعد کو ضرور اس بات پر غور کیا گیا کہ متداول تفاسیر میں جن احادیث سے استناد کیا جاتا ہے وہ کس حد تک قابل اعتماد ہیں، اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان میں اکثر ساقط الاعتبار ہیں اور اس لئے کسی تفسیر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آخری لفظ کی حیثیت رکھتی ہے، درست نہیں

علم تفسیر اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ہم کو یقینی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ کونسی آیت کب اور کیوں نازل ہوئی اور یہ ممکن نہیں، اس لئے مفسرین آیات قرآنی کی شان نزول بتانے میں اکثر و بیشتر مجروح روایات و غیر مصدقہ واقعات کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کی تفسیر ایک مجموعۂ عجائب و غرائب ہو جاتی ہے

عہد حاضر کے ایک مشہور مصری عالم شیخ طنطاوی نے عہد حاضر کے علوم حکمیہ کو سامنے رکھ کر ایک تفسیر لکھی ہے لیکن اس میں ضرورت سے زیادہ عقل سے کام لیا گیا ہے، اس لئے صحیح معنے میں تفسیر اسے بھی نہیں کہہ سکتے

اردو میں بھی بہت سی تفسیریں لکھی گئیں، لیکن ان سب کی بنیاد قدماء کی تفاسیر پر قایم ہے اور جو نقایص ان میں پائے جاتے ہیں وہی ان میں بھی موجود ہیں

حدیث

ظہور اسلام سے قبل بھی اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے اسلاف و اکابر یا اپنے عہد کے مراسم و شعائر اور واقعات تاریخی کی روایات محفوظ رکھا کرتے تھے اور ان سے ہٹنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ مبعوث ہوئے اور عربستان کی ذہنی و دماغی دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہوا، یعنی روایات قدیمہ کے محفوظ رکھنے کے بجائے رسول و صحابہ کے اقوال و افعال کی روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی اور یہی تھی اولین بنیاد فن حدیث کی

چونکہ کسی واقعہ کی صحت کا انحصار زیادہ تر اس پر ہے کہ اس کے بیان کرنے والے نے خود اسے دیکھا ہو یا وہ اس سے قریب تر زمانہ میں پایا جاتا ہو، اس لئے سب سے زیادہ معتبر راوی صحابہ مانے گئے، جو رسول اللہ کے ساتھ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اور سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے اس کے بعد تابعین کا درجہ قرار پایا جنھوں نے صحابہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ اور پھر تبع تابعین کا جو تابعین کے دیکھنے والے تھے وعلیٰ ہذا ——— اس لئے حدیث کے دو حصے ہو گئے ایک وہ جسے اسناد کہتے ہیں اور دوسرا متن یعنی ایک حصہ وہ جس میں یہ بتایا جائے کہ کن کن راویوں کے ذریعہ سے روایت بیان کی گئی ہے اور دوسرا حصہ خود واقعہ یا روایت کا۔ یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ جب کوئی شخص کسی واقعہ کی روایت کرتا تھا تو اسے یہ بھی ثابت کرنا پڑتا تھا کہ واقعی رسول اللہ نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا تھا کہ وہ معتبر راویوں کا سلسلہ بیان کر دے

اس امر کی تحقیق کے لئے کہ جن راویوں کے سلسلہ سے حدیث بیان کی جاتی ہے وہ معتبر ہے یا نہیں اور یہ کہ اخلاقی و ذہنی حیثیت سے ان کا کیا مرتبہ ہے ایک علحدہ فن کی بنیاد پڑی جسے فن رجال کہتے ہیں[1] اور اس کا اصطلاحی نام "الجرح والتعدیل" قرار پایا

---

[1] اس فن کی مشہور کتابیں طبقات ابن سعد، طبقات الحفاظ، اصابہ، اسد الغابہ اور کتاب الضعفاء ہیں

ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں بعض روایتیں زیادہ معتبر مانی گئی ہوں گی اور بعض کم، اس لئے راویوں کی حیثیت، الفاظ روایت کے اختلاف اور سلسلۂ روایت کے لحاظ سے حدیث کی بہت سی تقسیمیں ہوگئیں :-

(۱) اگر راویوں کا پورا سلسلہ نہایت معتبر ہے اور حدیث میں کوئی بات عقیدۂ مروجہ کے خلاف نہیں ہے تو ایسی حدیث کو "صحیح" کہتے ہیں۔

(۲) اگر راویوں کے سلسلہ میں کوئی راوی کم درجہ کا ہے یا اسناد کمل نہیں ہے تو ایسی حدیث کا نام "حسن" قرار پاتا ہے۔

(۳) اگر راوی مشتبہ ہے یا نفس روایت میں کوئی بات شبہ کی ہے تو ایسی حدیث کا نام "ضعیف" رکھا جاتا ہے

(۴) اگر راوی نے قول رسول کے الفاظ کے بجائے کہیں کہیں خود اپنے الفاظ استعمال کئے ہیں تو ایسی حدیث کو "مدرج" کہتے ہیں

(۵) اگر راوی صرف ایک ہے اور اس کی روایت ضعیف سمجھی جاتی ہے تو ایسی حدیث کو "متروک" کہتے ہیں

(۶) اور اگر کوئی روایت بہ لحاظ روایت و مفہوم بالکل غلط مانی جاتی ہے تو اس کا اصطلاحی نام "موضوع" ہے۔

پھر چونکہ احادیث میں صرف رسول ہی کے اقوال و افعال سے بحث نہیں ہوتی بلکہ صحابہ و تابعین کے حالات و اقوال کی روایت کو بھی حدیث کہتے ہیں اس لئے ایک تقسیم اور ہوئی یعنی

(۱) اگر کسی حدیث میں رسول اللہ کا ذکر ہے تو اسے "مرفوع" کہیں گے

(۲) اگر صحابہ کے اقوال و افعال کا ذکر ہے تو اس کا نام "موقوف" ہوگا

(۳) اگر تابعین کے اقوال و افعال بیان کئے گئے ہیں تو اسے "مقطوع" کہیں گے

اسناد کے لحاظ سے ایک اور تقسیم احادیث کی کی جاتی ہے :-

(۱) اگر روایت کا نہایت معتبر و غیر منقطع سلسلہ کسی صحابی تک پہونچتا ہے تو اسے "مسند" کہتے ہیں

(۲) اگر راویوں کا سلسلہ اس طرح کا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے قسم و حلف کے ساتھ ہاتھ پہ ہاتھ مار کر روایت بیان کی ہے تو ایسی حدیث کو "مسلسل" کہتے ہیں (مسلسل الحلف اور مسلسل الید)

(۳) اگر اسناد مکمل بھی ہیں اور مختصر بھی یعنی آخری راوی اور اول راوی کے درمیان بہت کم واسطے ہیں تو ایسی حدیث کو "عالی" کہتے ہیں

(۴) اگر راویوں کا سلسلہ غیر منقطع ہے تو ایسی حدیث کو "متصل" کہتے ہیں

(۵) اگر یہ سلسلہ بیچ سے ٹوٹ گیا یعنی تابعین کے سلسلہ کا کوئی راوی نہیں ہے تو "منقطع" کہتے ہیں

(۶) اگر کوئی بات رسول اللہ کے متعلق کسی تابعی نے بیان کی ہے اور اسے نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ کس صحابی سے اُسنے سنا تو ایسی حدیث کو "مرسل" کہتے ہیں

(۷) اگر کوئی حدیث ایسی ہے جو "عن فلاں" و "عن فلاں" سے بیان کی گئی ہے یعنی صرف سماعی اسناد ہے تو اسے "معنعن" کہتے ہیں

(۸) اگر کسی حدیث میں کوئی ایک راوی بھی غیر متعین ہے تو اسے "مبہم" کہتے ہیں

اس کے علاوہ ایک اور تقسیم باعتبار طریق روایت بھی کی گئی یعنی ایک ہی حدیث کتنے لوگوں نے علٰحدہ علٰحدہ بیان کی ہے۔ یعنی

(۱) اگر کوئی حدیث علٰحدہ علٰحدہ بہت سے لوگوں نے بیان کی ہے اور وہ سب ثقہ و معتبر ہیں تو اسے "متواتر" کہتے ہیں

(۲) اگر کم از کم تین معتبر طبقے کے راویوں نے اسے بیان کیا ہے تو "مشہور" کہتے ہیں

(۳) اگر علٰحدہ علٰحدہ دو راویوں نے روایت کی ہے تو "عزیز" کہتے ہیں

(۴) اگر ایک ہی راوی ہے تو "آحاد" کہتے ہیں

(۵) اگر صرف ایک تابعی نے روایت کی ہے تو "غریب مطلق" کہتے ہیں

ہر چند یہ تمام تقسیمیں جو بیان کی گئی ہیں ان پر تمام علماء کا اتفاق نہیں ہے اور مفہوم کے لحاظ سے ائمۂ فن باہدگر مختلف ہیں، لیکن ہمارا مقصود اس اظہار سے صرف یہ بتانا ہے کہ احادیث کی چھان بین میں کتنی کاوش سے کام لیا گیا اور رسول اللہ کے اقوال و افعال کا صحیح علم حاصل کرنے کے لئے

کس قدر بلیغ کوششیں صرف کی گئیں

اول اول یہ دستور تھا کہ احادیث زبانی روایت سے حاصل کی جاتی تھیں یعنی اگر معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی شخص کو کسی حدیث کا علم ہے تو شائقین اُس کے پاس جاتے تھے اور اُس سے سُن کر یاد کر لیتے تھے، یا یہ ہوتا تھا کہ راوی کسی حدیث کو بیان کرتا تھا اور لوگ اُسے لکھ لیتے تھے اور دوبارہ اُس کو سُنا کر اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحت کر لیتے تھے اور راوی اس کی شرح بھی بیان کر دیتا تھا پھر وہ لوگ جو احادیث کو اس طرح قلمبند یا یاد کر لیتے تھے وہ دوسروں کو اسی طور سے بتاتے تھے۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ زبانی روایت کا دستور بند ہو گیا اور تحریری روایت کا رواج قایم ہو گیا

جمع احادیث کی اول اول یہ صورت تھی کہ راوی یا رجال کے لحاظ سے اُن کی ترتیب قایم کی گئی اور ایسے مجموعہ کو مسند کہتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں "مسند احمد بن حنبل" خاص شہرت رکھتا ہے لیکن بعد کو متن کے مفہوم کے لحاظ سے ترتیب قایم کی گئی اور ایسے مجموعوں کا نام "مصنّف" قرار پایا۔ اس قسم کے مجموعوں میں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ خاص مرتبہ کی چیزیں سمجھی جاتی ہیں۔ علی الخصوص بخاری و مسلم جو صحیحین کے نام سے موسوم ہیں کہ اگر کوئی ایک بھی روایت ان دونوں میں پائی جائے تو پھر اس سے انکار کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔ حضرات شیعہ کے نزدیک صرف وہ روایات قابلِ اعتبار ہیں جو جناب علیؑ یا ان کے متبعین کی وساطت سے پہونچی ہیں چنانچہ اس اصول کے لحاظ سے حسب ذیل پانچ کتابیں انکے یہاں مرتب ہوئی ہیں :۔

(۱) الکافی، محمد بن یعقوب الکلینی کی۔ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، محمد بن علی بابویہ القمی کی۔ (۳) تہذیب الاحکام۔ (۴) الاستبصار فی ما اختلف فیہ الاخبار، محمد الطوسی کی۔ (۵) نہج البلاغہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اقوال جناب علیؑ کا مجموعہ ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ لکھا گیا اُس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کتب احادیث کی تدوین میں کتنی محنت و کاوش سے کام لیا گیا لیکن باوجود اس تمام حزم و احتیاط کے ان پر آنکھ بند کرکے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں۔ تاریخی و سیاسی بھی اور نفسیاتی بھی

جس وقت آپ غور کریں گے کہ روایت احادیث کی ابتدا کب سے ہوئی تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ یہ زمانہ وہ تھا جب رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلام کا دائرۂ اثر وسیع ہوتا جا رہا تھا اور اس کی سلطنت و حکومت پھیلتی جا رہی تھی۔ مسیحی مذہب کے پیرو، موسوی مسلک کے متبعین، فلسفۂ یونان کے ماننے والے، ایران کے آتش پرست اور بودھ مذہب کے تارک الدنیا لوگ، سبھی سے مسلمانوں کو واسطہ پڑ رہا تھا اور ان سب کے تمدن و اخلاق مذہب و اعتقاد کے مقابلہ میں ان کو اسلام کا مطالعہ کرنا اور اسلامی شریعت کا منضبط کرنا ضروری تھا۔ پھر ظاہر ہے کہ انھیں بات بات میں غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہوگی کہ رسول اللہ کا فلاں امر میں کیا طرز عمل تھا۔ کیا ہدایت فرمائی تھی اور یہی وہ چیز تھی جس نے روایت حدیث کی بنیاد ڈالی۔ پھر چونکہ رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور ہر جماعت اپنی تائید میں رسولؐ ہی کی حدیث کو پیش کرنا زیادہ موثر جانتی تھی، اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد ہی روایت حدیث و وضع حدیث کی بنیاد پڑ گئی کیونکہ جب دو مخالف جماعتوں میں سے ہر ایک اپنی موافقت میں حدیث پیش کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان میں ایک ضرور جھوٹی ہوگی۔ پھر صحابہ کے بعد جب عہد بنی امیہ و بنی عباس میں مصالح سیاسی کے لحاظ سے ہر ایک جماعت کو اپنی تائید میں بہت زیادہ ضرورت نقل و احادیث کی پڑی تو اُس وقت مستقل ٹکسالیں وضع احادیث کی قایم ہو گئیں اور حکومت کے اثر، روپیہ کے زور سے جس امیر و خلیفہ نے جس قسم کی حدیث کی ضرورت ہوئی فوراً ڈھلوالی، چنانچہ کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ خود امراء کے پاس جا جا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کسی حدیث کی ضرورت ہو تو مہیا کر دی جائے۔ اسی کے ساتھ چونکہ حدیث روایت کرنے والوں کی سوسائٹی میں بہت عزت کی جاتی تھی۔ اس لئے لوگوں میں بالطبع یوں بھی اس طرف رغبت پیدا ہوئی

اسی سلسلہ میں نفس روایت کی اہمیت پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ یعنی جو احادیث روایت کی گئی ہیں وہ بالفاظ رسول روایت ہوئی ہیں یا صرف مفہوم لے لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کتب احادیث کی تدوین رسول اللہؐ کے کم از کم دو سو سال بعد شروع ہوئی ہے اور یہ امر کسی طرح قرین عقل و قیاس نہیں کہ اتنے زمانہ کے بعد درجنوں راویوں کے ذریعہ سے جو روایتیں فراہم کی گئی ہیں ان کا مفہوم بھی وہی باقی رہا ہوگا جو رسولؐ اللہ کا مقصود تھا چہ جائیکہ الفاظ نبوی۔

غور فرمائیے کہ رسول اللہ چار آدمیوں کے سامنے کسی وقت کوئی بات ارشاد فرماتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اس کا ایک مفہوم قرار دیکر اس کی روایت کرتا ہے۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ سب کے سب کسی ایک بات پر متفق ہوں یا سب نے رسول اللہ کا حقیقی مدعا معلوم کر لیا ہو، یا اُن کے الفاظ یاد رکھے ہوں، پھر اسی کے ساتھ جس وقت اس امر پر غور کیا جائے گا کہ اس وقت رسول اللہ کا لب و لہجہ کیا تھا۔ کس سلسلۂ سخن میں کیا بات ارشاد ہوئی تھی، آپ کا روئے سخن کس طرف تھا تو یہ اُلجھنیں اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور کبھی کسی حدیث کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ رسول اللہ ہی کا ارشاد ہے۔ یہی سبب تھا کہ متقدمین صحابہ میں سے بعض سرے سے روایت واحادیث ہی کو پسند نہ کرتے تھے اور بعض محدثین نے روایت بالمعنی کو کبھی جایز قرار نہیں دیا۔ لیکن ضرورت زمانہ نہ روایت واحادیث سے لوگوں کو باز رکھ سکی اور نہ روایت بالمعنی کی روک تھام ہو سکی۔

رسول اللہ کے بعد تاریخ اسلام میں جتنی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں، آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی خلافت کے مسئلہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے اور ہر چند بظاہر اُن میں کوئی تصادم تو نہیں ہوا لیکن اصول دونوں کے علیحدہ تھے، خلیفۂ اول کے بعد جب خلیفۂ دوم کے انتخاب کا وقت آیا تو اس اختلاف میں اور زیادہ قوت پیدا ہوئی، یہاں تک کہ خلیفۂ ثالث کے زمانہ میں یہ پوری طرح نمایاں ہو گیا اور خلیفۂ چہارم کے عہد میں کھلم کھلا ٹھن گئی، پھر غور فرمائیے کہ جب اتنی مختلف جماعتیں موجود ہوں اور علویین، خوارج، امویین و عباسیین وغیرہ کے متصادم اغراض نے شیرازہ کو درہم و برہم کر رکھا ہو تو ایسے زمانہ میں احادیث کی روایت کیا اہمیت رکھ سکتی ہے جبکہ ہر ایک اپنے موافقت میں احادیث ہی کو پیش کرتا تھا۔

روایت کے ساتھ ائمہ فن نے چند اصول درایت بھی مقرر کر دئے ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجالۂ نافعہ میں جن اصول درایت کا ذکر کیا ہے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:۔

(۱) اگر کوئی روایت تاریخ مشہور کے خلاف ہو تو صحیح نہیں

(۲) اگر وقت و حال کا قرینہ اس کے خلاف ہو تو بھی باور نہ کرنا چاہئے

(۳) اگر مقتضائے عقل و شرع کے خلاف ہو تو بھی ایسی حدیث قابل اعتبار نہیں

(۴) اگر کوئی بات ایسی بیان کی جائے جو رسول اللہ کے اخلاق کے منافی ہے تو بھی اسے رد کر دینا چاہئے

اسی طرح امام بخاری نے ابن جوزی سے جو اصول درایت بیان کئے ہیں وہ بھی قریب قریب اسی قسم کے ہیں، لیکن آپ کتب احادیث کو اُٹھا کر دیکھئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ ان میں کتنی حدیثیں اصول درایت کے معیار پر ٹھیک اترتی ہیں، شاید ہزار میں دس بھی نہیں

اگر احادیث کی تقسیم ان کے مطالب کے لحاظ سے کی جائے تو حسب ذیل بڑی بڑی قسمیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ تعلیم عقاید و عبادت و اخلاق

۲۔ پیشین گوئیاں اور قصص و حکایات

۳۔ احکام شریعت یا معاشرتی قانون

۴۔ ابن الطبیعیات (یعنی حیات بعد الموت اور دوزخ و جنت، عذاب و ثواب وغیرہ وغیرہ)

ان میں سے کہ ان ابواب میں سب سے زیادہ محفوظ و ناقابل اعتراض باب اگر ہو سکتا ہے تو پہلا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ بھی اپنے جزئیات میں اختلافات سے خالی نہیں اور روایتاً و درایتاً اس پر بھی تنقید ہو سکتی ہے

دوسرا باب بالکل اسرائیلی روایات سے بھرا ہوا ہے اور چونکہ عیسوی و موسوی مذہب کے اثرات رسول اللہ کے عہد میں بھی بہت کچھ باقی تھے اس لئے لوگوں نے ان مذاہب کی روایتوں کو نقل کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا اور اُن کی توثیق کے لئے ان روایتوں کو رسول اللہ سے منسوب کر دیا۔ پیشین گوئیوں کی حدیثیں جتنی ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ ہر زمانہ میں ہر شخص نے اپنے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے ایسی حدیثیں گھڑ گھڑ کر مطلب برآری کرنا چاہی ہے

احکام شریعت کے متعلق بھی احادیث میں بکثرت اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے اور اسی لئے اسلام کی فقہ میں کئی اسکول ہو گئے ہیں، پھر

چونکہ ہر اسکول اپنی تائید میں احادیث ہی پیش کرتا ہے اس لئے لامحالہ ان سب کو موضوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اب یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ واقعی رسول اللہ نے کیا ارشاد فرمایا تھا

وہ احادیث جو مابعد الطبیعیات سے متعلق ہیں، وہ بھی یکسر موضوع ہیں اور اسلام میں جو غیر مذاہب کے عناصر شامل ہوگئے تھے اُن کے زیر اثر یہ سب کچھ بعد کو بڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اس سے مختلف نہیں ہے جو مذاہب قدیمہ کے خرافیات میں پایا جاتا ہے۔

فقہ

علم تشریع یا قانون سازی کو اسلام میں فقہ کہتے ہیں، جو عبادت، عقاید، اخلاق، معاملات اور آئینِ حکومت وغیرہ تمام مسایل پر مشتمل ہے۔

اسلام میں احکامِ فقہیہ اخذ کرنے کے چار ذرایع ہیں :- قرآن، حدیث، رائے اور اجماعِ اُمّت — ابتدائے اسلام میں جب کوئی مسئلہ سامنے آتا تھا تو سب سے پہلے قرآن میں جستجو کی جاتی تھی کہ اس باب میں خدا کا کیا حکم ہے اور جب قرآن سے اس کا پتہ نہ چلتا تو احادیث رسول کی طرف توجہ کی جاتی تھی لیکن اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوتی تو فیصلہ کرنے والا تو اپنی رائے سے کام لیکر فیصلہ کرتا

ایک بار امیر معاویہ کو کسی خاص مسئلہ میں نہ قرآن کا کوئی حکم ملا نہ کوئی حدیث رسول، تو انھوں نے زید بن ثابت سے رجوع کیا اور انھوں نے خود اپنی رائے سے کام لیکر مشورہ دیا

اسی طرح ایک بار مصر کے قاضی نے حضرت عمر سے کسی مسئلہ میں استصواب کیا تو آپ نے ہدایت کی کہ اگر رسول اللہ کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے تو اپنی رائے سے کام لیکر فیصلہ کرو

آگے چل کر انھیں رایوں اور خلفاء راشدین کے احکام نے نظائرِ قانونی کی حیثیت اختیار کرلی اور فقہ یا قانون کا جزو بن گئے۔ اسی کا نام اجماعِ امت تھا

اول اول اسلام پر صرف شریعت موسوی کا اثر تھا، لیکن جب بعد میں، سلسلۂ فتوحات مسلمان ایران اور باز نطینی علاقوں تک پہونچے تو فقہ اسلامی پر ان ملکوں کے رسم و رواج اور مروجہ قوانین کا بھی کافی اثر پڑا اور مسلمانوں نے ان باتوں کے قبول کرلینے میں جو تعلیم اسلام کے منافی نہ تھیں پس و پیش نہ کیا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عہدِ بنی امیہ و بنی عباس میں رومی قانون کی بہت باتیں شریعت اسلامی میں داخل ہوگئیں،

خلفاء راشدین کے زمانہ میں تو علمی حیثیت سے فقہ کی تدوین کا خیال پیدا نہ ہوا تھا لیکن عہدِ بنی امیہ میں وقتاً فوقتاً اس کی کوشش شروع کی گئی اور عہدِ بنی عباس میں اس نے زیادہ منظم صورت اختیار کرلی

باوجود اس امر کے کہ فقہاء نے بالاتفاق قرآن، حدیث، رائے اور اجماع امت کو فقہ کا ماخذ قرار دیدیا تھا، لیکن استخراجِ احکام میں ان کے درمیان اختلاف ہوجاتا تھا، اور یہ اختلاف زیادہ تر احادیث کے سلسلہ میں ہوتا تھا، کیونکہ جب ایک ہی مسئلہ پر مختلف احادیث ملتیں تو کوئی جماعت کسی حدیث کو ترجیح دیتی اور کوئی دوسری حدیث کو

فقہ کی باضابطہ تدوین دوسری صدی ہجری میں شروع ہوئی اور مدینہ، شام اور عراق کے علماء نے فقہی تصانیف کی طرف خاص توجہ سے کام لیا۔ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" اور عبداللہ بن المبارک نے "العلم فی الابواب والفقہ" اس عہد کی تصانیف کا تفصیلی ذکر کیا ہے جن میں زہری کے فتاویٰ (جو تین جلدوں پر مشتمل ہیں) اور حسن بصری کی تصنیف "ابواب الفقہ" (جو سات جلدوں پر مشتمل ہے) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

یوروپ کے ایک مشہور مستشرق ای گریفینی (E. GRIFFINI) کو حال ہی میں اٹلی کے شہر میلان کی امبروسین (AMBROSIAN) لائبریری میں ایک فقہی کتاب کا نسخہ ملا ہے جو شیعی فرقۂ زیدیہ کے بانی زید بن علی سے منسوب ہے پھر اگر یہ صحیح ہے کہ یہ مسودہ واقعی خود زید بن علی کے قلم کا ہے تو ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فقہ کی تدوین سب سے پہلے شیعی طبقہ میں ہوئی، لیکن ابھی تک اس مسودہ کی اصلیت مشتبہ ہے اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ واقعی زید بن علی ہی کی تصنیف ہے

سنیوں میں فقہ کی سب سے پرانی اور اہم کتاب مالک بن انس (۹۷ — ۱۷۹ھ) کی مؤطا ہے، لیکن اسی وقت جبکہ مالک بن انس، مدینہ میں مؤطا کی تدوین میں مشغول تھے، شام میں عبدالرحمان الاوزاعی بھی تدوین فقہ کر رہے تھے، جو عرصہ تک ہسپانیہ کے مدارس میں مقبول رہی

تصنیف و تالیف کے باب میں عراق کو تمام اسلامی ممالک پر فوقیت حاصل تھی، جہاں نہ صرف فقہ بلکہ ادبیات، فلسفہ، منطق اور دوسرے علوم میں بھی تصنیف و تالیف اور تحقیق و تفتیش کا سلسلہ عرصہ تک قایم رہا

اس میں شک نہیں فقہ میں سب سے زیادہ نازک مسئلہ رائے کا ہے، کیونکہ رایوں میں ہمیشہ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس لئے بعض علماء نے رائے کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا، لیکن چونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا اس لئے آخر کار فقہاء حجاز و فقہاء عراق دونوں نے اسے تسلیم کر لیا ــــ ان میں حماد بن ابی سلیمان (وفات ۱۲۰ھ) سب سے پہلے فقیہ تھے جنھوں نے رائے کی اہمیت پر زیادہ زور دیا، ان کے بعد ابو حنیفہ اور ان کے دو شاگردوں (ابو یوسف اور محمد بن الحسن) نے اس کی بنیاد استوار کی اور سلسلۂ تصانیف باقاعدہ شروع کر دیا۔ چنانچہ ابو یوسف نے ہارون الرشید کے عہد میں اپنی مشہور تصنیف "کتاب، خراج" مرتب کی اور اس طرح حکومت کا آئین و تشریعی نظام اصول فقہ کے مطابق قایم ہوگیا۔

عراق میں ایک دبستانِ فقہ سفیان ثوری (وفات ۱۶۱ھ) کا بھی تھا جس کی تعلیمات پر مغربی افریقہ کے مسلمان عرصہ تک عمل کرتے رہے مگر بعد میں اس کا اثر کم ہونے لگا اور رفتہ رفتہ ختم ہوگیا

اگرچہ عام طور پر علماء اسلام نے تدوین فقہ میں رائے کی اہمیت کو تسلیم کر لیا تھا، لیکن پھر بھی بعض علماء اس کے خلاف تھے اور جب بعد کو فقہائے عراق و حجاز کے درمیان اصول استنباط و تاویل احادیث میں اختلاف پیدا ہوا تو اس جماعت کو جو پہلے ہی سے رائے کی مخالف تھی، زیادہ موقع مل گیا اور اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ "ہم رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ کسی اور کی رائے یا اجتہاد کو قابل عمل نہیں قرار دے سکتے"۔ اس اختلاف کے سب سے بڑے علمبردار یعقوب بن اختم تھے جو عہد مامون میں بغداد کے عہدۂ قضا پر مامور تھے اور جن کی تصنیف "کتاب التنبیہ" نے خاص شہرت حاصل کی

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ میں "اصحاب الحدیث" اور "اصحاب الرائے" کی دو جماعتیں علحدہ علحدہ ہوگئیں۔ ہر چند یہ اختلاف خالص علمی اختلاف تھا، لیکن اس کا اثر ہیئت اجتماعی اور معاشرہ پر بھی پڑا اور اس کو دور کرنے کے لئے محمد بن ادریس الشافعی نے ان دونوں جماعتوں کو متحد کرنے کے لئے بعض قواعد و ضوابط تدوین فقہ کے ایسے مرتب کئے جن پر دونوں متفق ہوسکیں، لیکن چونکہ خود شافعی کا رجحان زیادہ تر روایت و حدیث ہی کی طرف تھا، اس لئے وہ اپنی مصالحانہ کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے

تیسری صدی ہجری تک فقہ کے دو شعبے پیدا ہو چکے تھے (۱) اصولِ فقہ یعنی ماخذِ فقہ اور اس سے استنباط مسایل کا علم۔ (۲) فروع فقہ، یعنی زندگی کے مختلف مسایل کے متعلق فقہی احکام کی تدوین اور پھر بعد کو انھیں دو شعبوں پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہوگیا

سنیوں میں فقہ کے چار دبستان خیال پائے جاتے ہیں جو ان چار ائمہ کے نام سے منسوب ہیں جنھوں نے ان کی بنیاد ڈالی تھی

(۱) فقہ حنفی ــ اس کے بانی امام ابو حنیفہ تھے۔ اس فقہ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ترکی، وسط ایشیاء اور ہندوستان کے تمام مسلمان اسی فقہ کے متبع ہیں

(۲) فقہ مالکی ــ یہ امام مالک سے منسوب ہے اور مغربی افریقہ، بالائے مصر کے علاقہ میں اس کے پیرو زیادہ پائے جاتے ہیں

(۳) فقہ شافعی ــ یہ امام شافعی سے منسوب ہے اور اس کے مقلدین زیادہ تر مصر، جنوبی عرب، جزائر شرق الہند، مشرقی افریقہ اور شام میں نظر آتے ہیں

(۴) فقہ حنبلی ــ امام حنبل سے منسوب ہے۔ اس کے پیرو عموماً عراق، مصر، شام و فلسطین میں زیادہ پائے جاتے تھے لیکن اب صرف نجد کے علاقہ تک محدود ہے

ان چار فقہی اسکولوں کے علاوہ اور بھی متعدد دبستانِ فقہ پیدا ہوئے جن میں دبستانِ اوزاعی، دبستانِ سفیان ثوری، دبستانِ ظاہری، دبستانِ جریریہ (طبری کا قایم کیا ہوا) قابلِ ذکر ہیں، لیکن یہ سب چند دن چل کر ختم ہوگئے

خارجیوں اور شیعوں نے بھی اپنی اپنی فقہ علحدہ مرتب کی جو بعض مسایل میں فقہ حنفی سے مختلف ہے شیعی جماعت نے تدوین فقہ میں صرف

ان احادیث کو سامنے رکھا جو علویین کے سلسلہ سے روایت کی گئی تھیں اور حنفی کتب احادیث پر اعتماد نہیں کیا۔ شیعوں میں زیدی جماعت کے اصول، اثنا عشری شیعوں سے کچھ مختلف ہیں

اسلامی لٹریچر میں فقہی کتابوں کا بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے اور عمرانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کو نظر انداز کر دیا گیا ہو، لیکن چونکہ زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے جا رہے ہیں اور بہت سے نئے نئے مسایل سامنے آ رہے ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ جو فقہ اس وقت تک مرتب ہو چکی ہے وہ بالکل کافی ہے اور اس میں کسی حذف و اضافہ کی گنجائش نہیں، درست نہیں

تاریخ اسلام و عہدِ اسلام کا ذکر آتے ہی سب سے پہلے ہماری نگاہ جزیرہ نمائے عرب کی طرف جاتی ہے، کیونکہ اسلام کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے اور اور بعد کو اسی سرزمین کے فرزندوں نے اس کی اشاعت ساری دنیا میں کی

چونکہ موضوع تاریخ اسلام ہی سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہمیں یہی دیکھنا ہوگا کہ عرب میں تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی۔ ظہورِ اسلام اس میں کیا تبدیلیاں ہوئیں اور پھر فتوحات اسلامی کے سلسلہ میں اور کون کون سے عناصر اس میں شامل ہوئے

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے کہ آیا عہدِ اسلام سے قبل بھی عرب میں تاریخ کا وجود پایا جاتا تھا یا نہیں، اور اگر تھا تو اس کی کیا نوعیت تھی۔ عربوں کا تاریخی عہد کب سے شروع ہوا، اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے، کیونکہ قبل اسلام کی جاہلی روایات اور دوسری صدی ہجری کی (ایک حد تک) علمی روایات کے درمیان جو خلا پایا جاتا ہے اس کا حال ہمیں بالکل معلوم نہیں اور جب تک اس درمیانی زمانہ کا حال معلوم نہ ہو، عربوں میں علم تاریخ کی تدریجی ترقی کا پتہ چلانا بہت دشوار ہے

جزیرہ نمائے عرب میں یمن کی تہذیب بہت قدیم سمجھی جاتی ہے۔ جس کا ثبوت قدیم حمیری نقوش و آثار سے بھی ملتا ہے ــــ خیال کیا جاتا تھا کہ یمن قدیم کی بعض تاریخی روایات کے نقوش بھی دستیاب ہو سکیں گے، لیکن ان زبانی روایات کے علاوہ جو زیادہ تر قصص و حکایات کی صورت رکھتی ہیں اور کوئی تاریخی مواد قدیم یمن کے متعلق اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ ظہورِ اسلام سے ایک صدی قبل کے زمانہ کے بعض حالات پر ان سے ضرور روشنی پڑتی ہے اور قدیم شاہانِ یمن میں سے صرف ملکہ سبا اور ابرہہ کا ذکر بھی ان روایات میں پایا جاتا ہے

ظہورِ اسلام کے بعد پہلی صدی ہجری میں ان روایات میں زیب داستان کے لئے کچھ اور اضافے کئے گئے اور ان پر قدیم تاریخ عرب کی بنیاد رکھی گئی جس کا سہرا وہب بن منبہ اور عبید بن شریہ کے سر ہے۔ ہر چند یہ دونوں فن تاریخ کا صحیح احساس نہ رکھتے تھے اور جو واقعات انھوں نے اپنے زمانہ کے لکھے ہیں وہ بھی مبالغہ آمیز روایتی رنگ سے پاک نہیں ہیں تاہم انھیں تاریخ نویسی کی بنیاد ضرور کہا جا سکتا ہے جس پر تاریخ مابعد کی تعمیر استوار ہوئی

ان کے بعد مورخ ابن اسحاق نے جو کچھ لکھا وہ عبید ہی کے خیالات کا چربہ تھا اور دوسرے مورخ عبد الملک ہشام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے وہب کی کتاب التیجان ہی کو دوبارہ پیش کیا۔ حد یہ کہ طبری کی تفسیر قرآن بھی وہب کی روایتوں سے محفوظ نہ رہ سکی اور اس طرح جو خرافیاتی عنصر تاریخ میں داخل ہو گیا تھا وہ آج بھی برستور باقی ہے ابن خلدون نے بے شک ان یمنی روایات کو مجروح قرار دیا کہ ان کی لغویت ثابت کی لیکن وہ ملقف بھی اپنے نظریوں کے ثبوت میں ایسے خود بھی انھیں روایات سے کام لینا پڑا

شمالی عرب میں حالات کچھ مختلف تھے، کیونکہ یہاں کی قبایلی آبادی اپنی اپنی روایات بالکل علحدہ رکھتی تھیں اور ان میں باہم کوئی اشتراک نہ پایا جاتا تھا۔ یہ روایات وہی ہیں جنھیں ایام عرب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو صرف آپس کی قبایلی جنگوں سے تعلق رکھتی ہیں

اس میں شک نہیں کہ ان روایتوں میں حد درجہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے تاہم نفسِ واقعات پر ان سے ضرور کچھ نہ کچھ تاریخی روشنی پڑتی ہے اور عہدِ اسلام کے مورخوں کو قدیم عرب کی تاریخ مرتب کرتے وقت ان سے کام لینا پڑا، کیونکہ ان روایات کے علاوہ عہدِ قدیم کے حالات معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ تھا ہی نہیں۔ انھیں روایات کے ساتھ ساتھ شمالی عرب میں ایک چیز اور بھی پائی جاتی تھی یعنی نسب ناموں کو یاد رکھنا اور انھیں بغیر کسی تغیر و تبدل کے روایت کرنا یہ اپنی جگہ بڑی اہم چیز تھی جس سے مورخین مابعد نے بہت فایدہ اٹھایا

دوسری صدی ہجری میں جب زبان و محاورات کی جستجو و تحقیق کا شوق پیدا ہوا تو ماہرین لسانیات کو سب سے پہلے انھیں روایات کی طرف متوجہ

ہونا پڑا اور اس طرح ایک بڑا ذخیرہ ان روایات کا فراہم ہوگیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ابوعبیدہ کا نام ہمارے سامنے آتا ہے جنھوں نے تمام ان قدیم روایات کو موضوع کے لحاظ سے جدا جدا مرتب کیا اور یہ ان کے صحیح احساس تاریخ نگاری کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

اسی طرح کا ایک کارنامہ ہشام بن محمد الکلبی کا ہے۔ انھوں نے اپنے والد عوانہ اور ابومخنف کی جمع کی ہوئی روایتوں کو زیادہ پھیلا کر پیش کیا اور خاندان حیرہ کے حالات قدیم مخطوطات کی مدد سے فراہم کئے، ظہور اسلام کے بعد حقیقی معنی میں تاریخ نویسی کا آغاز رسول اللہ کے حالات اور ان کے مغازی کی جستجو سے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جو احادیث یا روایات فراہم کی گئیں، ان کا تعلق زیادہ تر مغازی ہی سے تھا۔ یہ کام سب سے پہلے مدینہ کی گلیوں میں شروع ہوا اور دوسری صدی ہجری میں جاکر کہیں دوسرے مقامات پر بھی ان کی پیروی کی گئی۔ چونکہ احادیث اور روایات کی فراہمی میں اس بات کی بڑی کوشش کی جاتی تھی کہ کوئی غلط بات سامنے نہ آئے اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ عرب میں صحیح تاریخ نویسی کی ابتدا سیرت رسول و مغازی رسول ہی سے ہوئی

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ابان بن عثمان اور عروہ بن زبیر کا نام لیا جاتا ہے، گو ان کی کسی تصنیف کا حوالہ بعد کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ ان کے بعد متعدد لوگوں نے احادیث مغازی فراہم کرنا شروع کیں جن میں محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری کا نام خصوصیت کے ساتھ بہت نمایاں ہے انھوں نے یہی نہیں کیا کہ احادیث مغازی کو یکجا کر دیا بلکہ ایک مسلسل تاریخ مغازی رسول بھی مرتب کر دی جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی چیز تھی۔

زہری کے بعد متعدد کتابیں سیرۃ رسول پر لکھی گئیں، جن کی بنیاد زیادہ تر زہری ہی کی تصنیف تھی۔ لیکن ان میں محمد ابن اسحاق بن یسار کی سیرت نبوی کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ اس میں نہ صرف مغازی و سیرت بلکہ تاریخ نبوت کو بھی پیش کیا گیا تھا

اس کے بعد تاریخی مطالعہ کا زاویہ زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اور ابن اسحاق کا مشہور جانشین محمد بن عمر الواقدی سامنے آتا ہے جس نے نہ صرف مغازی کی تفصیلات قلمبند کیں بلکہ ہارون الرشید کے عہد تک خلفاء کے حالات بھی جمع کئے۔

اس کے بعد محمد ابن سعد نے طبقات ابن سعد کے نام سے زیادہ مفصل تاریخ لکھی جس میں صحابہ و تابعین کے حالات بھی درج ہیں۔ سیرت نبوی سے متعلق جتنا حصہ اس نے لکھا وہ بھی زیادہ متنوع و صحیح ہے۔ [illegible] میں اخلاق النبی، علامات نبوت اور شمائل و مسائل پر الگ الگ بحث کی گئی ہے

اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ اس وقت تک تاریخ نویسی صرف عراق تک محدود تھی اور دوسری صدی ہجری کے اختتام تک شام، عرب و [illegible] کی سرزمین سے کوئی شخص یہ ذوق لیکر نہیں اٹھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ مابعد کے مورخین عراقی مورخین ہی سے زیادہ متاثر رہے

تیسری صدی کی ابتدا میں جب کاغذ کا استعمال شروع ہوا تو تاریخ نویسی کو اور زیادہ ترقی ہوئی، کیونکہ وہ تمام روایات و احادیث جو اس سے قبل لوگوں کو محض زبانی یاد تھیں ضبط تحریر میں آنے لگیں اور اس طرح تیسری صدی ہجری کے وسط تک اچھا خاصہ تاریخی ذخیرہ فراہم ہوگیا۔

اس زمانہ میں سب سے پہلے احمد بن یحیٰی البلاذری کا نام سامنے آتا ہے اور اسی وقت سے اول اول عربوں کی تاریخ نویسی ایرانی اثرات سے متاثر ہوئی۔ سرسیند فارسی کا "خداینامہ" ایک صدی پہلے عربی میں ترجمہ ہوچکا تھا لیکن اس کا کوئی خاص اثر عرب تاریخ نویسی پر نہ پڑا تھا۔ اب عربوں کا رجحان ایران کی تاریخی کتابوں کی طرف زیادہ ہوا اور تاریخ عالم لکھنے میں ان سے استفادہ کا رواج شروع ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ابوحنیفہ دینوری، یعقوبی، ابن قتیبہ، حمزہ اصفہانی اور مسعودی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ طبری بھی اسی زمانہ کا مورخ ہے لیکن اس کا رجحان زیادہ تر عرب روایات ہی کی طرف تھا

تیسری صدی ہجری سے لیکر چھٹی صدی تک کا زمانہ اسلامی مورخین کی نمایاں ترقی کا زمانہ تھا، چنانچہ صوبوں کی تاریخ، فتوحات کی تفصیل ملک کے اقتصادی و سیاسی حالات، غیر ملکوں سے تعلقات، فقہی و تشریعی سرگرمیاں، علمی مباحث وغیرہ سبھی کچھ تاریخ کے سلسلہ میں آگیا اور متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر ضبط تحریر میں آئیں۔ اس عہد کے مشہور مورخین میں ابن مسکویہ، ابن خطیب بغدادی، ابن مقفع اور ابن عساکر کے نام بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس وقت کی تاریخوں میں مذہبی عنصر یقیناً زیادہ تھا لیکن سیاسی مصالح کا ان پر کوئی اثر نہ پڑا تھا۔ نصف چوتھی صدی کے

بعد یہ اثر بھی شروع ہوا اور عام تاریخوں کے بجائے زیادہ تر صوبہ جاتی حکومتوں کی تاریخیں لکھی جانے لگیں اور وہ بھی سیاسی نقطۂ نظر سے۔ ظاہر ہے کہ ایسی تاریخیں حکومت کے اثرات سے آزاد رہ کر نہیں لکھی جا سکتی تھیں، اس لئے مورخین مجبور ہوئے کہ وہ اپنی معلومات سرکاری دفاتر یا سرکاری بیانات سے آگے نہ بڑھائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر صوبہ کی تاریخ، مذہبی، سیاسی و ثقافتی حیثیت سے پروپاگنڈا ہو کر رہ گئی اور تاریخ کی حقیقی روح مفقود ہو گئی لیکن اس سے ایک فایدہ بھی ہوا، وہ یہ کہ اس سلسلہ میں تاریخ کے ساتھ ساتھ تذکرہ نویسی کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو گئی اور جو تذکرے زیادہ تر ابتداء عہدِ اسلام کے اکابر کی زندگی سے تعلق رکھتے تھے، ان کی ترتیب میں روایات ہی سے کام لینا پڑا اور مقامی و وقتی سیاسی اثرات سے وہ محفوظ رہے۔ اسی زمانہ میں اولیاء کرام، حفاظ، علماء، شعراء، ادبا، ماہرین نجوم، طب و موسیقی وغیرہ کے حالات زندگی بھی قلمبند ہونا شروع ہوئے اور شیعی مورخین نے بھی امام حسین اور واقعۂ شہادت پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔

اس قسم کی تصانیف میں خطیب بغدادی کی کتاب جو پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی اور ابن قتیبہ و ثعلبی کی تصانیف خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

چونکہ اس وقت اسلامی مملکت کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی اور اس کے مختلف صوبوں میں علٰحدہ علٰحدہ خود مختار حکومتیں قایم ہو چکی تھیں، اس لئے تاریخ و تذکرہ کی کتابوں پر بھی اس کا بڑا اثر پڑا اور مختلف حکمراں خاندانوں کی تاریخیں انھیں کے مصالح کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئیں۔

اس زمانہ میں ایرانی اثرات اسلامی تاریخ نویسی پر بہت زیادہ ہو گئے اور ابراہیم کا کتاب تاجی کے بعد عتبی نے تاریخ یمینی لکھی جو سبکتگین اور محمود غزنوی کے حالات پر مشتمل تھی۔ اسی زمانہ میں دقیقی اور فردوسی کی رزمیہ شاعری وجود میں آئی اور اس کا اثر بھی ایرانی تاریخ نویسی پر کافی پڑا۔

اس سے قبل زیادہ تر عربی کی تاریخوں کا ترجمہ فارسی میں کیا جاتا تھا، لیکن اب براہ راست فارسی میں لکھی جانے لگیں۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ترکی خاندانوں کے حکمراں جو ایک طرف اناطولیا اور دوسری طرف ہندوستان تک پہونچ گئے تھے عربی زبان سے ناواقف تھے۔

چنانچہ چھٹی صدی ہجری کے اخیر تک فارسی میں تاریخ لکھنے کا رواج زیادہ پھیل گیا، اس دور کے مورخین میں محمد بن علی راوندی اور فخر الدین مبارک شاہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

جب مغلوں کی سلطنت مغربی ایشیا میں قایم ہوئی تو تاریخ نویسی کا مستقل اسکول بھی قایم ہو گیا جس کی ابتداء فضل اللہ رشید الدین طبیب نے کی۔ اس اسکول کے دوسرے مورخین میں وصاف اور حمداللہ مستوفی بہت مشہور ہیں۔ تیمور کے زمانہ سے پھر تاریخ نویسی کا رنگ بدلا، کیونکہ یہ اس کی حرص بہت مایل تھا اور جہاں جاتا تھا، وقایع نویسوں اور مورخوں کی ایک جماعت اپنے ساتھ رکھتا تھا، نظام الدین شامی کا ظفرنامہ اسی زمانہ کی چیز ہے جس کی تقلید میں شرف الدین علی یزدی نے اسی نام سے ایک اور کتاب لکھی جو زیادہ مقبول ہوئی۔ خاندان تیموریہ کے فرمانرواؤں کے زمانہ میں اس فن کو اور ترقی ہوئی اور ہرات کا ایک نیا اسکول تاریخ نویسی قایم ہو گیا اس سلسلہ کے بڑے بڑے مورخین میں حافظ ابرو جس نے جامع التواریخ کو از سر نو مرتب کیا، فصیح خوافی (مجمل کا مصنف) حسین کاشفی، عبدالرزاق سمرقندی ... اور میر خواند نے خاص شہرت حاصل کی۔

ہندوستان کے عہدِ مغلیہ میں گو ابتداءً زیادہ تر ہراتی اسکول ہی مقبول رہا لیکن بعد کو اس میں ہندوستانی عنصر بھی شامل ہو گیا۔ اس دور کے تاریخ نویسوں میں نظام الدین احمد حسن نے عہد غزنوی ... اپنی تاریخ کی ابتدا کی تھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ لیکن عبدالقادر بدایونی کی اہمیت اس لئے بہت زیادہ ہے کہ وہ درباری مورخ نہ تھا اور اس نے جو کچھ لکھا وہ خود اس کے مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ بدایونی کے بعد محمد قاسم فرشتہ نے زیادہ ... حیثیت سے وہ بدایونی کی تاریخ کو نہیں پہونچتی انھیں عمومی کتب تاریخ کے ساتھ ساتھ خصوصی تاریخیں بھی اس زمانہ میں لکھی گئیں جو کسی خاص فرمانروا یا کسی خاص خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایسی کتابوں میں عہدِ مغلیہ سے متعلق ابوالفضل کا اکبرنامہ، آئینِ اکبری، تزکِ جہانگیری بہت مشہور ہیں۔ اس انداز کے مورخین میں محمد کاظم، مستعد خاں اور خوافی خاں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ اور افغان خاندانوں کی تاریخ لکھنے والوں میں نعمت اللہ ہروی، امام الدین ... ، عبدالکریم بخاری نے خاص شہرت حاصل کی۔

اس عہد کی یہ خصوصیت کہ تذکرہ اور ڈائری کے انداز کی تاریخیں لکھی گئیں ایک مستقل اہمیت و قیمت رکھتی ہیں۔ چنانچہ تزک تیموری، تزک بابری، تزک جہانگیری اور ہمایوں نامہ وغیرہ متعدد کتابیں اسی انداز کی مرتب کی گئیں۔

ہندوستان میں مسلم حکومت کے متعلق اور بہت سی کتابیں لکھی گئیں، جن کی فہرست کافی طویل ہے۔

جغرافیہ مسلمانوں میں جغرافیہ متعدد ذرائع سے پہونچا۔ سب سے پہلا ذریعہ تو عہد جاہلیت و ملوک عرب کی وہ روایات تھیں جو داستان گویوں اور شاعروں کے ذریعہ سے سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آتی تھیں، جن کے ذریعہ سے انھیں بہت سے اماکن عرب کا حال معلوم ہوگیا تھا۔ شاعری و جغرافیہ کا یہ تعلق صدیوں تک قائم رہا، دوسرا ذریعہ قرآن و حدیث تھا، قرآن یا حدیث کا مقصد جغرافیہ کی تعلیم دینا نہ تھا، لیکن ان میں زمین، پہاڑ وغیرہ کا ذکر ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ زمین بچھی ہے، پہاڑ میخوں کی طرح قائم ہیں وغیرہ وغیرہ اور اس طرح جغرافیہ کا ایک تصور ان کے ذہن میں قائم ہوگیا۔ تیسرا ذریعہ سلسلۂ فتوحات تھا جس نے مسلمانوں کو بہت سے نئے مقامات سے آشنا کیا۔ چوتھا ذریعہ سیاست تھی۔ اور پانچواں ذریعہ ہیئت کی وہ کتابیں تھیں جو عہد عباسیہ میں دوسری زبانوں اور خصوصاً یونانی سے عربی میں منتقل ہوئیں۔ یہی وہ خاص ذریعہ تھا جس نے اس فن میں مسلمانوں کی صحیح رہبری کی۔

بطلیموس کا ترجمہ سب سے پہلے ابن خورداذبہ نے کیا پھر الکندی، ثابت بن قرۃ اور محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے کتاب صورۃ الارض لکھی۔ خوارزمی ہیئت داں تھا اس لئے اس کی کتابیں زیادہ تر زیچ پر مشتمل ہیں، پھر بھی اس سے جغرافیہ کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔

خوارزمی کی طرح بتانی، ابن یونس، بیرونی نے بھی متعدد تصانیف کیں جو زیادہ تر فلکیاتی جغرافیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ مامون کے عہد میں عرض البلد و طول البلد کے عملی تجربات کئے گئے اور زیچ مامونی وجود میں آئی، اسی زمانہ میں کرۂ ارض کا ایک نقشہ بھی طیار کیا گیا جس کا نام مسعودی نے الصورۃ المامونی رکھا، بعد کو الزہری نے اپنی کتاب الجغرافیہ میں عہد مامون کے اس نقشہ کی تشریحات کیں۔

چونکہ عہد عباسیہ میں بہ سلسلۂ فتوحات مختلف مقامات کے راستے جاننے کی زیادہ ضرورت تھی اس لئے سیاحتوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور جغرافیہ کا علم زیادہ وسیع ہوگیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے "ابو العباس جعفر بن احمد المروزی" کا نام لیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ابن خورداذبہ کی "کتاب المسالک والممالک" کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اسی نام کی ایک کتاب بہت پہلے السرخسی لکھ چکا تھا، لیکن یہ ضائع ہوگئی اور صرف ابن خورداذبہ کی کتاب باقی رہی، جو واقعی بڑی مفصل کتاب ہے اور جغرافی معلومات کے علاوہ، تاریخ، ہیئت، مختلف ممالک کی مالی آمدنی اور آمد و رفت کے راستوں کے بیان پر بھی مشتمل ہے۔

اسی قبیل کی تصنیف یعقوبی کی کتاب البلدان، ابن رستہ کی کتاب الاعلاق النفیسہ اور قدامہ کی کتاب الخراج ہے۔ یہ تمام کتابیں، جاحظ کی کتاب الابصار و عجائب البلدان کے زیر اثر تصنیف ہوئیں .... ہمدانی (ابن الفقیہ) کی تصنیف "کتاب المسالک والممالک" بھی قابل ذکر ہے جو ابن خورداذبہ کی کتاب سے بعض امور میں مختلف ہے۔

عہد عباسیہ میں جغرافیہ کا جو ذوق پیدا ہوگیا تھا اس نے ایک مستقل اسکول اس فن کا پیدا کر دیا اور ابو زید بلخی نے ایک اٹلس (نقشہ) صور الاقالیم کے نام سے مرتب کیا جس سے اصطخری اور ابن حوقل نے بھی فائدہ اٹھایا، لیکن نقشہ سازی کی ابتدا حسب بیان ابن ندیم اس سے قبل احمد بن جعفر الخازن کر چکا تھا۔ اس گروپ کے جغرافیہ نویسوں میں بعد کو المقدسی نے بڑا نام پایا۔ اس کی تصنیف "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" بہت زیادہ واضح و مکمل تھی۔

دسویں صدی عیسوی میں بلخی اسکول کے علاوہ اور بھی متعدد مصنف پیدا ہوئے جن میں اسحاق بن الحسین (مصنف کتاب المرجان)، المطہر المقدسی (مصنف کتاب البدء والتاریخ) اور گردیزی (مصنف زین الاخبار) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

دسویں صدی کا سب سے بڑا مورخ و جغرافیہ داں مسعودی تھا جس نے دور دور کی سیاحت کر کے دو بڑی مشہور کتابیں (مروج الذہب اور کتاب التنبیہ) لکھیں۔ دوسرا سیاح ابن فضلان بھی تھا جو بلغاریان میں سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ایک اور سیاح ابراہیم بن یعقوب نے یورپ کا سفر کر کے وہاں کے حالات لکھے اور ابن سلیمان الاسوانی نے دریائے نیل کی سیاحت کر کے "کتاب اخبار النوبا" لکھی

سیاحت کے سلسلہ میں جو کتابیں جغرافیہ کی لکھی گئیں وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے دوسری کتابوں سے مختلف تھیں، کیونکہ ان میں جغرافیہ کے ساتھ تاریخ بھی شامل تھی۔

اس قسم کے مصنفین میں ابن عبدالحکم (مصنف فتوح مصر) عمر بن محمد الکندی (مصنف فضائل مصر) اور ابن زولاق نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

گیارھویں صدی عیسوی میں بھی اسی قسم کی جغرافی تصانیف کا سلسلہ جاری رہا اور محمد بن سلامہ قزاعی نے "مختار فی ذکر الخطط والآثار" لکھی، جس کے اقتباسات یاقوت اور مقریزی نے بھی دئے ہیں، بارھویں صدی میں "ابوالصلت امیہ بن العزیز" کا الرسالۃ المصریہ بھی اسی قبیل کی تصنیف تھی۔ مغرب (اندلس) کے جغرافیہ کی کتابوں میں الوراق کی "کتاب المسالک والممالک" خاص اہمیت رکھتی ہے

اسی قبیل کی تاریخ وجغرافیہ ملی ہوئی کتابوں میں ارزقی کا رسالہ مکہ کے حالات میں، ابن ابی طاہر کی تاریخ بغداد اور نرشخی کی تاریخ بخارا بھی شامل ہیں

گیارھویں صدی ہجری میں دو بہت بڑے جغرافیہ داں پیدا ہوئے ایک بیرونی مصنف قانون مسعودی جس نے سب سے پہلے ہیئت وجغرافیہ کے متعلق ہندؤں کے معلومات سے مسلمانوں کو آشنا کیا اور دوسرا ابوعبید البکری جس کے ذریعہ سے شمالی افریقہ اور جنوبی روس کے حالات معلوم ہوئے، اسی صدی کی تصنیف ناصر خسرو کا سفرنامہ بھی ہے اور ابراہیم الطرطوشی کی وہ کتاب بھی جس میں اس نے فرانس وجرمنی کے حالات درج کئے ہیں۔

اس صدی کی کتابوں میں جغرافیہ زیادہ تر تاریخی رنگ میں لکھا گیا اور پچھلی کتابوں کے اقتباسات سے بہت کام لیا گیا جو زیادہ تر ہیئتی جغرافیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم اس زمانہ کی تصانیف میں الادریسی کی "نزہت المشتاق" خاص چیز ہے جس میں، نقشے بھی دئے گئے ہیں۔ ایک اور کتاب ابن سعید کی "کتاب الجغرافیہ فی اقالیم السبع" بھی قابل ذکر ہے۔

بارھویں صدی کی تصانیف میں الزہری کی کتاب الجغرافیہ جس میں اسپین کا جغرافیہ زیادہ شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، کافی اہمیت رکھتا ہے

تیرھویں صدی کے جغرافیہ نویسوں میں القزوینی، الحرانی، الدمشقی، ابن الوردی اور الباکوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قزوینی کی "عجائب المخلوقات" اور "عجائب البلدان" نے بڑی شہرت پائی۔ اسی طرح دمشقی کی نخبتہ الدہر، حرانی کی کتاب جامع الفنون، الوردی کی خریطۃ العجائب اور باکوی کی تلخیص الآثار نے کافی قبولیت حاصل کی۔

انسائکلوپیڈیا کی قسم کی تصانیف میں النویری کی "نہایت الارب فی فنون الادب" اور ابن فضل اللہ العمری کی "مسالک الابصار" خاص حیثیت رکھتی ہے

سیاحتی لٹریچر کی ابتدا "رحلۃ ابن جبیر" سے ہوتی ہے (۱۱۸۵ء) اس کے بعد سلسلہ وار ہروی کی "اشارہ علی معرفۃ الزیارہ" (۱۲۱۵ء) ابن المجاور کی "تاریخ المستنصر" (۱۲۳۰ء)، نباتی کی "کتاب الرحلۃ" (۱۲۳۹ء) عبدری کی "کتاب الرحلۃ" (۱۲۸۹ء) طیبی کا "سیاحت نامہ" (۱۳۰۰ء)، محمد بن رشید کی رحلتانی اور سب سے اخیر میں ابن بطوطہ کی تحفۃ النظار لکھی گئی۔

تیرھویں چودھویں صدی عیسوی کے بعد اس قسم کی تصانیف کا سلسلہ تقریباً ختم ہوگیا۔

مصر و شمالی افریقہ

مصر میں خطط کے قسم کے لٹریچر نے ایوبیوں اور مملوکوں کے عہد میں زیادہ ترقی کی۔ اس زمانہ کے خاص خاص جغرافیہ نویس یہ تھے:- ابن مماطی مصنف قوانین الدواوین (۱۲۰۹ء)، عبداللطیف، مصنف حالات مصر (۱۲۲۹ء)، نابلسی مصنف حالات فیوم (۱۲۴۳ء)، الصفدری مصنف کتاب فضائل المصر (وفات ۱۳۶۱ء)، ابن متوج مصنف کتاب الانتقاد (۱۳۲۹ء) ابن جیعان مصنف کتاب تحفۃ السنیہ (۱۳۷۵ء)، ابن دقماق مصنف کتاب الانتصار (۱۴۰۶ء)، القلقشندی مصنف صبح الاعشیٰ (۱۴۱۸ء) المقریزی مصنف "کتاب المواعظ والاعتبار" (۱۴۴۲ء)، خلیل الظاہری مصنف زبدۃ کشف الممالک (۱۴۶۸ء)، سیوطی مصنف حسن المحاضرہ (۱۵۰۵ء) ــــ شمالی افریقہ میں صرف چند جغرافیہ نویسوں کا نام سامنے آتا ہے۔ ان میں ایک الحسن المراکشی تھا جس نے "جامع المبادی والغایات" میں عرض البلد وطول البلد کے چند نقشے بھی دئے تھے، دوسرا عبدالواحد مراکشی (۱۲۲۴ء) جس کی کتاب المعجب نسبتاً زیادہ مفصل ہے تیسرا بہت زیادہ اہم ابن خلدون تھا جس کی "کتاب العبر" کا مقدمہ فن تاریخ وجغرافیہ کے لحاظ سے بہت زیادہ مقبول ومشہور ہوا۔ اسی قبیل کی

تصنیف "کتاب المونس" قیروانی کی ہے

ایران و عراق

مشرق اور عراق میں حالات کے پیش نظر جغرافیہ سے زیادہ سیاسیات کی طرف توجہ کی گئی اور وہاں صرف ایک شخص ہرمبرلس اس ذوق کا پیدا ہوا

ان علاقوں میں جہاں کی ادبی زبان فارسی ہوگئی تھی، وہاں بھی جغرافی تصانیف بہت کم ہوئیں۔ ترجمے البتہ کافی ہوئے۔ اس عہد کی جغرافی تصانیف میں ناصر خسرو کا سفرنامہ، احمد طوسی کی عجائب المخلوقات، بکران کا جہاں نما، قزوینی کی عجائب البلدان کا ترجمہ کافی اہمیت رکھتے ہیں سنہ ۱۳۰۰ء کے قریب نصیرالدین طوسی اور قطب الدین شیرازی نے غیر معمولی شہرت حاصل کی جو نہ صرف جغرافیہ بلکہ تمام علوم اسلامی کے ماہر تھے۔ جوینی کی تصنیف جہاں نما اور رشیدالدین کی جامع التواریخ، ممالک ترک و مغل سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں۔ اسی زمانہ میں ایک اور بہت مشہور شخص حمداللہ مستوفی پیدا ہوا جس کی تصنیف نزہت القلوب بہت مقبول ہوئی۔ اس کا ہمعصر محمد بن یحییٰ مصنف "صورالاقلیم" تھا (۱۳۴۰ء)۔ پندرھویں صدی میں عبدالرزاق سمرقندی نے مطلع السعدین لکھی۔ ۱۵۱۶ء میں علی اکبر نے خطائی نامہ میں فارس و چین کے مفصل حالات قلمبند کئے اور امین احمد رازی نے ہفت اقلیم ۱۵۹۴ء میں تمام کی۔ اس عہد کے نہایت مشہور ماہرین ہیئت میں ایک الغ بیگ تھا اور دوسرا علی بن محمد القوشجی تھا جنھوں نے فلکیاتی جغرافیہ بڑی تفصیل کے ساتھ مرتب کیا

بحری جغرافیہ

عربوں کے کلاسکل لٹریچر میں، سب سے پہلے نویں صدی کے سوداگر سلیمان کا بحری سفرنامہ ہمارے سامنے آتا ہے اور اسکے بعد ابوزید السیرافی کی "سلسلۃ التواریخ" جس میں ہندوستان و افریقہ کے حالات درج ہیں۔ سواحل خلیج فارس، جنوبی عرب اور بحر احمر کے متعلق بہت قدیم زمانہ سے عربوں کی معلومات چلی آرہی تھیں، لیکن اس فن نے تصنیفی حیثیت عہد عباسیہ میں حاصل کی۔ ابن ماجد کے بیان کے مطابق تین کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں لیکن وہ ہم تک نہیں پہونچیں، مسعودی اور مقدسی کے یہاں البتہ بحر ہند کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں، لیکن سب سے پہلا مصنف جس نے "کتاب الفوائد" میں بحری راستوں اور جہازرانی کے اصول سے باقاعدہ بحث کی ابن ماجد تھا۔ (وفات ۱۵۰۰ء) اس کا ایک نوجوان ہمعصر سلیمان المہری تھا جس کی کتاب العمدۃ المہریہ بڑی اچھی تصنیف ہے۔ قریب قریب اسی زمانہ میں ترکی امیرالبحر سیدی علی رئیس نے بحر ہند کے جغرافیہ پر ایک کتاب محیط کے نام سے لکھی (۱۵۵۴ء) اور پیری رئیس نے بحریہ کے نام بحر روم پر۔ قریب قریب اسی زمانہ میں "علی بن احمد بن محمد الشرقی السفاقسی" نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی۔

ترکی و مصر جدید و ایران

ترکوں میں جغرافیہ کا میلان سب سے پہلے قزوینی، ابوالفدا اور ادریسی کی تصانیف دیکھکر ہوا جن کے ترجمے ترکی زبان میں کئے گئے۔ اولین ترکی تصنیف اس سلسلہ میں یازیجی اوغلو احمد کی درمکنون ہے۔ اسکے بعد مصطفیٰ بن علی نے تحفۃ الزمان لکھی۔ لیکن سب سے زیادہ اہم کتاب "محمد بن عمر بن بایزید العاشق" کی مناظر العالم ہے۔ بحری سیاحت کے سلسلہ میں اولیا چلپی کی "تاریخ سیاح" بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے

ترکی کے ماضی قریب میں سامی بیگ نے قاموس العالم اور مصر جدید کے متعلق علی پاشا مبارک نے "الخطط التوفیقیہ" اچھی کتابیں جغرافیہ کی لکھی ہیں۔

ایران کے حالیہ جغرافی لٹریچر میں "محمد حسن خاں اعتمادالسلطنت" کی تصانیف کے علاوہ "مراۃ البلدان"، "مطالع الشمس"۔ حاجی مرزا طبیب کا "فارسی نامۂ ناصری" اور مسعود کیہان کا "جغرافیۂ مفصل ایران" اچھی تصانیف ہیں۔

فلسفہ، کلام، منطق

فلسفہ

اسلامی لٹریچر میں لفظ "فلسفہ" کا استعمال مسلمانوں کے اس فلسفہ کے لئے ہوتا ہے جو زیادہ تر یونانی فلسفہ کے زیر اثر وجود میں آیا تھا۔ عربوں نے ایران و ہندوستان کے فلسفہ سے بھی فایدہ اٹھایا لیکن سب سے پہلے یونانی فلاسفہ کی کتابیں ترجمہ کی گئیں، ان مترجمین میں

حُنین بن اسحاق اور اسحاق بن حُنین کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ ان ترجموں سے مسلمانوں میں کافی آزاد خیالی پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ الکندی کے وقت میں اس آزادہ روی نے نمایاں طور پر الحاد کی شکل اختیار کرلی اور ایک عام آواز فلسفہ کے خلاف بلند ہوئی جس کے سب سے بڑے موید اشعری تھے۔ الکندی کے بعد فارابی آئے جن کی تعلیم پر بعد کو ابن سینا نے اپنے فلسفہ کی بنیاد قایم کی۔ ان کے فلسفہ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ خدا واجب الوجود ہے وہی تمام کائنات کی تخلیق کا علت العلل ہے اور اسی سے چشمۂ وجود جاری ہے۔ اس لئے کائنات بھی قدیم ہے۔ وہ اس بات کا بھی قایل تھا کہ قانونِ قدرت تمام نظامِ عالم پر حاوی ہے اور اس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں

خدا کا جو تصور اس نے پیش کیا وہ اتنا غیر محدود نہ تھا جتنا قرآن سے ظاہر ہوتا ہے۔ قرآنی تصور "کیف مایشاء" کا ہے یعنی خدا جو چاہے کرسکتا ہے، لیکن ابن سینا اس کا قایل نہ تھا کہ خدا قانون قدرت سے ہٹ کر سب کچھ کرسکتا ہے۔ ابن سینا کا فلکیاتی نظریہ بھی مکمل نہ تھا

ابن سینا کے فلسفہ کے مخالفین میں سب سے زیادہ اہم ہستی الغزالی کی ہے جنھوں نے اس کی مخالفت میں ۲۰ رسایل تصنیف کئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ذہنی ترقی کی رفتار دھیمی پڑگئی

اندلس کا اسلامی فلسفہ، ممالک اسلامی میں کم اور عہدِ وسطیٰ کے مسیحی فلسفیوں میں زیادہ مقبول ہوا۔ ابن باجہ کا فلسفہ یہ تھا کہ روحِ انسانی تدریجی ترقی کرکے "الوہیت" سے ہم آغوش ہوسکتی ہے۔ ابن طفیل قایل تھا کہ جو علم طبعی ذرایع سے حاصل ہوتا ہے وہ بھی الہامات ربانی کا ہم آہنگ ہوسکتا ہے اسی فلسفہ کو ابن رشد نے زیادہ قوت و وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ وہ روح کا قایل تھا اور آخرت میں عذاب و ثواب کا بھی۔ اس نے ابن سینا کے بعض نظریوں میں ترمیم بھی کی۔ اس وقت جبکہ فلسفہ کے مقابلہ میں مذہب کے پاؤں اکھڑتے جارہے تھے، غزالی نے بڑا کام کیا اور فلسفہ میں تصوف شامل کرکے عقاید اسلام کو بڑی حد تک فلسفہ کے حدود تک کھینچ لائے

اس عہد کے حکماء میں رازی اور طوسی دو بڑے مرتبہ کے فلاسفر تھے۔ رازی مذہب کو زیادہ تر یونانی فلسفہ ہی کی روشنی میں دیکھتے تھے اور ارسطو سے زیادہ افلاطون سے متاثر تھے۔ انھیں لوگ مشکک کہتے تھے۔ طوسی نے بھی انھیں مسایل کو لیا جو رازی کے سامنے تھے لیکن ان میں ابن کمونہ کے بعض نظریوں کو بھی شامل کرلیا

اس وقت اختلافی چیز زیادہ تر ابن سینا کی "اشارات" تھے اور یہ اختلافات چودھویں صدی تک قایم رہا۔ تفتازانی، اصفہانی اور رومی اس کے موئدین میں سے تھے۔ طوسی کا مسلک ... کے خلاف شہرستانی کے اعتراضات ... ان باہمی اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ فلسفہ کی چھان بین زیادہ ہونے لگی اور اس نے غیر معمولی ترقی حاصل کرلی اور ابن ملکا، زمخشری اور سہروردی ایسی ہستیاں پیدا ہوگئیں جن کے نظریوں کا تتبع بعد کو سہروردی، شیرازی، ہروی، ابن کمونہ اور دوانی نے بھی کیا

ابن سینا نے منطق و فلسفہ پر جو کچھ لکھا وہ بڑا وسیع لٹریچر تھا اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کی تلخیص کی جائے اور اس خدمت کو خوانجی، ابہری اور رازی نے انجام دیا۔ ابہری نے فلسفہ کی ایک قاموس (انسائکلوپیڈیا) بھی لکھی جو بہت مقبول ہوئی، کاتبی کی "شمسیہ" کی متعدد شرحیں لکھی گئیں فلسفہ کی ترقی میں طوسی کی حیثیت ایک مرکزی فیلسوف کی سی تھی۔ انھوں نے اصولی مسایل پر بڑی وضاحت کے ساتھ گفتگو کی اور مذہب و فلسفہ دونوں کو ایک ساتھ ملانے کی کوشش میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس سلسلہ میں ابہری اور قوشجی کی خدمات بھی کافی اہم ہیں۔ قوشجی نے ابن سینا کی تعلیمات کو زیادہ رواج دیا اور غزالی نے فلسفہ کے خلاف جو شکوک و اوہام پیدا کردئے تھے ان کو بڑی حد تک دور کیا۔ قوشجی، ابن سینا کا بڑا مداح تھا، لیکن اس نے علاوہ سہروردی، ابہری، عبدالجبار اور خیام کے نظریوں سے بھی فایدہ اٹھایا

اس وقت یونانی فلسفہ، مفکرین اسلام کے دل و دماغ میں اتنا جاگزیں ہوگیا تھا کہ آخرکار غزالی کی کمان اترگئی۔ ہرچند تفتازانی نے ابن سینا کے نظریوں کی مخالفت کرکے غزالی کا بہت ساتھ دیا، لیکن اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی، صدرالدین شیرازی اس عہد کا بڑا زبردست مفکر تھا، جس نے طوسی پر بہت کچھ لکھا۔ اس نے کائنات کے متعلق ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا

لاہجی، ہروی اور فاروقی کا شمار بھی اس عہد کے اچھے حکماء میں ہوتا ہے

کلام

علم کلام کی دو قسمیں ہیں ایک نقلی اور دوسرا عقلی ۔ نقلی یا منقولات سے تعلق رکھنے والا علم کلام تو وہ ہے جو خود اسلامی فرقوں کے باہمی اختلافات سے پیدا ہوا، اور دوسرا وہ جو فلسفہ کے مقابلہ کے لئے ایجاد ہوا

ابتدا میں اسلام ایک بہت سادہ سا مذہب تھا اور اس کے ماننے والے بغیر کسی جرح و نقد کے اس کے عقاید پر ایمان رکھتے تھے، لیکن جب اسلام کی فتوحات کا دایرہ وسیع ہوا اور دوسری قومیں مسلمان ہوئیں تو وہ اپنے اعتقادات بھی بہت کچھ ساتھ لائیں اور ان کو سوچنا پڑا کہ اسلام کے بتائے ہوئے عقاید ان کے قدیم عقاید سے کس قدر مختلف ہیں اور کیوں ۔ اس سلسلہ میں خدا، رسول، قرآن، حدیث اور تمام اعتقادی مسایل پر غور ہونے لگا ۔ اس طرح اختلاف خیال کی بنا پر اسلام میں متعدد فرقے پیدا ہوگئے[1] اور ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کی تائید میں آیاتِ قرآنی اور احادیث کی تاویلیں کرنا شروع کر دیں

عقلی علم کلام فلسفہ کے مقابلہ کے لئے ایجاد ہوا ۔ بنو امیہ کے زمانہ میں مذہبی مناظرے و مباحثے زیادہ تر خود مسلمانوں ہی کے مختلف فرقوں تک محدود تھے، لیکن جب عہدِ بنی عباس میں مجوسی، یہودی اور عیسائی اسلامی درسگاہوں میں علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور حکومت نے مذہبی مباحث پر آزادانہ گفتگو کی اجازت دیدی تو پھر اسلامی عقاید پر ردّ و قدح شروع ہوگئی اور زندقہ و الحاد کے خیالات لوگوں میں پیدا ہونے لگے۔ خلیفہ مہدی نے یہ دیکھکر حکم دیا کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کئے جاتے ہیں ان کے جواب میں کتابیں لکھی جائیں، اور یہ تھی ابتدا عقلی کلام کی، لیکن اس فن کا نام علم کلام مامون الرشید کے زمانہ میں رکھا گیا جب معتزلہ سامنے آئے

اس فن کا نام علم کلام اس لئے رکھا گیا کہ سب سے پہلا اختلاف "کلام الہی" کے متعلق پیدا ہوا تھا یا اس لئے کہ فلسفہ کی ایک شاخ یعنی منطق کا جو نام تھا وہی اس فن کا بھی رکھا گیا کیونکہ منطق اور کلام دونوں مترادف ہیں

محدثین اور علماء ظاہر، علم کلام کے بڑے مخالف تھے ۔ لیکن خلفاء عباسیہ، برمکی وزراء اور دیلمی فرمانرواؤں نے اس فن کی بڑی حمایت کی، اور اس کو کافی ترقی ہوئی

سب سے پہلے ابوالہذیل نے اس فن پر کتابیں لکھیں اور پھر بعد کو اس کے شاگرد نظام نے اس کو بہت ترقی دی۔ یہ دونوں معتزلی تھے ۔

علم کلام کی بنیاد دوسری صدی ہجری میں پڑ گئی تھی، لیکن اس کی ترقی تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ہوئی ۔ پانچویں صدی ہجری میں اس کا زوال شروع ہوا، کیونکہ عنانِ حکومت ترکوں اور دیلمیوں کے ہاتھ آگئی تھی اور یہ لوگ صرف تلوار کے دھنی تھے، علمی مسایل سے انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ عہدِ بنی عباس میں خاص خاص علماء کلام یہ تھے :- ہشام بن عبدالملک، علی بن ہیثم، ابوالحسن مالک حضرمی، ابوالہذیل، نظام، معمر بن عباد، جاحظ، ابوالقاسم بلخی ۔

پانچویں صدی میں بھی جبکہ علم کلام کو زوال شروع ہوگیا تھا، بعض متکلمین بڑے پایہ کے موجود تھے مثلاً :- ابوالحسین بصری، ابواسحاق اسفرائنی، قاضی عبدالجبار معتزلی ۔

علم کلام کا اصل مقصد ان اعتراضات کا جواب دینا تھا جو عقلاً قرآن کے بیانات پر وارد ہوتے تھے اور اس سلسلہ میں وجودِ باری کی حقیقت، نبوت کا مفہوم، قصص قرآن، معجزات اور مسایل حشر و نشر، دوزخ و جنت وغیرہ سبھی سامنے آئے اور متکلمین نے ان کو مختلف تاویلات کے ساتھ عقلاً صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں قرآن کی تفاسیر بھی عقلی نقطۂ نظر سے لکھی جانے لگیں ۔ ان مفسرین میں ابومسلم اصفہانی، ابوالقاسم بلخی، قفال، خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں

جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے ۔ اول اول علم کلام کا تعلق زیادہ تر روایات و منقولات سے تھا لیکن بعد کو امام غزالی کے زمانہ سے اس کا تعلق عقل و معقولات سے بھی ہوگیا جسے امام رازی نے بڑی ترقی دی ۔

---

[1] ان فرقوں میں شیعہ، سُنّی، خارجی اور معتزلہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں ۔

منطق

عرب فلسفیوں نے منطق کی بنیاد ارسطو کی تعلیمات پر قایم کی اور اس میں کہیں کہیں رواقیت اور "افلاطونیت جدیدہ" کو بھی شامل کر دیا عربوں نے یونانی فلسفہ و منطق پر۔ جس میں انھوں نے مہارت کامل حاصل کر لی تھی۔ حاشیے بکثرت لکھے اور ان کی بنیاد پر خود بھی کتابیں تالیف کیں۔ ارسطو کی منطق پر عربوں نے خصوصی طور پر بہت توجہ کی اور مابعد الطبیعیات پر زیادہ زور نہیں دیا

عرب فلسفیوں نے فلسفہ اور منطق کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ کتابیں لکھیں۔ ان مصنفین میں فارابی اور بوعلی سینا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بوعلی سینا کی کتاب "مقالۃ فی تقسیم الحکما والعلوم" اور فارابی کی تصنیف "کتاب اصلاح العلوم" خصوصیت کے ساتھ بہت اہم سمجھی جاتی ہیں جنکا عہد وسطیٰ کے مغربی فلسفیوں پر بڑا گہرا اثر پڑا

عرب منطقیوں کے اقوال کے مطابق منطق، معلوم سے غیر معلوم کے متعلق علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، لیکن اس کا اصل مقصد نیک و بد کی تمیز اور تکمیل روحانیت ہے

چونکہ منطق اور فلسفہ دونوں ایک قبیل کی چیزیں ہیں اور تمام حکما و اسلام، منطقی بھی تھے، اس لئے منطق کو فلسفہ سے علحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہیئت

فضا اور کواکب و نجوم سے دو علم متعلق ہیں جن میں سے ہر ایک کا موضوع بالکل جداگانہ ہے۔ ایک وہ جسے علم نجوم یا علم احکام نجوم یا علم تنجیم کہتے ہیں اور دوسرا وہ جو ہیئت یا فلکیات کے نام سے موسوم ہے۔ پہلے کا مقصود گردش کواکب کو دیکھ کر پیشین گوئی کرنا ہے اور دوسرے کا صرف اجرام فلکی کے متعلق تحقیق و جستجو

علم تنجیم کو ارسطو نے علوم طبیعیہ کی شاخ قرار دیا ہے لیکن فارابی اور ابن خلدون وغیرہ نے اس کو علوم ریاضیہ میں شامل کیا ہے۔ میرے نزدیک علم التنجیم کا جس حد تک تعلق ہیئت سے ہے اسے ریاضی کی شاخ سمجھنا چاہئے اور احکام صادر کرنے کا حصہ ان علوم طبیعیہ سے وابستہ ہے جن میں علم فراست (قیافہ) علم الکیمیا اور علم تعبیر الرؤیا وغیرہ داخل ہیں

علم تنجیم کی بنیاد اس اعتقاد پر قایم ہے کہ تمام تغیرات "عالم کون و فساد" کے اجرام فلکی کی گردش سے وابستہ ہیں اور اس سلسلہ میں جسقدر اصطلاحات مرتب ہو گئی ہیں ——— ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے دیگر علوم و فنون کی طرح اس طرف بھی خاص توجہ کی اور ہیئت کی بہت سی اصطلاحات کی طرح، علم نجوم کے بھی تمام اصطلاحات یورپین لٹریچر میں انھیں سے لئے گئے۔ مسلم ماہرین علم نجوم نے زیادہ تر ان تین باتوں کی طرف توجہ کی۔ اول روزانہ واقعات زندگی کے متعلق سوالات کا جواب دینا۔ مثلاً یہ کہ فلاں چیز ملے گی یا نہیں، فلاں شخص کہاں غائب ہو گیا ہے، فلاں چور پکڑا جائے گا یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کا اصطلاحی نام مسایل ہے۔ دوسرے کسی کام کرنے کے لئے نیک ساعت بتانا جسے اصطلاح میں "اختیارات" کہتے ہیں تیسرے زائچہ طیار کرنا جس سے کسی شخص کو ماضی و مستقبل کے حالات معلوم ہو سکیں اسے اصطلاح میں "تحویل سنی الموالید" یا "تحویل سنی العالم" کہتے ہیں

عرب کے مسلمانوں نے اس فن کو مختلف ذرایع سے حاصل کیا، یونانی ذرایع سے افلاطون، وٹیس ولینس (VETTIUS VALANS.) ڈروتھیس سڈونس (DAROTHEUS SIDONIUS) ٹیوسر (TEUCER) انتیاکوس (Antia Chos) مخصوص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ یونانی ذرایع کے پہلوی اور ہندی کتابوں سے بھی انھوں نے مدد لی اور مصر، عراق اور شام میں جو زبانی روایات اس فن کے متعلق چلی آ رہی تھیں ان سے بھی فایدہ اٹھایا۔ الغرض مسلمانوں کا علم تنجیم ان سب کا امتزاج تھا جو نہایت مکمل طریقہ سے ابو معشر کی تصانیف میں پایا جاتا ہے۔

فلاسفہ و فقہا وغیرہ نے سوائے الکندی، فخر الدین رازی اور اخوان الصفا کے ہمیشہ اس علم کی مخالفت کی، لیکن عملاً یہ مخالفت بیکار ثابت ہوئی اور تمام خلفا و امراء کے دربار میں اہل تنجیم کا با اثر ہونا تاریخ سے ثابت ہے

اس فن میں ابو معشر کی مشہور تصانیف کے علاوہ الکندی کے رسایل جن میں اسلام کا زائچہ طیار کیا گیا تھا، علی بن رضوان کی شرح افلاطون کی کتاب پر، احمد بن یوسف کی شرح کتاب الثمرہ پر، ابوالحسن علی بن ابی رجال کی تصانیف، سہل بن بشر، ابوبکر الحسن بن الخصیب، ابو علی یحییٰ بن الخیاط، محمد بن عمر بن الفرخان الطبری کی کتابیں جن کے ترجمے پہلے لاطینی زبان میں اور پھر یورپ کی دوسری زبانوں میں ہو کر مشہور ہو چکے ہیں۔ اس فن میں مسلمانوں کے

مشہور علمی کارنامے یہ ہیں :-

علم الافلاک یا علم ہیئت میں مسلمانوں کی کاوشیں بہت زیادہ قابل قدر ہیں، یوں تو اہل عرب ظہورِ اسلام سے قبل ہی ہیئت کا کچھ نہ کچھ عملی علم رکھتے تھے جسے اُن کی صحرائی زندگی اور بدویانہ طرز معاشرت نے مجبوراً سکھا دیا تھا (کیونکہ رات کی سیاحتوں نے جن کا وہاں بہت زیادہ رواج تھا انھیں بتا دیا تھا کہ چاند اور ستاروں کی جائے وقوع اور اوقات طلوع و غروب سے وقت اور موسم کا حال معلوم کر لیا کریں) لیکن علمی حیثیت سے اس کا رواج دوسری صدی ہجری میں ہوا اور اس کی ابتدا سنسکرت کی ان کتابوں سے ہوئی جو ۱۵۶ھ میں دربار خلافت تک پہونچیں - یہ کتابیں برہما گپتا کی تھیں اور انھیں کو پیش نظر رکھ کر ابراہیم حبیب الفزاری اور یعقوب بن طارق نے عربی میں اس فن کی کتابیں مرتب کیں اور ابوالحسن اہوازی نے گردش سیارگان کا نقشہ بنایا ان کتابوں میں جس اصول پر نقشے دیئے گئے تھے اس کا نام انھوں نے السندالسید رکھا جو یقیناً سنسکرت لفظ سدھانتا کی بگڑی ہوئی صورت ہے - یہ اصول تقریباً پانچویں صدی ہجری تک قایم رہا

اس کے بعد پہلوی کتابوں اور نقشوں سے مدد لی گئی، چنانچہ عربی کا زیج شاہ یا زیج شہریا پہلوی نقشہ زیک شترو ایاری کا مترادف ہے جو ساسانی حکومت کے زمانہ میں طیار ہوا تھا، تیسری صدی ہجری میں مسلمان ہیئت داں اس زیج کے زیادہ مایل تھے لیکن اس کے بعد اس کا رواج ختم ہو گیا۔

ہیئت میں یونانی اثر کو مسلمانوں نے بہت بعد میں قبول کیا لیکن صد درجہ استحکام کے ساتھ سب سے پہلے (Almagest) کا، المجسطی کے نام سے رواج ہوا جو زیادہ کامیاب چیز نہیں کہی جا سکتی لیکن اس کے بعد حجاج بن مطر اور حنین بن اسحاق نے زیادہ بہتر صورت میں اس خدمت کو انجام دیا - اس سلسلہ میں اور بعض مشہور یونانی ہیئت دانوں کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا

باقاعدہ رصدگاہوں کے استعمال کی ابتدا جند شاپور میں (جو ایران کے جنوب و مغرب کا ایک مقام ہے) ہوئی اور احمد النہاوندی نے اپنی مشہور زیج المشتمل طیار کرنے کے زمانہ میں آلات رصدگاہ کا استعمال کیا

مامون الرشید عباسی کے زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی اس فن میں اپنے عروج پر تھی - بغداد کی رصدگاہ میں یحییٰ بن ابی منصور کی نگرانی میں دربار خلافت کے ہیئت دانوں نے باقاعدہ گردش اجرام کا معائنہ کیا، المجسطی کے تمام اصول کی علمی تصدیق کی اور بہت سے مسایل ہیئت عملی طور پر حل کئے اور الزیج الممتحن طیار کیا جس کی تصدیق کوہ قاسیاں کی رصدگاہ سے بھی کی گئی - عہد مامون الرشید میں تدمر اور الرقہ کے درمیان دائرۂ نصف النہار کے ایک درجہ کی پیمایش ایک مشہور واقعہ ہے عہد مامون میں محمد بن موسیٰ الخوارزمی بھی نہایت مشہور ہیئت داں ہوا جس کی زیج دو صدی تک رائج رہی

۸۵۰ء سے ۸۰۰ء تک موسیٰ بن شاکر کے تین بیٹوں نے خود اپنے گھر پر رصدگاہ قایم کر کے ہیئت کا مطالعہ کیا - اسی صدی میں شیراز، نیشاپور، سمرقند وغیرہ میں بھی رصدگاہوں سے کام لیا گیا - تیسری صدی ہجری میں ثابت بن قرۃ البستانی المہانی، النائریزی وغیرہ مشہور ہیئت داں گزرے ہیں

سلاطین بویہ کے زمانہ میں بھی ایک رصدگاہ قایم ہوئی اور عبدالرحمان الصرفی، ابن الاعلم، ویجن بن رستم الکوہی، احمد الصاغانی اور ابوالوفا وغیرہ بڑے بڑے ہیئت داں دربار میں جمع ہو گئے - اسی زمانہ میں غزنہ میں البیرونی تھا جس کے کارنامے بہت مشہور ہیں

مصر میں باقاعدہ مطالعۂ ہیئت فاطمی خلیفہ العزیز کے زمانہ میں شروع ہوا، اس خلیفہ نے قاہرہ میں ایک رصدگاہ قایم کی اور ایک جایداد اس کے متعلق وقف کی گئی - اسی رصدگاہ میں ابن یونس نے اپنا مشہور "الزیج الحاکمی" طیار کیا - اسپین میں دسویں صدی عیسوی کے وسط سے اس طرف توجہ ہوئی تو شاہزادگان قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ نے بھی اس جانب اعتنا کیا یہاں جو تصانیف ہوئیں وہ پہلے اسپینی زبان میں اور پھر لاطینی میں منتقل ہوئیں - یہاں کے مشہور ہیئت داں مسلمہ المجریطی، ابن السمح، جابر ابن افلح اور الزرقالی تھے - شمالی افریقہ میں ہرچند کوئی باقاعدہ رصدگاہ قایم نہیں ہوئی تاہم بعض ہیئت داں وہاں ایسے پیدا ہوئے جن کا نام تاریخ میں پایا جاتا ہے اور جن میں ابو علی الحسن المراکشی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں -

مشمالی ایران میں سلجوقیوں کا دربار بھی اس علم کے ماہرین سے خالی نہ تھا، چنانچہ جلال الدین ملک شاہ سلجوقی کے زمانہ میں بمقام نیشاپور رصدگاہ قایم ہوئی اور اسی کے بعد الخزائنی نے زیج سنجری طیار کی

الک خانی خاندان کی مشہور خونریز وخوں آشام ہستی ہلاکو نے بھی مراغہ میں ایک بڑی رصدگاہ نصیر الدین طوسی کی نگرانی میں طیار کرائی علامہ طوسی نے بارہ سال کے مطالعہ کے بعد زیج الکنعانی شایع کی۔ طوسی کا ایک شاگرد قطب الدین محمود الشیرازی بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

قاہرہ میں ایک شخص ابن الشاطر بڑا ماہر فلکیات پیدا ہوا جس کے مرتب کئے ہوئے زائچے شام، مصر اور تمام شمالی افریقہ میں رائج ہوئے تیمور کے پوتے سلطان الغ بیگ نے سمرقند میں ایک بہت بڑی رصدگاہ تعمیر کرائی، جس میں جمشید الکاشی، قاضی زادہ، الرومی اور علی القبجی ایسے مشہور ماہر فن معمور کئے گئے اور خود سلطان الغ بیگ نے کئی سال تک رصدگاہ کی صدارت کی مگر افسوس ہے کہ الغ بیگ کے ساتھ ہی اسلامی دنیا سے ہیئت کی اصلی شان مٹ گئی اور اس کے بعد صرف جنتریاں بنانے والے اور اوقات نماز بتانے والے لوگ رہ گئے

مسلمان ہیئت دانوں نے نظام بطلیموس کا تتبع کیا اور زمین کو ساکن مان کر دیگر اجرام فلکی کی گردش کو دائرہ وار تسلیم کیا۔ البتہ اسپین کے بعض فلاسفہ نے نظام بطلیموسی کی مخالفت کی۔ ان میں سب سے پہلا محمد بن یحییٰ تھا جو ابن باجہ کے نام سے مشہور ہے" ابن طفیل نے بطلیموس اور ابن باجہ دونوں کی مخالفت کی۔ ابن رشد نے حرکت کو لولبی (Spiral) تسلیم کیا

الغرض مسلمانوں کے کارنامے علم ہیئت میں دیگر علوم ریاضیہ کی طرح کم نہیں ہیں اور یوروپ کا بہت سا علمی ذخیرہ فلکیات سے متعلق مسلمانوں ہی کی کتابوں کا ترجمہ ہے

- - - - - - - - رہ گیا یہ امر کہ آیا ہماری زندگی اور معاملات زندگی پر اجرام فلکی کا کوئی اثر ہوتا ہے یا نہیں، سو اس کا جہاں تک علمی تعلق ہے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حوادث طبیعی کا تعلق زیادہ تر گردش سیارگان ہی سے ہے اور اب جبکہ فضا کی شعاعوں کے اثرات بداہتہً ثابت ہوتے جارہے ہیں۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اہل زمین کی صحت و بیماری، ترقی و تنزل کا تعلق فضا اور مافی الفضا سے نہیں، لیکن کسی کا یہ خیال کرلینا کہ جو کچھ کرتے ہیں اجرام فلکی کرتے ہیں" بیشک لغو و مہمل ہے اور اسی خیال سے مذہب نے اہل نجوم کی پیشین گوئیوں کے خلاف احتجاج کیا، البتہ ان کو اگر بجائے فاعل کے دلایل و ذرایع مان لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور بڑی حد تک حقیقت سے بھی قریب ہے۔

ہندسہ

اہل عرب " GEOMETRY " کو " علم الہندسہ " کہتے ہیں جو غالباً فارسی لفظ اندازہ کا معرّب ہے۔ اہل عرب نے یہ علم اقلیدس کی تصانیف سے حاصل کیا جن کا ترجمہ سب سے پہلے حجاج بن یوسف بن مطر نے کیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے ارخمیدلیس (ARCHEMEDES اور اپولونیس (APPOLONIUS) کی تصانیف سے فایدہ اٹھایا اور پھر ہندوستانی سدھانت سے۔ ہیرو (HERO) کی تصانیف سے انھوں نے عملی ہندسہ یعنی " مساحت و پیمایش کا فن سیکھا۔

خالص علم الہندسہ پر عربوں کی صرف دو کتابیں قابل ذکر ہیں۔ پہلی تو وہ ہے جسے موسیٰ بن شاکر کے تین بیٹوں (محمد - احمد - حسن) نے تصنیف کیا اس کا ترجمہ انگریزی اور جرمن میں ہوا اور دوسری ابوالوفا بزجانی کی

اول الذکر تصنیف ۱۸ مقالات پر مشتمل ہے جن میں دایرہ، مثلث اور مخروطی جسم کا رقبہ نکالنے کے اصول بتائے گئے ہیں، موخر الذکر کتاب میں ہندسہ کے بہت سے مسایل حل کئے گئے ہیں

ان کے علاوہ عربوں نے ہندسہ پر بہت سے رسایل لکھے جو حساب و ہندسہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسایل الجبرا کو ہندسہ کی مدد سے حل کرنے اور مثلث کی ریاضی میں اہل عرب ہندوؤں اور یونانیوں سے سبقت لے گئے تھے۔ اس فن میں مصری ابوکامل شجاع بن اسلم نے خاص شہرت حاصل کی۔ عمر خیام دوسرا شخص تھا جو مسایل الجبرا کو ہندسہ کی مدد سے حل کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ مساحت پر البتہ عربوں کی کتابیں کم پائی جاتی ہیں۔

حساب علم الحساب کا مفہوم میں بہت وسیع ہے اور تمام علوم ریاضیہ یہاں تک کہ موسیقی بھی اس میں شامل ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، نظری (THEORETICAL) اور عملی (PRACTICAL)

کہا جاتا ہے کہ ۱۵۶ھ میں ہندی ہیئت اور اعداد بغداد میں پہونچے لیکن جدید تحقیقات سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ فاتحین بنی امیہ جب شمالی افریقہ اور اسپین سے لوٹے تو اپنے ساتھ غباری اعداد بھی لائے اور شام و دمشق میں انھیں رائج کیا۔ اس کے بعد وہاں ہندی اعداد پہونچے اور پھر بغداد میں رائج ہوئے۔ لیکن ان ہندی اعداد کے علم کے باوجود عرب کے ریاضی داں زیادہ تر وہی غباری اعداد استعمال کرتے تھے اور اہل عرب نے ہندی اعداد کو آہستہ آہستہ بالکل اسی طرح دیر میں قبول کیا جس طرح یوروپ نے عربی اعداد کو۔ الغرض نویں صدی عیسوی تک عربوں میں ہندوستانی اعداد کا عام رواج نہیں ہوا اور الکرخی نے اپنی کتاب "کافی فی الحساب" میں یہ اعداد استعمال نہیں کئے۔ ہیئت کے حساب میں بھی قدیم شامی اور یونانی میں حساب جمل کا رائج تھا (یعنی ابجد ہوز کا) جس میں اعداد کی جگہ حروف لکھے جاتے تھے۔

سب سے پہلے موسیٰ الخوارزمی (قدیم عرب ریاضی داں) نے ہندی اعداد کا استعمال شروع کیا۔ اس کے بعد علی بن احمد النسوی نے بھی یہی اعداد استعمال کئے اور ایک کتاب "المقنع فی الحساب الہندی" لکھی

فن حساب پر عربوں کی قدیم تصانیف میں، ابوزکریا محمد الحصّار کی تصنیف "کتاب الصغیر فی الحساب" اور ابوالحسن علی القلصدی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

ان کے یہاں جمع، تفریق بائیں طرف سے کی جاتی تھی۔ اور SQ R : ROOT کے لئے کوئی علامت موجود نہ تھی بلکہ اس کے لئے لفظ جذر لکھ دیا جاتا تھا۔ عربوں میں ہاتھوں کی انگلیوں کے ذریعہ سے بھی شمار کرنے کا رواج تھا جسے وہ "حساب الید والہوا" کہتے تھے

طب مسلمانوں نے اس فن میں غیر معمولی ترقی کی۔ سب سے پہلے ان کی واقفیت طب یونانی سے شامی و ایرانی ذرائع سے ہوئی اور پھر خود انھوں نے یونانی کتابوں کے ترجمے کرنے شروع کر دئے۔ طب کی قدر دانی میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہ تھی چنانچہ خلفا و امراء کے دربار میں یہودی، عیسائی، مجوسی، صابئی بلکہ ہندو اطباء بھی پائے جاتے ہیں

مسلمانوں نے یونانی اطباء میں زیادہ تر بقراط اور جالینوس کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔ بقراط کے مترجمین میں حنین بن اسحاق خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے

عیسائی اطباء میں ابن ماسویہ نے جو ہارون الرشید کے دربار کا طبیب خاص تھا، خاص شہرت حاصل کی۔ یہ کتابوں کے ترجمہ کرنے پر بھی مامور تھا اور اس فن کی تعلیم بھی دیتا تھا۔ اسی زمانہ میں بختیشوع بھی رشید کے دربار تک پہونچا۔ یہ دونوں جندی شاپور سے آئے تھے۔ مصر کے فاطمی خلیفہ حاکم کے دربار کا مشہور طبیب علی بن رادندی بھی عیسائی تھا جس نے جالینوس کی بڑی اچھی شرح لکھی۔ آل بویہ کے فرمانروا عضد الدولہ کے دربار کا طبیب علی بن عباس مجوسی تھا۔ اس نے بوعلی سینا کی قانون سے پہلے ایک کتاب لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ خلیفہ قاہر کے دربار کا طبیب سنان صابئی مذہب کا تھا اور خلیفہ کا اتنا معتمد علیہ شخص تھا کہ اطباء کو سند دینے کی خدمت اسی کے سپرد کی گئی تھی

مسلمانوں میں رازی، بوعلی سینا، ابن باجہ اور ابن طفیل بڑے مشہور ماہرین طب ہوئے ہیں۔ رازی، رے اور بغداد کے شفاخانوں میں مہتمم کی حیثیت سے مامور رہے اور الحاوی اور منصوری دو کتابیں لکھ کر غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ رازی صرف طبیب نہ تھے، بلکہ جراح بھی تھے۔ دواسازی کے بھی ماہر تھے اور علم الکیمیا کے بھی۔ شیخ الرئیس بوعلی سینا کی کتاب "القانون" نے جتنی شہرت حاصل کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کا ترجمہ مشرق و مغرب کی اکثر زبانوں میں کیا گیا۔

اندلس کے اطباء میں ابن باجہ اور ابن طفیل نے بڑی شہرت حاصل کی یہ دونوں الموحدون کے عہد کے طبیب تھے۔ ان کے علاوہ ابن رشد (ابن طفیل کے شاگرد) بھی اسی زمانہ کا طبیب تھا جس کی کلیات نے بوعلی سینا کی قانون سے کم شہرت نہیں پائی۔ ابن زہر اور اس کا خاندان بھی اس فن میں بڑی مہارت رکھتا تھا

عربوں سے یہ فن پہلے یہودیوں میں پہونچا اور پھر عیسائیوں میں۔ عربوں نے صرف یونانی کتابوں پر قناعت نہیں* کی بلکہ خود بھی ریسرچ کرکے متعدد دواؤں کے خواص معلوم کئے

علم تشریح و جرّاحی

علم تشریح سے مراد (ANATOMY) ہے، یعنی تمام اعضاء انسانی کی ساخت کا علم۔ مسلمانوں میں یہ فن زیادہ مقبول نہیں ہوا کیونکہ کسی جاندار کی تصویر بنانا مذہبًا ممنوع تھا اور اخلاقی حیثیت سے جسم انسانی کی چیر پھاڑ (جرّاحی) بھی پسند نہ کی جاتی تھی۔ اس فن کا اولین امام جالینوس تھا جس نے ، اکتابیں اس موضوع پر لکھیں۔ یہ عمل تشریح زیادہ تر بندروں پر کیا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو جب کبھی موقع ملا تو اس فن کی معلومات حاصل کرنے کی کوشش انھوں نے کی چنانچہ عبداللطیف سیاح کو جب معلوم ہوا کہ مصر میں کسی پہاڑی پر انسانی ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں تو وہ ان کے دیکھنے کے لئے گیا اور کچھ باتیں نوٹ کیں

جالینوس اور دوسرے یونانی علماء تشریح کی کتابیں جب عربی میں ترجمہ کی گئیں تو بعض مسلم اطبا کو اُس طرف توجہ ہوئی اور ابن سینا، علی بن عباس اور رازی نے اس فن پر کتابیں بھی لکھیں جن میں ہڈیوں، عضلات، اعصاب اور تمام اندرونی و بیرونی اعضاء جسمانی کی تشریح کی گئی تھی ان کا ترجمہ بعد کو لاطینی زبانوں میں کیا گیا۔ قثاطیر (CATHETER) کا موجد بھی رازی ہی تھا

عربوں میں ابوالقاسم الزہراوی (عبدالرحمان ثالث فرمانروائے قرطبہ کا طبیب خاص) اور ابن زہر (اشبیلیہ) نے اس فن میں خاص شہرت حاصل کی۔ زہراوی نے ایک بڑی مبسوط تصنیف "التصریف" کے نام سے چھوڑی اور ابن زہر نے جرّاحی میں غیر معمولی کمال پیدا کیا۔ زہراوی نے جرّاحی کے آلات اور عمل جرّاحی کے نقشے بھی دئے ہیں

مسلمانوں میں اس فن کے بعض ماہرین کے نام یہ ہیں :-

ابن بیطار (مصنف جامع المفردات الادویہ) - امین الدولہ ابوالفرج یعقوب (مصنف عمدۃ الجراحین)۔ محمد ابن ابراہیم (مصنف غنیۃ اللبیب

بصریات

یعنی روشنی، رویت، انعطاف نور اور اختلاف مناظر کا علم۔ اس کا تعلق ریاضیات فلکیہ سے ہے جو ہندسہ کی ایک شاخ ہے اس کے تحت، جن امور سے بحث کی جاتی ہے وہ یہ ہیں :-

(۱) روشنی کی حقیقت کیا ہے۔ (۲) قوت باصرہ کسے کہتے ہیں۔ (۳) اشیاء کا احساس باصرہ سے کیونکر ہوتا ہے اور (۴) خطوط شعاعی کے انحراف و انعکاس کا باصرہ پر کیا اثر پڑتا ہے

اس علم کے موجد و واضع یونانی تھے اور عربوں نے دوسرے علوم یونانی کے ساتھ اسے بھی انھیں سے حاصل کیا اور پھر اس میں خود ایجادات و اختراعات کیں۔ مسلمانوں نے یونانی سے جن کتابوں کا ترجمہ کیا ان میں بطلیموس کی المجسطی اور اقلیدس کی کتاب المناظر خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں

اس موضوع پر افلاطون کی کتاب کا ترجمہ حنین نے کیا، ارسطو کی "کتاب الانوار" کا ابن ناعمہ نے، اقلیدس کی "الظاہرات" کا قسطا بن لوقا نے اور بطلیموس کی مجسطی کا مختلف لوگوں نے کیا

مسلمانوں میں جن علماء نے اس موضوع پر ماہرانہ تصانیف کی ہیں ان کی فہرست یہ ہے :-

۱- الکندی۔ حکماء اسلام میں یہ سب سے پہلا شخص ہے جو تمام علوم حکمیہ میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اس نے مختلف علوم و فنون پر ۲۶۵ کتابیں لکھیں جن میں آٹھ بصریات پر تھیں۔ ان میں سے ایک "حقیقت نور و ظلمت" پر ہے، دوسری شعاعوں کے انکسار پر اور تیسری مناظر و مرایا پر۔ الکندی کی یہ تصانیف بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جن پر دوسرے حکماء نے اپنی تحقیقات کو جاری رکھا

۲- ابن ہیثم جسے ابن خلدون نے بہت بڑا ماہر بصریات تسلیم کیا ہے۔ اس فن پر اس نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں کتاب "الفجر والشفق" اور کتاب المناظر بہت مشہور ہوئی۔ موخرالذکر کتاب کی سات جلدیں ہیں جن میں بصریات کے تمام پہلوؤں سے اس نے بحث کی ہے۔ اس فن پر یورپ کی تمام معلومات کا ذریعہ یہی کتاب ہے۔ اس نے آتشی شیشوں کے انعکاس پر متعدد کتابیں لکھیں

۳- حکیم ابوجعفر الخازن المروزی۔ سب سے پہلے اس نے کرۂ ہوا میں انکسار نور کی مقدار دریافت کی۔ علم مناظر و مرایا میں اس کی ایک تصنیف ہے

جس میں شعاعوں کے منحنی (ترچھا) پڑنے اور طلوع و غروب کے وقت چاند سورج کے بڑا نظر آنے پر بحث کی ہے۔ یہ ہندسہ و ہیئت کا بھی بڑا ماہر تھا

۴۔ ابوریحان بیرونی۔ مختلف علوم و فنون کا جید عالم تھا اور علوم ریاضیہ و فلکیات میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ بصریات پر اس نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں تجرید الشعاعات۔ کتاب اللمعات۔ بڑے مرتبہ کی تصانیف ہیں۔ اس نے قانون مسعودی میں بھی کئی جگہ اس فن پر بحث کی ہے

۵۔ معلم ثانی محمد ابونصر فارابی۔ نے علحدہ کوئی کتاب اس فن پر نہیں لکھی لیکن اپنی مشہور تصنیف نیل السعادت پر اس پر بھی کافی بحث کی ہے جس سے اس کی وسعت نظر کا اندازہ ہو سکتا

۶۔ ابوبکر رازی نے حقیقت بصر اور شروط نظریہ دو کتابیں لکھیں

۷۔ عبداللہ بن مردا نے شعاعوں کے انکسار پر تین کتابیں لکھیں

۸۔ عبیداللہ بن حسن نے شعاعوں کی حقیقت پر دو کتابیں تصنیف کیں

۹۔ ابوسہل بن نوبخت نے تشبیہ و تمثیل (مناظر و مرایا) پر ایک کتاب تصنیف کی

۱۰۔ حسن بن موسیٰ اس فن کا بڑا ماہر تھا اس نے آلات مناظر کی صناعت پر ایک بے مثل کتاب تصنیف کی

۱۱۔ محقق طوسی اور قزوینی نے شعاعوں کے انعکاس پر تین کتابیں لکھیں

۱۲۔ ابن ابی رافع نے انعکاس مناظر پر ایک کتاب تصنیف کی

ان کے علاوہ دیگر حکماء اسلام نے بھی اس فن پر متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن اب ان میں سے اکثر نایاب ہیں

موسیقی عربوں میں موسیقی اور غنا دو چیزیں علحدہ علحدہ مفہوم رکھتی ہیں۔ موسیقی کا تعلق گانے کے علم یا تھیوری سے ہے اور اسے اہل عرب نے ریاضی کی شاخ میں رکھا ہے۔ غنا کا تعلق عمل یعنی "الحان" سے ہے۔ اسی لئے لحن بنانے والے (COMPOSOR) کو وہ موسیقار اور لحن سے گانے والے کو مغنی یا مطرب کہتے ہیں

دوسرے فنون کی طرح عربوں نے موسیقی میں بھی یونانیوں سے استفادہ کیا، لیکن اس سے قبل دوسری تیسری صدی ہجری میں وہ خود اپنی موسیقی بھی رکھتے تھے۔ گو ظہور اسلام سے قبل فارسی و عربی موسیقی قدیم سامی موسیقی سے متاثر ہوئی، لیکن وہ خود اس کے بھی کچھ اصول ضرور رہے ہوں گے جن کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہوا

فارابی نے اپنے زمانہ کے ایک ساز طنبور البغدادی (یا المیزانی) کا ذکر کیا ہے جس کے پردے یا طبقے قبل اسلام کی عربی موسیقی کے مطابق ہوتے تھے الغرض پہلی صدی ہجری میں وہاں موسیقی کی تھیوری ضرور پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مغنی ابن مسجاح کے متعلق معلوم ہے کہ اس نے ایرانی اور رومی دونوں جگہ کی موسیقی ملاکر خود اپنی موسیقی علحدہ پیدا کی تھی۔ اسی زمانہ میں عربوں نے ایرانی عود لیکر اس کے طبقات یا پردوں میں ترمیم کی اور اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ترمیم ہوتی رہی چنانچہ سب سے پہلے ہارون الرشید کے دربار کے ایک مغنی زلزال نے اور پھر اس کے بعد اسحاق موصلی نے پردوں کی تقسیم میں تبدیلی کی عربوں کی قدیم موسیقی کے کیا اصول تھے اس کا صحیح علم ہمیں حاصل نہیں، کیونکہ یونس الکاتب اور الخلیل کی کتابیں جو اس فن پر دوسری صدی ہجری میں لکھی گئی تھیں، مفقود ہیں، اسی طرح عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر، علی بن ہارون بن علی بن یحییٰ بن ابی منصور اور سلیمان بن ایوب کی کتابیں جو تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی تھیں وہ بھی دستیاب نہیں ہوئیں، اس لئے عربوں کے علم موسیقی کے بابت ہمارے ذرایع معلومات صرف کتاب الاغانی، مروج الذہب (مسعودی) اور یحییٰ بن ابی منصور کا رسالۃ فی الموسیقی ہے۔ ابن خورداذبہ نے بھی اپنی کتاب "اللہو والمناہی" میں کچھ معلومات درج کی تھیں لیکن یہ تصنیف بھی منظر عام پر نہیں آئی

تیسری صدی ہجری میں یونانی موسیقی کی بعض کتابیں (ارسطو اور بطلیموس کی) عربی میں ترجمہ کی گئیں اور حسب بیان فارابی، القفطی، المقاری، عقد الفرید اور رسایل اخوان الصفا، اسی وقت سے عرب موسیقی نے یونانی موسیقی کا اثر قبول کرنا شروع کیا اور یہ علوم ریاضیہ میں شامل ہوگئی۔

سب سے پہلے الکندی نے سات رسایل موسیقی پر لکھے، اس کے ایک صدی بعد احمد بن محمد السرخسی اور منصور بن طلحہ بن طاہر (جو الکندی کے شاگرد تھے) اور ثابت بن قرّا نے متعدد رسایل اس فن پر لکھے۔ چوتھی صدی کے مصنفین میں محمد بن زکریا الرازی، قسطا بن لوقا اور حاجی خلیفہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں، لیکن ان سب سے زیادہ اہم فارابی تھا۔ اس کی دو کتابیں "کلام فی الموسیقی" اور "کتاب فی احصاء الایقاع" (ایقاع۔ تال کو کہتے ہیں) تو نہیں ملتی لیکن اس کی کتاب "موسیقی الکبیر" البتہ موجود ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب اس نے اس لئے لکھی تھی کہ یونانی اصول موسیقی اس کے نزدیک نامکمل تھے، چونکہ فارابی بڑا اچھا مغنی ہونے کے علاوہ ریاضی داں بھی تھا اس لئے اس نے نظری و عملی دونوں حیثیتوں سے اس فن کو پیش کیا۔

فارابی کے بعد دوسرا بڑا مصنف اس موضوع پر ابوالوفاء البزجانی تھا، جس نے فن ایقاع (تال) پر بڑی معرکۃ الآرا کتاب لکھی۔ اسی زمانہ میں اخوان الصفا نے بھی اپنے رسایل میں موسیقی پر کافی لکھا اور خوارزمی نے بھی مفاتیح العلوم میں اچھی معلومات جمع کیں

پانچویں صدی ہجری میں ابن سینا اور ابن زیلہ کی تصانیف سامنے آئیں۔ گو ابن سینا عملاً موسیقی کا ماہر نہ تھا پھر بھی وہ اصول سے اتنا واقف تھا کہ اس نے یونانیوں کے اصول کے بعض نقایص ظاہر کرکے انھیں دور کیا

ابن زیلہ اسی کا شاگرد تھا اس لئے اس نے جو کچھ لکھا وہ استاد کی ہم آہنگی میں لکھا۔ ابن سینا اور ابن زیلہ کے بعد نہایت بسیط و جامع تصانیف سیف الدین عبدالمومن بن فاخر نے کیں جو آخری خلیفۂ بغداد کے دربار کا مغنی تھا۔ اس کی ایک کتاب رسالۃ الشرفیہ ہے اور دوسری کتاب الادوار جن سے تمام مابعد کے مصنفین نے فایدہ اٹھایا۔ اس نے فارابی اور ابن سینا کی بتائی ہوئی بعض اصطلاحات و تعریفات پر بھی اعتراض کیا تھا، جب زوال بغداد کے بعد ایران مسلم کلچر کا مرکز قرار پایا تو موسیقی کی کتابیں یہاں لکھی جانے لگیں۔ آٹھویں صدی کے آغاز میں سب سے پہلی کتاب "درۃ التاج" قطب الدین شیرازی نے فارسی میں لکھی اس کے بعد محمد بن محمود آملی نے نفایس الفنون تصنیف کی۔ اسی صدی میں ایک اور کتاب "کنز التحف" لکھی گئی، لیکن سب سے زیادہ اہم عبدالقادر بن غیبی کی تصنیف "جامع الالحان" تھی۔ ایک اور کتاب اس نے "کنز الالحان" بھی لکھی تھی جس میں اس نے NOTATION کے طریقے بتائے تھے۔ اس کا بیٹا اور پوتا بھی ماہرِ فن تھا اور اس کی تصانیف نقاوت الادوار اور مقاصد الادوار اب بھی موجود ہیں۔ یہ دونوں ترکی دربار سے وابستہ تھے جہاں اور دوسرے ماہرین بھی اس فن پر کتابیں لکھ رہے تھے۔ اس دربار کا آخری مصنف عبدالحمید اللاذقی تھا

اس زمانہ میں قاموس قسم کی جو کتابیں لکھی گئی تھیں، ان میں بھی موسیقی کا کافی ذکر موجود ہے مثلاً محمد بن ابراہیم الاکفانی کی "درّ النظیم"، علی بن محمد جرجانی کی مقالید العلوم، محمد شاہ چلپی کی انموذجۃ العلوم

مصر نے بھی اس فن کی خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ اور پانچویں چھٹی صدی ہجری میں دو بہت بڑے مصنف ابن ہیثم اور ابوالصلت پیدا کئے ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اس فن پر کتابیں تصنیف کیں جن میں ابوالحکم باہلی، ابوالمجد محمد، علم الدین قیصر خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

اسی سلسلہ میں ابن منعم، عبدالمومن، فخرالدین رازی، نصیرالدین طوسی، اور ابن خلکان بھی ذکر کے قابل ہیں جنھوں نے اس فن کی اہم خدمت انجام دی۔

نویں صدی ہجری کے بعد اس فن پر بہت کم کتابیں لکھی گئیں

مصوری و تمثیل سازی

فنِ تصویر سے ہماری مراد وہ نقوش ہیں جو کپڑے، دیوار، ظروف اور کتابوں وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں اور تمثیل سے مراد مجسمہ سازی یا بت تراشی ہے خواہ پتھر سے ہو یا کسی اور جامد چیز سے، اس لئے سلسلۂ مضمون میں جہاں جہاں لفظ تصویر یا تمثیل ہو اس کو اس معنی میں لینا چاہئے جو ابھی ظاہر کئے گئے ہیں

کپڑوں پر تصویروں کا استعمال تو جاہلیت و اسلام دونوں زمانوں میں بہت معروف و مروج تھا اور شعرائے عرب کے کلام سے اس کا کافی ثبوت مل سکتا ہے، چنانچہ امراؤ القیس لکھتا ہے:-

خرجت بہا تمشی تجر وراءنا علی اثرینا ذیل مرط مرحل

"مرط مُرحّل" یعنی ایسی چادر جس پر محل کی تصویریں بنی ہوں اور اگر اس کو "مرحّل" پڑھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اس پر آدمیوں کی صورتیں منقوش تھیں۔ خود رسول اللہ کا ایسی چادریں استعمال کرنا بعض احادیث سے ثابت ہے مثلاً :۔

(۱) ان رسول اللہ صلعم خرج ذات یوم وعلیہ مرط مرحّل

(۲) کان یصلی وعلیہ من ہذہ المرحّلات

عربی زبان میں جو کپڑوں کے نام رائج تھے خود اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کس قسم کے نقوش ان میں پائے جاتے تھے، مثلاً جب کسی کپڑے پر تیروں کے نقوش ہوتے تھے تو اُسے "مسہّم" کہتے تھے (مسہم تیر کو کہتے ہیں) اسی طرح جس کپڑے پر چڑیوں کی صورت ہوتی تھی اُسے مطیّر، جس پر گھوڑے بنے ہوئے تھے اُسے مخیّل، جس پر درخت وغیرہ منقوش ہوتے تھے اُسے مشجّر کہتے تھے اور اسی طرح کے اور بہت سے نام اسی نسبت سے رکھے گئے تھے مثلاً:۔ مسیّف، مہلّل، مکعّب، مُعرّض، معمّد، معقّد وغیرہ۔ جس کپڑے پر انگوٹھیاں بنی ہوتی تھیں اُسے سجلاط اور جس پر تاریخ بنے ہوتے تھے اُسے سبینہ کہتے تھے۔

ایک شاعر معرکۂ عضد الدولہ کی تعریف کرتا ہے کہ :۔

والجو ثوب بالنسور مطیّر		والارض فرش بالجیاد مخیّل

یعنی فضا میں جو عقاب ہی عقاب اُڑ رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی کپڑا ہے جس پر پرندوں کی صورتیں منقوش ہیں اور زمین گھوڑوں کی کثرت سے ایک ایسا فرش نظر آتی تھی جس پر گھوڑے ہی گھوڑے بنے ہوئے ہیں

عربوں کا خود اس صنعت کو اختیار کرنا لکڑی کے اُن تختوں سے ثابت ہوتا ہے جو بطور آثار کے قاہرہ کے میوزیم میں موجود ہیں اور پردوں پر تصاویر و نقوش کے رواج کے بابت سب سے بڑی شہادت حضرت عائشہ کی یہ حدیث ہے :۔

"قدم رسول اللہ صلعم من سفر وقد سترت سہوۃ لی بقرام فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلعم تلون وجہہ وقال یا عائشۃ اشد الناس عذاباً عند اللہ یوم القیامۃ الذین یضاہون بخلق اللہ فقطعنا وجعلنا منہ وسادۃ او وسادتین"

(یعنی رسول اللہ صلعم سفر سے تشریف لائے۔ میں نے ایک طاق پر پردہ ڈال رکھا تھا جس پر صورتیں منقوش تھیں، یہ دیکھ کر رسول اللہ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور فرمایا اے عائشہ قیامت کے دن ان لوگوں پر سخت عذاب ہوگا جو اللہ کے مخلوق کی شبیہیں بناتے ہیں پس ہم نے اُس پردہ کو کاٹ کر ایک یا دو تکیہ کے غلاف بنائے، اسی بناء پر بعض فقہا نے فرش وغیرہ کے لئے جہاں تصویریں پامال یا غیر محترم الشان حالت میں رہیں تصویردار کپڑوں یا اشیاء کا استعمال جائز قرار دیا ہے

اہل عرب صرف دروازوں ہی پر نہیں بلکہ زیبائش کے لئے دیواروں پر بھی پردے لٹکاتے تھے جنہیں ھالّیہ کہتے تھے۔ صاحب نفح الطیب نے ان پردوں کے نقوش کی بہت تعریف کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں دیواروں اور دروازوں پر پردے آویزاں کرنے کا رواج اہل عرب ہی سے منتقل ہوا ہے

خیموں میں بھی تصویریں منقوش کرنے کا رواج عہد اسلام میں پایا جاتا تھا، چنانچہ متنبی نے سیف الدولہ کے خیمہ کی تعریف میں اسکے نقوش وغیرہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مقریزی نے بھی مصور خیموں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اُن میں سے بعض مفیّل، مسبّع، مخیّل، مطوّس، مُطیّر ہوتے تھے، (یعنی ہاتھی، درندے، گھوڑے، طاؤس اور پرندوں کی تصویریں اُن پر منقوش ہوتی تھیں) اور بعض بعض آدمیوں کی بھی صورتیں ہوتی تھیں

دیواروں کے نقش و نگار کا حال بھی ابن حمدیس، ابو الصلت اور دیگر شعراء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ فاطمی خلیفہ آمر باحکام اللہ نے اپنے ایک قصر میں تمام شعراء کی تصویریں دیواروں پر بنوائیں اور ہر شاعر سے ایک شعر اس منظر کی تعریف میں لکھوا کر درج کرایا اور ہر تصویر کے پاس طاق میں ایک ایک تھیلی ۵۰ اشرفیوں کی ہر تصویر پر رکھوا دی، ہر شاعر آتا تھا اور اپنے حصہ کی تھیلی طاق سے اٹھا کر لیجاتا تھا

جب اشرف خلیل، قلعۃ الجبل پر قابض ہوا تو اُس نے اس کو بہت بلند کرایا، سپید رنگوایا، دیواروں پر تمام امراء دولت کی تصویریں بنوائیں اور قبہ کو نہایت نفیس نقش و نگار سے آراستہ کرایا

وزیر شمس الدین جوینی کے بیٹے شرف الدین ہارون نے جو حمام بغداد میں طیار کرایا تھا وہ اپنی آرایش کے لحاظ سے عجیب و غریب چیز تھا، اس کی دیواریں صیقل کی ہوئی تھیں، اُن پر نہایت حسین تصویریں بنائی گئی تھیں، فرش رنگین ٹائل کا تھا، تمام برتنوں پر سونے چاندی کی قلعی تھی اور بعض فواروں پر چڑیاں قایم کی گئی تھیں جن سے پانی نکلتے وقت آواز پیدا ہوتی تھی

ظروف وغیرہ پر بھی اہل عرب عمدہ عمدہ نقوش و تصاویر کندہ کرتے تھے، چنانچہ اس زمانہ کے شمعدان، فانوس، عطردان، پینے اور کھانے کے برتن وغیرہ اب بھی ایسے موجود ہیں جن سے اُن کی اس صنعت پر کافی روشنی پڑتی ہے، فسطاط کے کھنڈروں میں سے حال ہی میں بعض چینی کے برتن نہایت صاف و رنگین دستیاب ہوئے ہیں اور ان پر انسانوں اور حیوانوں کی تصویریں منقوش ہیں۔ یہ برتن خالص عربی صنعت کے نمونے ہیں کیونکہ اُن پر صناعوں کے جو نام لکھے ہوئے ہیں وہ سب مصر و شام کے ہیں۔ قاہرہ کے دارالآثار میں ایک عطردان عربی صنعت کا ایسا پایا جاتا ہے جس پر چاندی کا ملمع ہے اور ارباب نشاط کی تصویریں منقوش ہیں جو آلات موسیقی بجا رہے ہیں، ایک برتن یہاں محمد بن فضل اللہ کا بنایا ہوا ہے جس میں چڑیوں کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔ دوسرے برتن میں ایک سوار کی تصویر ہے اسی طرح اور متعدد ظروف ہیں جن پر مختلف جانوروں اور چڑیوں کی تصویریں کندہ ہیں کانچ کے فانوس اور شمعدان بھی اس صنعت کے پائے جاتے ہیں اور یہ سب کے سب اہل عرب کے بنائے ہوئے ہیں

ناصر خسرو نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ قصر فاطمین میں خلیفہ مستنصر کا ایک آفتابہ ہے جو خالص سونے چاندی کا ہے، اس پر چڑیوں اور شکاریوں کی نہایت نازک و پاکیزہ تصویریں منقوش ہیں، دارالآثار میں ایک لکڑی کی تختی ہے جس پر کسی طائر کی عجیب و غریب صورت کندہ ہے، ایک لکڑی کے دروازہ کا بھی اسی سفرنامہ میں ذکر ہے جس میں نہایت نازک تصویریں جانوروں کی کندہ کی ہوئی ہیں

سکوں پر بھی تصاویر کا رواج عہدِ اسلام میں پایا جاتا تھا۔ سیف الدولہ نے جو دینار مسکوک کرائے تھے اس میں اس کا نام بھی تھا اور اُس کی تصویر بھی سلطان ظاہر بیبرس نے شیر کی تصویر اپنے سکہ میں منقوش کرائی تھی۔ ترکی اور چرکسی بادشاہوں میں سے کسی نے شیر کی تصویر پسند کی کسی نے عقاب کی اور کسی نے پھول کی۔ امراء کے لئے اُن کے منصب کے لحاظ سے خاص خاص نشان ہوتے تھے، مثلاً افسر اسلحہ خانہ کا نشان تلوار اور آبدار خانہ کے افسر کا نشان پیالہ ہوا کرتا تھا۔ پتھر کی مہروں پر بھی تصویروں کے کندہ کرنے کا رواج تھا۔ چنانچہ دارالآثار میں دو نگینے ایسے ہیں جن پر شیر کی تصویر کندہ ہے اور دو تختیاں سنگ مرمر کی ایسی ہیں جن پر اُڑتے ہوئے عقاب کی صورت منقوش ہے۔ ایک اور تختی ہے جس پر چار مچھلیاں بنی ہوئی ہیں، ایک حمائل کا ٹکڑا ہے جس پر دو تلواریں ہیں اور اُن پر ہلال منقوش ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ اسلام میں تمام امراء کا ایک مخصوص نشان ہوا کرتا تھا جس کو آج کل کوٹ آف آرمس (COAT OF ARMS) کہتے ہیں اور مختلف حکومتوں نے اختیار کر رکھا ہے، اسی طرح ان کی مہریں بھی ہوتی تھیں اور ماٹو (MOTTO) بھی ہوا کرتا تھا

کتابوں کے مُصوّر کرنے کا رواج فارس میں بہت تھا لیکن عربوں میں بھی اس کا فقدان نہ تھا۔ چنانچہ احمد تیمور نے جن مصور کتابوں کا ذکر کیا ہے اُن میں سے بعض کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اُس نے علم قراءۃ کی بعض کتابوں کو دیکھا ہے جن میں مخارج حروف بتانے کے لئے حلق، مُنھ اور زبان کی تصویریں بنائی گئی ہیں اور بعض میں پورا چہرہ بھی دکھایا گیا ہے، اسی طرح بعض طب کی کتابیں ہیں جن میں آنکھ وغیرہ کی پوری تشریح تصویر کے ذریعہ سے کی گئی ہے اور سحر العیون ایسی ہی ایک کتاب ہے جو ۱۲۰۶ھ میں مصر میں طبع ہوئی تھی۔ علم بیطرہ کی بھی بعض کتابیں ایسی نظر آئی ہیں جنھیں گھوڑوں کی تصویریں ہیں اور اُن کے امراض کا حال بھی تصاویر کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے، علم نباتات کی بھی بعض کتابیں مصور طیار کی گئی تھیں، چنانچہ رشید الدین ابن الصوری کی نادر تصنیف کا ذکر عیون الانباء میں اس طرح کیا گیا ہے کہ :۔ " یہ کتاب اس طرح طیار کی گئی ہے کہ مؤلف خود ان مقامات پر جاتا تھا جہاں کوئی پودا دوا کا اُگتا تھا اور اُس کے ساتھ ایک مصور ہوتا تھا جو پودے کے رنگ، پھول، پھل کی صورت، پتیوں کی تعداد، شاخوں کی حالت کو اسی وقت دیکھ کر کاغذ پر کھینچ لیتا تھا۔ پھر یہ تصویریں ایک ہی حالت کی نہ ہوتی تھیں، بلکہ نشو و نما کے مختلف زمانوں میں جا جا کر پودے اور پھول

کی مختلف حالتوں کی تصویر لیجاتی تھی یہاں تک کہ ابتدائے نشو و نما سے لیکر اس کے مرجھانے کی حالت تک مختلف زمانوں کی کیفیت تصویر میں ضبط کرلیجاتی تھی

بعض ادبی کتابیں بھی (مثلاً مقامات حریری، کلیلہ دمنہ، مرزبان نامہ) رنگین و مصور طیار کی گئی تھیں۔ اسی طرح یاقوت کی معجم، تقویم ابی الفداء، نخبتہ الدہر بھی مصور طیار ہوئی تھیں جن میں شہروں کے نقشے، آلات، فلکی صورتیں رنگین تھیں

بلقینی کی نیل الرائد، سیوطی کی کوکب الروضہ بھی رنگین تھیں جن میں دریائے نیل کا منبع اور اُس کی شاخیں دکھائی گئی تھیں اور تاریخ حجاز بھی مصور تھی، جس میں حرم اور کعبہ کا نقشہ رنگین تھا۔ مسعودی نے التنبیہ والاشراف میں ذکر کیا ہے کہ میں نے بہت سی تصویریں دیکھی ہیں، لیکن عہد ماموں کے وہ نقشے عجیب و غریب ہیں جن میں تمام ممالک اور جملہ قوموں کا حال معہ تمام نجوم، افلاک، دریاؤں، سمندروں، صحراؤں اور شہروں کی رنگین تصویروں میں بتایا گیا ہے

مقدسی کی احسن التقاسیم اس طرح طیار ہوئی تھی کہ ہر ملک کے شہر اور قصبات مع اُن کے حدود کے علٰحدہ علٰحدہ دکھائے گئے تھے اور راستے سُرخ لکیروں سے، ریگستان زرد رنگ سے، سمندر سبز رنگ سے، دریا نیلگوں رنگ سے اور پہاڑ سیاہ رنگ سے نمایاں کئے گئے تھے، ہیئت کی تو تقریباً تمام کتابیں تصویردار ہوتی تھیں جن میں جملہ ثوابت و سیار کی صورتیں درج ہوتی تھیں، بعض میں آلات رصد کی صورتیں بھی منقوش کی گئی تھیں اسی طرح ہندسہ کی کتابیں بھی نقشوں اور رسوم سے مزین ہوتی تھیں، اور موسیقی، علم الحیل، سپہ گری کی کتابیں بھی مصور طیار کی گئی تھیں جن میں آلات موسیقی، آلات جرثقیل، شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی مختلف حالتوں کی تصویریں درج تھیں اور علم جفر و سحر کی کتابوں میں بہت سے جانوروں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی رنگین تصویریں بنائی جاتی تھیں، چنانچہ ایسی کتابوں میں شیخ محمد العلی الدمشقی کی کتاب موسیقی میں، ابن آذ کی کتاب الحیل فی العلم والعمل، رضوان بن محمد کی کتاب علم الساعات، کتاب السئول والامنیۃ فی تعلیم اعمال الفروسیۃ، علم سحر میں عیون الحقایق، ابن طلحہ کی جفر صغیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں

چونکہ تصویر کی قسم میں مجسمہ سازی اور بُت تراشی بھی شامل ہے اس لئے اہل عرب نے اُس میں بھی کافی ترقی کی تھی، قبل اسلام عرب میں بُت سازی کا شیوع تو ان بتوں سے ظاہر ہے جو خود کعبہ کے اندر سیکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے تھے لیکن بعد کو اسلام بھی اس فن کا رواج مختلف صورتوں سے پایا جاتا تھا۔ یمن کے قصر غمدان میں شیروں کے بڑے بڑے مجسموں کا پایا جانا، شعراء کا عورتوں کو ہاتھی دانت کے تراشے ہوئے بتوں سے تشبیہ دینا اور بچوں کا رنگین گڑیوں سے کھیلنا اس امر کا ثبوت ہے کہ عرب میں تماثیل کا بھی رواج تھا — جب رسول اللہ صلعم غزوۂ تبوک سے تشریف لائے اور طاق میں حضرت عائشہ کی گڑیاں رکھی ہوئی دیکھیں تو آپ نے دریافت کیا کہ "یہ کیا ہے" حضرت عائشہ نے جواب دیا:- "میری گڑیاں ہیں" انھیں میں ایک گھوڑا تھا جس کے دو پر تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سلیمان کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کے پر تھے، یہ سن کر رسول اللہ ہنس پڑے، اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد آغاز اسلام تماثیل کا رواج قایم رہا بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محض لہو و لعب یا تفریح کے لئے تماثیل کا استعمال جایز ہے

بعض تماثیل آٹے کے بھی طیار کئے جاتے تھے اور انھیں پکا کر قوام میں ڈال دیتے تھے اور کھاتے تھے، جس طرح یہاں بھی بچوں کے لئے آٹے کی چڑیاں وغیرہ بنا کر آگ میں سینک دیتے ہیں۔ بعض مٹھائیاں بھی اسی قسم کی بنائی جاتی تھیں چنانچہ ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں بعض ایسی مٹھائیوں کا ذکر کیا ہے جو بالکل انسانی شکل کی بنی ہوئی تھیں اور عبیداللہ بن خلکان نے متنبی شاعر کو شکر اور لوز کی ایسی مٹھائی تحفۃً دی تھی جو بالکل مچھلی کی طرح تھی اور شہد میں ڈوبی ہوئی تھی، چنانچہ اُس نے اس ہدیہ کی تعریف میں متعدد شعر کہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

اقل مافی اقلہا سمک　　　　یلعب فی برکۃ من العسل

کھیتوں میں بھی آدمیوں کی تماثیل قایم کی جاتی تھیں تاکہ جانور ڈر کر بھاگ جائیں

جب اسلام کا تمدن وسیع ہوا تو زینت قصور کے لئے تماثیل کا استعمال ہونے لگا اور سنگ مرمر، تانبہ، رانگ، اور چاندی وغیرہ کی

مورتیں عجیب غریب تفنن کے ساتھ بنائی جانے لگیں، چنانچہ متنبی نے مجلس ابن عمار کی ایک سنگین کنیز کا ذکر کیا ہے جس کے بال ایک طرف کو لٹکے تھے، ہاتھ میں پھولوں کا ہار تھا اور وہ ایک کمانی پر گردش کیا کرتی تھی

اسی طرح مہیار الدیلمی شاعر کے ایک رئیس دوست نے جو ہشت پہل حوض بنوایا تھا اور جس کی صنعت کی اُس نے بہت تعریف کی ہے عجیب و چیز تھا۔ اس حوض کے چاروں طرف چار منبر قایم تھے جو کھوکھلے تھے۔ اس کے درمیان ایک عمود تھا اور مکان کی چھت پر ایک حوض تھا۔ اُس سے یہاں پانی آتا تھا۔ کئی مجسمے تھے جو مختلف ناموں سے پکارے جاتے تھے اور عمود پر قایم کرنے سے عجیب و غریب حرکات اُن سے سرزد ہوتی تھیں، اُن میں سے ایک کا نام خرکار تھا، یہ جس وقت قایم کر دیا جاتا تھا تو گردش کرنے لگتا تھا اور اس کے اوپر سے پانی بالکل اس طرح گزرتا تھا، جیسے خیمہ قایم ہو گیا ہو اس کے چاروں طرف شمعیں بھی رکھدی جاتی تھیں جو ساتھ ساتھ گردش کرتی تھیں اور گل نہیں ہوتی تھیں۔ دوسرے مجسمے کا نام عروس تھا یہ عمود کے اوپر رقص کرتا تھا اور دوران رقص میں پانی اُس کے سر سے ہاتھوں تک پہونچتا تھا، تیسرے مجسمے کا نام جمل (اونٹ) تھا اور چوتھے کا طنبلنب کہتے تھے اُس کی صورت ایک تیرانداز کی تھی، اگر حاضرین میں سے اُس پر کوئی شخص تیر چلاتا تو اُس کے جواب میں اُدھر سے پانی کی ایک دھار چلتی اور بھگو دیتی

سدید الدین شیبانی کے پاس ایک پیالہ تھا جس کے درمیان میں ایک چڑیا قایم تھی جب پانی اس پیالہ میں ڈالا جاتا تو وہ ناچنے لگتی اور بولنے لگتی نعیمی نے تنبیۃ الطالب والدارس میں دمشق کے جامع اموی کی اس گھڑی کا ذکر کیا ہے جس میں مجسمے عجیب و غریب حرکتیں کرتے تھے اُس نے بیان کیا ہے کہ اُس گھڑی میں چند چڑیاں، ایک سانپ اور کوا تانبے کے بنے ہوئے موجود تھے جب گھنٹہ ختم ہوتا تو سانپ نکلتا، چڑیاں بولنے لگتیں اور کوا چیخنے لگتا

ابن جبیر نے باب جیرون کی گھڑی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس میں تانبے کے دو باز تھے جب گھنٹہ ختم ہوتا تھا تو اُن کے منھ سے دو جھانجھ پیدا ہو کر بجنے لگتی تھیں

سخاوی نے ۸۸۶ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سنہ میں ایک تیرانداز آیا اُن کے ساتھ لکڑی کی بنی ہوئی ایک عمارت قلعہ کی صورت بھی تھی، بادشاہ کے سامنے آکر انھوں نے اس پر تیراندازی کی تو قلعہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا جو تلوار اور ڈھال لئے ہوئے تھا بادشاہ نے اُنکو بہت انعام دیا اور رخصت کر دیا

یمن کے بادشاہ نے سلطان الکامل ایوبی کے پاس ایک شمعدان تحفتہً بھیجا جو تانبہ کا بنا ہوا تھا، فجر کے وقت اُس کے اندر سے تانبے کی ایک مورت پیدا ہو کر سیٹی بجاتی تھی، کہا جاتا ہے کہ یہ شمعدان ناصر محمد بن قلادون کے زمانہ تک خزانۂ شاہی میں موجود تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف مورتیں ہی طیار نہ کرتے تھے، بلکہ پانی، کمانیوں، اور ہوا کے ذریعہ سے ان میں عجیب و غریب تفنن بھی پیدا کرتے تھے

مقریزی نے ذکر کیا ہے کہ باب صلاۃ پر جہاں سے احمد بن طولون نکل کر مسجد میں جایا کرتا تھا دو بڑے بڑے مجسمے شیروں کے قایم تھے۔ عنبر کی مورتیں خزانۂ شاہی میں ۲۲ ہزار کے قریب تھیں، جن میں چھوٹے سے چھوٹا مجسمہ ۱۲ سیر کا تھا، طاؤس کی تمثال کا حال لکھا ہے کہ خالص سونے کا تھا اور جسم میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے آنکھیں یاقوت کی تھیں، اسی طرح مُرغ اور ہرن کی تمثالیں تھیں، ایک باغ کی بھی مصنوعی نقل تھی۔ جس کی زمین عود کی تھی اور درختوں کے پھل عنبر کے، یہ بھی بالکل سونے چاندی کے کام سے لدا ہوا تھا۔ کشتیوں کے اگلے حصہ کو بھی مختلف حیوانوں کی صورت پر بنانے کا کثرت سے رواج تھا

اُندلس کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تصاویر و تماثیل کا کثرت سے رواج تھا اور عجیب و غریب اختراع و تفنن سے کام لیا جاتا تھا، صاحب نفح الطیب نے سلطان تلمسان ابی حمّو کی ایک گھڑی کا ذکر کیا ہے کہ اُس میں چھوٹے چھوٹے دریچے تھے، اور جب گھنٹہ بجتا تھا تو اُس سے متعلق دریچہ کھلتا تھا اور ایک حسین کنیز نکلتی تھی جس کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہوتا تھا اور اُس پر وقت درج ہوتا تھا۔ کنیز اس رقعہ کو بادشاہ کے ہاتھ پر نہایت نزاکت سے رکھدیتی تھی

یہ تھا مختصر بیان اہل عرب کی صرف مصوری و تمثیل سازی کا جس کا تعلق فنون لطیفہ کے دیگر اصناف سے نہیں ہے حالانکہ ان میں بھی اُن کی

ترقی اسی قدر حیرت انگیز تھی۔ حدادی۔ نجاری، پارچہ بافی اور آلات سازی میں بھی اُن کے کارنامے نہایت عجیب و غریب ہیں اور فنِ تعمیر کو تو انھوں نے اس قدر مکمل طور پر اختیار کر لیا تھا کہ مشکل سے اُس کی نظیر مل سکتی ہے

رقص دوسری قدیم قوموں کی طرح عرب جاہلیت میں بھی رقص کا رواج پایا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ کعبہ کا طواف جو زمانۂ جاہلیت میں ہوتا تھا وہ بھی ایک قسم کا رقص تھا۔ آیت :۔ "وما کان صلوٰتہم عند البیت الا مکاءً و تصدیۃً" کی تفسیر میں زمخشری اور بیضاوی لکھتے ہیں کہ "عورتیں اور مرد ایک دوسرے کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہوئے برہنہ طواف کرتے تھے۔

اہلِ عرب اسلام لانے کے بعد بھی نغماتِ اشعار پر رقص کرتے تھے، اور سب سے پہلا لحن جو خاص طور پر اس کے لئے بنایا گیا تھا "لحن خفیف" تھا۔ اس کے بعد رقص کی مناسبت سے خاص قسم کے لحن اور بحروں کا اضافہ ہوا جن میں ہزج، رمل اور خفیف الرمل داخل ہیں۔ الغرض رقص عربوں کے ہاں ایامِ جاہلیت اور اسلام دونوں میں پایا جاتا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اسلامی دور میں جو رقص ہوتا تھا وہ بہ اقتضائے ترقی و تمدن زیادہ بہتر اور ترقی یافتہ تھا

مسلمانوں نے رقص کا شمار علوم و فنون میں کیا ہے اور صرف کھیل اور دل بہلانے کی چیز تصور نہیں کیا، اور اس فن پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جو ممالک اسلامی حکومتوں کے زیرِ نگیں تھے، اُن کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے رقص پائے جاتے تھے، اہل خراسان، فارس، مصر، مغرب اور اندلس سب کا طرز رقص ایک دوسرے سے مختلف تھا، بلکہ ایک حکومت کا طرز رقص تھا، دوسری حکومت کے رقص سے مختلف تھا۔ دولت اموی اور عباسی میں جو رقص کی قسمیں اور شکلیں تھیں وہ حکومت ہائے اندلس مغرب، فارس اور ترکوں سے علٰحدہ تھیں، اسی طرح فاطمئین اور ممالیک کے عہد حکومت کے رقصوں میں اختلاف تھا۔ اسی طرح عورتوں، اور مردوں کا رقص ایک دوسرے سے علٰحدہ صورت رکھتا تھا۔

عہد عباسیہ میں اقسام رقص آٹھ تھے۔ خفیف، ہزج، رمل، خفیف الرمل، ثقیل الثانی، خفیف الثقیل الاول اور ثقیل الاول۔

مشہور رقاص تاریخ اسلام میں بہت سے مشہور رقاصوں کے نام محفوظ ہیں، دولت عباسیہ کے زمانۂ عروج میں کبیش اور عبدالسلام فن رقص میں بڑے کامل ماہر گزرے ہیں، صاحب آغانی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں نہایت با کمال رقاص تھے لیکن اسحاق موصلی جو عربی موسیقی میں زبردست ماہر گزرا ہے رقص میں ان دونوں پر سبقت لے گیا ہے، ابوالفرج اصفہانی، اسحاق موصلی کے اس رقص کا تذکرہ کرتے ہوئے جو واثق باللہ کے سامنے اُس نے کیا تھا لکھتا ہے :۔ "اسحاق کھڑا ہوا اور اس نے نہایت طرب انگیز رقص کیا، اس کا رقص کبیش اور عبدالسلام سے بھی بہتر تھا حالانکہ وہ دونوں نہایت اچھا رقص کرنے والے شمار کئے جاتے ہیں" اس پر واثق باللہ نے کہا: "اسحاق سے زیادہ کوئی اس فن میں کمال نہیں رکھتا"

مصر و اندلس میں تمدن اسلامی کے عہد عروج میں فن رقص میں بہت سے لوگوں نے کمال پیدا کیا تھا اس دور کے مشہور رقاص جنھوں نے تمام اسلامی ممالک میں شہرت حاصل کی تھی اور وہ بادشاہوں کے حضور میں رقص کرتے تھے حیدر بن احمد بن ابراہیم ابوالحسن اور ان کے بھائی ابراہیم تھے یہ دونوں ملک اشرف شاہ مصر کے دربار میں حاضر ہوئے اور رقص اور موسیقی کا کمال دکھایا۔ ابن حجر نے "دُرر کامنہ" میں اس کا تذکرہ کیا ہے انکے علاوہ مشہور رقص کرنے والوں میں جعفر رقاص بھی تھا

دولتِ عباسیہ کے زمانۂ ترقی میں رقص کے لئے خاص قسم کے آلات ایجاد کئے گئے تھے۔ جنھیں خیال، کرج ورطہ، مونس، کثیرہ، لازمی، شقرد، فنار، عود، قانون، رباب کہتے تھے۔

اندلس کی رقاصہ عورتیں اپنے فن کے لحاظ سے مشہور تھیں اور تلوار سے کھیلنے میں بھی خاص مہارت رکھتی تھیں۔

تمدن اسلام کے دور ترقی میں رقص صرف عورتوں اور عام مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ خاص لوگوں میں بھی پایا جاتا تھا اور فقیہ، محدث، طبیب، قضاۃ اور صوبوں کے گورنر بھی اس میں عملی حصہ لیتے تھے۔

(تیسرا حصہ)

اکابرِ علماءِ اسلام

۱- **الاَبْہَری** — (اثیرالدین مُفضّل بن عمر) —— وفات :- ۶۶۳ھ / ۱۲۶۴ء

ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ یہ اپنے وقت کے مشہور فلسفی تھے۔ آپ کی دو کتابیں بہت مقبول ہوئیں، ایک "ہدایۃ الحکمۃ" جو منطق، طبیعیات اور الٰہیات کے مسائل پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب الایساغوجی جو ہندوستان کے درس نظامی میں بھی شامل تھی۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف)

۲- **ابن آبار، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن احمد بن ابی بکر القضاعی**

ولادت :- (ولنشیا) ۵۹۵ھ / ۱۱۹۹ء — وفات :- ۶۵۸ھ / ۱۲۶۰ء

مشہور مورخ تھے، اسپین ان کے آباواجداد کا وطن تھا۔ بارہ سال تک اسپین کے مشہور محدث عبدالربیع بن سالم سے حدیث پڑھی۔ گورنر ولنشیا (ابوعبداللہ محمد بن ابی حفص) کے سکریٹری رہے اور اس کے دوسرے جانشینوں کے بھی۔ جب DONJAYME فرمانروائے اراگون نے ولنشیا پر حملہ کیا تو انھیں سفیر کی حیثیت سے سلطان تیونس کے پاس بھیجا گیا تاکہ وہ ولنشیا کی مدد کرے۔ لیکن جب یہ واپس آئے تو یہاں عیسائیوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔ اس لئے یہ پھر تیونس واپس چلے گئے، یہاں وہ سکریٹری کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ جب ابوزکریا سلطان تیونس کی وفات پر المستنصر تخت نشین ہوا تو اس نے ابن آبار کو اپنا مشیر خاص بنالیا، لیکن بعد کو بعض اسباب کی بناء پر اس قدر برہم ہوا کہ نیزوں سے مار مار کر انھیں ہلاک کردیا گیا اور آپ کی تمام کتابیں بھی لاش کے ساتھ جلادی گئیں۔ تاریخ، حدیث، ادب و شاعری پر انھوں نے کثیر تعداد میں کتابیں لکھیں جن میں سے بعض یہ ہیں :-

کتاب التکملۃ لکتاب الصلۃ —— المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصدفی —— کتاب حلۃ السیارہ — تحفۃ القادم — اعتاب الکتاب —

حوالہ جات: (ابن خلدون - تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ (الزرکشی))

۳- **(ابن اثیر)** — عزالدین ابوالحسن علی بن محمد —— ولادت :- ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء — وفات (موصل) :- ۶۳۰ھ / ۱۲۳۳ء

مشہور مورخ تھے جن کی تاریخ "الکامل" نے بڑی شہرت حاصل کی۔ انھوں نے پہلے موصل میں تعلیم پائی، پھر بغداد، شام اور بیت المقدس میں —— موصل میں ان کا مکان علمائے عصر کا مرکز تھا۔ یہ حدیث کے بڑے عالم اور جمہور وقائع تاریخ پر انھیں بڑا عبور حاصل تھا۔ آپ کی تاریخ الکامل ابتدائے عالم سے ۶۲۸ھ / ۱۲۳۱ء تک کے واقعات کو محیط ہے۔ یہ کتاب یورپ میں بھی بہت مقبول ہوئی۔ ابن خلدون نے بھی اس سے کافی اقتباس کیا۔ ہندوستان کے متعلق اس کا وہ حصہ جو غزنوی اور غوری خاندانوں سے تعلق رکھتا ہے خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہے۔ آپ کی دوسری اہم تصانیف یہ ہیں:-

اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ — اللباب (خلاصہ کتاب الانساب سمعانی) —

حوالہ جات: (ابن خلکان - اسلامی ہند بنیاد)

۴- **ابن اسحاق ابوعبداللہ محمد** —— وفات :- ۱۵۱ھ / ۷۶۸ء

عرب محدث تھے ۔ ان کے دادا یسار سنہ ۱۲ھ میں گرفتار کر کے کلیسۂ عین التمر سے مدینہ لائے گئے تھے اس لئے ابن اسحاق کی تعلیم و تربیت بھی یہیں ہوئی، جب انھوں نے رسول اللہ کے متعلق حکایات و روایات جمع کرنا شروع کیں، تو جامعین احادیث کی طرف سے مخالفت شروع ہوئی اور بعض واقعات و حالات وضع کرنے کا الزام ان پر لگایا گیا ۔ یہ وطن چھوڑ کر پہلے مصر گئے اور پھر عراق ۔ خلیفہ المنصور نے بعد کو انھیں بغداد بلا لیا ۔

انھوں نے سیرت رسول کا مواد دو جلدوں میں فراہم کیا :- کتاب المبتدا ۔ کتاب المغازی جو سیرت رسول کے موضوع پر اولین تصنیف مانی جاتی ہے اور جس سے تمام مورخین ما بعد نے کافی استفادہ کیا ۔

حوالہ جات : (طبری - ابن خلکان)

---

۵ - ابن ابی اُصَیبعہ موفق الدین ابو العباس احمد بن القاسم السعدی الخزرجی - ولادت (دمشق) ۶۰۰ھ ؍ ۱۲۰۳ء - وفات : ۶۶۸ھ ؍ ۱۲۷۰ء

طبیب و سوانح نگار تھے ۔ طب میں انھوں نے ابن البیطار سے استفادہ کیا تھا ۔ مشہور اطباء کے حالات میں آپ کی کتاب (عیون الانباء فی طبقات الاطباء) بہت مشہور ہے ۔

حوالہ : (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۶ - ابن ابی الدنیا ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی - ولادت : ۲۰۸ھ ؍ ۸۲۳ء - وفات : ۲۸۱ھ ؍ ۸۹۴ء

عباسی خلیفہ المعتضد کے اتالیق تھے اور ادبیات کے بڑے ماہر ۔ ان کی تصانیف میں سے بعض یہ ہیں :- الفرج بعد الشدۃ ۔ کتاب الاشراف ۔ مکارم الاخلاق ۔ کتاب العظمۃ ۔ من عاش بعد الموت ۔ کتاب العقل و فضلہ ۔ ذم الملاہی ۔ ذم الدنیا

حوالہ جات : (کتاب الفہرست (ابن ندیم) فوات الوفیات (ثعلبی))

۷ - ابن ابی الرجال ابو الحسن علی بن ابی الرجال ———— (چوتھی صدی ہجری)

مشہور ہیئت داں تھے، جنھیں مستشرقین [illegible] ABENRAGEL - HABOACEN - ALBOHAZEN کہتے ہیں ۔ یہ شمالی افریقہ سے تعلق رکھتے تھے یا قرطبہ سے اس کا صحیح علم [illegible] صدی ہجری کی ابتدا میں [illegible] تھے جنھوں نے بغداد میں گویہ شرف الدولہ کے حکم سے رصدگاہ قائم کی تھی ۔ [illegible] تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے لیکن صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں ۔ آپ کی کتاب " البارع فی احکام النجوم " بڑی مشہور کتاب ہے ۔

حوالہ : (ابن القفطی)

---

۸ - ابن ابی طاہر طیفور، ابو الفضل احمد ———— ولادت (بغداد) : ۲۰۴ھ ؍ ۸۱۹ء - وفات (بغداد) : ۲۸۰ھ ؍ ۸۹۳ء

مشہور مورخ و ادیب تھے ۔ خراسان کے ایک ایرانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور عباسیوں کے بڑے معتمد علیہ تھے ۔ درس و تدریس کے ساتھ مخطوطات کی خرید و فروخت بھی کرتے تھے ۔ آپ کی کتاب " سرقات الشعراء " جس نے ان کے بہت سے دشمن پیدا کر دئے ضایع ہوگئی ۔ یہ شاعر بھی تھے ۔ مسعودی ان کی شاعری کا بڑا معترف تھا ۔ خطیب بغدادی نے بھی ان کے فضل و کمال کا ذکر کیا ہے ۔ آپ کی تاریخ بغداد کا صرف چھٹا حصہ باقی رہا اور باقی حصے ضایع ہوگئے ۔ انھوں نے ایک تذکرۂ شعراء بھی لکھا تھا (کتاب المنثور و المنظوم) جس کا صرف گیارھواں اور بارھواں حصہ محفوظ رہ سکا ۔

حوالہ جات : (مسعودی - خطیب بغدادی)

۹ - ابن بابویہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ القمی الصدوق ———— وفات (رے) : ۳۸۱ھ ؍ ۹۹۱ء

شیعوں کے چار بڑے ائمہ حدیث میں سے تھے ۔ عنفوان شباب میں بغداد گئے (۳۵۵ھ ؍ ۹۶۶ء) اور یہاں بڑے بڑے لوگ ان کے شاگرد ہوئے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ۳۰۰ کتابوں کے مصنف تھے ۔ نجاشی نے اپنی کتاب الرجال میں ان کی تصانیف کی تعداد ۱۹۳ ظاہر کی ہے ۔ اہل تشیع کے یہاں چار کتابیں حدیث کی بڑی مستند سمجھی جاتی ہیں :- (۱) الکافی (ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی کی) - (۲) تہذیب الاحکام - (۳) الاستبصار (ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی کی) - (۴) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ (ابن بابویہ کی) ۔

ابن بابویہ کی بعض دوسری تصانیف یہ ہیں :- معاون الاخبار (حدیث) ۔ عیون الاخبار الرضا (سیرت علی الرضا امام ہشتم) ۔۔۔۔۔
کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ (امام مستور کے متعلق)

حوالہ جات : (الطوسی ۔ نجاشی ۔ المقال ۔ عمل العامل)

---

۱۰ - ابن باجہ ، ابوبکر محمد بن یحییٰ (ان کو ابن الصائغ بھی کہتے ہیں) ۔۔ ولادت (سرغوسا) اخیر پانچویں صدی ہجری ۔
مغربی مورخین انھیں AVENPACE کہتے ہیں ۔ یہ مشہور فلسفی تھے ۔ المرابطین کے عہد میں ۲۰ سال تک ابوبکر بن ابراہیم کے وزیر رہے ۔ ۵۳۳ھ / ۱۱۳۸ء میں ابن زہر (طبیب) کے اشارہ سے زہر دے کر ہلاک کر دئے گئے یہ بے دین مشہور تھے اور لوگ ان کے دشمن ہو گئے تھے ، کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن اور اصول اسلام کے منکر تھے یہ ریاضی ، ہیئت و طب کے ماہر تھے اور موسیقی میں بھی کمال رکھتے تھے ۔ انھوں نے ارسطو کی متعدد کتابوں کی شرحیں لکھیں اور دوسرے متعدد رسایل مختلف علوم و فنون پر تصنیف کئے جو ضایع ہو گئے ۔

حوالہ جات : (ابن خلکان ۔ ابن القفطی)

---

۱۱ - ابن بشکوال ، ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود بن موسیٰ بن بشکوال بن یوسف بن داحہ بن داقہ بن نصر بن عبدالکریم بن واقد الانصاری ۔۔۔۔۔ ولادت (قرطبہ) ۴۹۴ھ / ۱۱۰۱ء ۔۔ وفات (قرطبہ) ۵۷۸ھ / ۱۱۸۳ء
حدیث و تاریخ کے عالم تھے ۔ تذکرہ نگاری میں خاص شہرت رکھتے تھے اور قرطبہ کے آخری دور کے سب سے بڑے محدث اور تاریخ اندلس و قرطبہ کے زبردست ماہر تسلیم کئے جاتے تھے ۔ ان کی ۵۰ تصانیف میں سے صرف دو باقی رہیں :۔ کتاب الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس ۔ کتاب الغوامض والمبہمات من الاسماء

حوالہ جات : (ابن خلکان ۔ ذہبی)

---

۱۲ - ابن بطوطہ ، محمد بن عبداللہ بن ابراہیم ابوعبداللہ اللواتی الطنجی ۔ ولادت (طنجہ) ۷۰۳ھ / ۱۳۰۴ء ۔ وفات (مراکش) ۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء
مشہور عرب سیاح و سیاحت نگار تھے ۔ یہ سب سے پہلے بحر احمر کی طرف گئے ، لیکن جب رستہ عبور نہ ہو سکا تو شام و فلسطین ہوتے ہوئے وطن واپس آئے اس کے بعد مکہ گئے اور وہاں سے عراق ، فارس ، موصل اور دیار بکر کی سیاحت کی ۔ مکہ واپس آکر تیسرے سفر میں جنوبی عرب سے مشرقی افریقہ تک کی سیاحت کی ۔ ہرمز سے ہو کر مکہ واپس آئے اور پھر مصر و شام ہوتے ہوئے ارض روم اور کریمیا تک پہونچے ۔ قسطنطنیہ بھی گئے اور پھر خوارزم ، بخارا و افغانستان ہوتے ہوئے ہندوستان آئے ۔ دہلی میں یہ قاضی ہو گئے اور پھر سفارت پارٹی کے ساتھ چین کی طرف روانہ ہوئے ، لیکن جزیرۂ مالدیپ میں یہ ملازم ہو گئے اور وہاں ٹھہر گئے ۔ ڈیڑھ سال کے بعد یہ سیلون ، بنگال اور سیام ہوتے ہوئے چین پہونچے اور پھر ۷۴۸ھ میں عرب واپس گئے اور حج کر کے چوتھی مرتبہ پھر سیاحت شروع کی اور فارس ، شام و عراق گھوم پھر کر ۷۵۰ھ میں فاس پہونچے اور اس کے بعد غرناطہ گئے ۔ اپنی آخری سیاحت میں ٹمبکٹو تک پہونچے اور پھر مراکش آکر محمد بن محمد بن جزی سے حالات قلمبند کرائے جس کا نام "تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار" ہے ۔ ان کا یہ سفرنامہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوا ۔

حوالہ : (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۳ - ابن البناء ، ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی ۔۔۔ ولادت (مراکش) ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء ۔ وفات (مراکش) ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء
مراکش کے مشہور عالم و مصنف تھے ۔ یہ ریاضی ، ہیئت ، علم نجوم اور طب کے بھی ماہر تھے ۔ اپنے وطن میں حدیث ، فقہ ، نحو اور ریاضی کی تعلیم حاصل کر کے فاس گئے اور ہیئت و ریاضی کی تکمیل کی ۔ یہ بڑے زاہد و مرتاض شخص تھے ۔ انھوں نے مختلف علوم و فنون پر ۷۰ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اکثر موجود ہیں ۔ ان کی نہایت مشہور کتاب "تلخیص اعمال الحساب" ہے جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے ۔

حوالہ جات : (نیل الابتہاج ۔ ابن خلدون)

---

۱۴ - ابن البیطار ، ابومحمد عبداللہ بن احمد ضیاء الدین ابن البیطار المالکی ۔ ولادت : اخیر چھٹی صدی ہجری ۔ وفات (دمشق) ۶۴۶ھ / ۱۲۴۸ء
مشہور ماہر نباتیات و عقاقیر تھے ۔ انھوں نے بہت سے پودوں کا مطالعہ کر کے ان کی فہرستیں مرتب کیں اور اس غرض سے افریقہ ، مراکش ، تیونس ،

الجزایر وغیرہ کی سیاحت کی۔ جب یہ ایوبی خاندان کے فرمانروا الملک الکامل کے عہد میں مصر پہونچے تو یہ محکمۂ "نباتیات" کے افسر (رئیس علی سائر العشابین) ہوگئے۔ ان کی دو کتابیں بڑی مشہور ہیں: "کتاب الجامع فی الادویۃ المفردات" - "کتاب المغنی فی ادویۃ المفردہ"۔

حوالہ: (ابن ابی عصیبعہ)

۱۵ - ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن محمد بن تیمیۃ الحرّانی الحنبلی

ولادت (حرّان): ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ / ۲۲ جنوری ۱۲۶۳ء - وفات (دمشق): ۲۰ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ / ۲۶ ستمبر ۱۳۲۸ء

ان کے باپ مغلوں سے تنگ آکر معہ اپنے خاندان کے دمشق آگئے تھے (۶۶۷ھ / ۱۲۶۸ء)۔ یہیں ابن تیمیہ نے علوم اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اپنے باپ کی موت کے بعد ۶۸۲ھ / ۱۲۸۴ء میں فقہ حنبلی کے پروفیسر ہوگئے۔ یہ قرآن، حدیث، فقہ، الٰہیات اور فن مناظرہ کے بڑے ماہر تھے، لیکن ان کی آزاد خیالی کی وجہ سے اکثر علماء ان کے مخالف ہوگئے۔ ۶۹۸ھ / ۱۲۹۹ء میں جبکہ وہ قاہرہ میں تھے ان سے صفات خداوندی کے متعلق استفسار کیا گیا، ان کے جواب سے شافعی علماء برہم ہوگئے اور پروفیسری کے عہدہ سے ہٹا دیا گیا، لیکن دوسرے ہی سال مغلوں کے خلاف تبلیغ جہاد کی خدمت ان کے سپرد کی گئی اور وہ اس سلسلہ میں قاہرہ گئے۔ اس کے بعد جبل کسروان کے اسماعیلیوں، نصیریوں اور حاکمیوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرکے وہ ۷۰۵ھ / ۱۳۰۶ء میں پھر قاہرہ گئے اور الحاد کے الزام میں معہ اپنے دو بھائیوں کے نظر بند کردئے گئے۔ ۷۰۷ھ / ۱۳۰۸ء میں انھیں پھر طلب کیا گیا کہ اتحادیہ کے خلاف انھوں نے جو کچھ لکھا تھا اس کی جوابدہی کریں۔ گو ابن تیمیہ نے اپنے مخالفوں کو اپنے جوابات سے خاموش کردیا، لیکن انھیں دمشق بھیجکر مقید کردیا گیا پھر کچھ دنوں کے بعد یہ اسکندریہ کے قلعہ میں قیدی کی حیثیت سے منتقل کردئے گئے۔ آٹھ مہینے کے بعد یہ رہا ہوئے تو قاہرہ پہونچے اور یہاں پروفیسر ہوگئے۔

۷۱۲ھ / ۱۳۱۳ء میں وہ فوج کے ساتھ دمشق گئے اور پروفیسر ہوگئے۔ یہاں مسئلہ طلاق میں ان کو فتویٰ دینے کی ممانعت کردی گئی کیونکہ اس باب میں ان کا نظریہ دوسرے فقہا سے بالکل علحدہ تھا، لیکن یہ نہیں مانے اور اس کی پاداش میں وہ پھر نظر بند کردئے گئے۔ پانچ مہینے کے بعد جب رہا ہوئے تو زیارت قبور کے سلسلہ میں ان کے فتوے سے برہم ہوکر سلطان نے پھر انھیں قید کردیا۔ قیدخانہ میں انھوں نے قرآن کی تفسیر اور اپنے مخالفین کی تردید میں کتابیں لکھنا شروع کیں۔ علماء کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ چھین لیا گیا اور آیندہ کے لئے لکھنے پڑھنے کی ممانعت کردی گئی اس واقعہ کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور آخرکار بیمار ہوکر مر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے جنازہ میں ۲ لاکھ مرد اور ۱۵ ہزار عورتیں شریک تھیں۔

ہرچند یہ حنفی اسکول سے تعلق رکھتے تھے لیکن وہ اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس اور ذاتی رائے سے کام لیتے تھے وہ تقلید و اجماع دونوں کو غلط سمجھتے تھے اور قرآن وحدیث کے الفاظ کا مفہوم متعین کرنے میں وہ قیاس سے کام لینا جائز جانتے تھے۔ وہ بدعت کے شدید مخالف تھے اور زیارت قبور میں رسول اللہ کے مزار پر جانے کو بھی معصیت قرار دیتے تھے۔ چنانچہ وہابیوں نے اپنے مسلک کے اجراء میں اس سے بہت فایدہ اُٹھایا۔ وہ خدا کی تجسیمیت (ANTHROPOMORPHIS) کے بھی قایل تھے۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک دن ابن تیمیہ نے منبر پہ کھڑے ہوکر یہاں تک کہہ دیا کہ "خدا آسمان سے زمین پر اسی طرح اُترتا ہے جس طرح میں اُترتا ہوں" اور یہ کہکر وہ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ وہ خارجی، مُرجیٔ، رافضی، قدری، معتزلی، جہمی، کرامی، اشعری وغیرہ تمام جماعتوں کے مخالف تھے اور ان سب کے خلاف انھوں نے زبان وقلم سے جہاد کیا۔ وہ صحابۂ کرام کے احکام پر بھی نکتہ چینی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار انھوں نے دوران تقریر میں صالحیہ کی مسجد الجبل کے منبر سے یہ فقرے بھی کہے کہ "عُمر بن الخطاب نے بھی متعدد غلطیاں کیں اور حضرت علی کی غلطیاں تو سیکڑوں تک پہونچتی ہیں"۔ وہ غزالی اور ابن عربی کے بھی مخالف تھے، صوفیہ کو بھی بُرا سمجھتے تھے اور ابن سینا کے فلسفہ پر بھی اعتراض کرتے تھے وہ اس کے بھی خلاف تھے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو کلیسا بنانے کی اجازت دیجائے۔

ان کے الحاد کے متعلق علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن بطوطہ، ابن حجر الہیثمی، تقی الدین السبکی، ابوحیان نے ان کو ملحد قرار دیا ہے لیکن ان کے معترفین کی تعداد زیادہ ہے، جن میں ابن قیم جوزی، ذہبی، ابن قدامہ، ابن الوردی، محمود آلوسی وغیرہ شامل ہیں۔

انھوں نے ۵۰۰ کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں:-

رسالۃ الفرقان - معارج الوصول (فلسفیوں اور قرامطہ کی تردید میں) - التبیان فی نزول القرآن - النیۃ فی العبادت - الوصیۃ القربیٰ -

الارادۃ والامر — العقیدۃ الواسطیہ — الاکلیل فی المتشابہ والتاویل — رسالۃ فی القضاء والقدر — رسالۃ فی السماع والرقص — رسالہ فی درجات الیقین — تفسیر المعوذتین — معنی القیاس — الفرقان بین اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان — الواسطۃ بین الخلق والحق — الجوامع فی السیاست الالٰہیہ والآیات النبویہ — الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول — تخجیل اہل الانجیل — حقیقۃ الاسلام والایمان — کتاب فی اصول الفقہ — رسالۃ زیارۃ القبور۔

حوالہ جات :- (ذہبی - سبکی - ابن الوردی - سیوطی - آلوسی)

---

۱۶ - ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی بن محمد ابو الفرج، جمال الدین — ولادت (بغداد) : ۵۱۰ھ/۱۱۱۶ء — وفات : ۵۹۷ھ/۱۲۰۰ء

مورخ وفقیہ (مالکی)۔ انھوں نے مالکی فقہ کی اثبات میں احادیث پر بہت جرح کی۔ اور غزالی کی احیاء العلوم میں جو ضعیف احادیث پائی جاتی ہیں ان پر بھی بحث کی۔ واعظ وخطیب کی حیثیت سے بڑے مرتبہ کے شخص تھے۔ فہرست تصانیف یہ ہے :-

المنتظم والملتقط المنتظم (تاریخ عالم کی نہایت اہم کتاب) — کشف النقاب عن الاسماء والالقاب — اعمار الاعیان — المجتنا من المجتبیٰ — درياق الذنوب — کفات المجالس فی الواعظ — تذکرۃ الایقاظ۔

حوالہ جات : (ابن خلکان - سیوطی)

---

۱۷ - ابن حاجب، جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس — ولادت (مصر) : ۵۷۰ھ/۱۱۷۵ء - وفات (اسکندریہ) : ۶۴۶ھ/۱۲۴۹ء

نحو، ادبیات، قرآن، حدیث وفقہ مالکی کے مستند عالم تھے۔ ان کی کتاب الکافیہ اور شافیہ نحو وصرف میں اب بھی ممالک اسلامی کی درسیات اور ہندوستان کے درس نظامی شامل ہیں۔ ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں :- المقصد الجلیل (نظم)۔ الآمالی (علم القرآن)۔ منتہی السوال والامل فی علم الاصول والجدال — مختصر الاصولی مختصر الفروعی۔

حوالہ جات : (ابن خلکان - سیوطی - ابن فرحون)

---

۱۸ - ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد شہاب الدین ابو الفضل الکنانی العسقلانی المصری

ولادت (قاہرہ) : ۷۷۳ھ/۱۳۷۲ء - وفات : ۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء

نہایت مشہور ادیب، مورخ، محدث اور شافعی فقیہ تھے۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، پھر نحو وفقہ میں مہارت حاصل کی۔ اس کے بعد عرصہ تک علماء وقت سے فن حدیث حاصل کیا، تجوید و اسانیات میں مہارت پیدا کی۔ حدیث کی تکمیل کے لئے انھوں نے مصر، حجاز، یمن، شام کا سفر کیا اور اساتذہ سے فقہ و حدیث میں سند فضیلت حاصل کی۔ ۸۲۷ھ/۱۴۲۳ء میں یہ قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور اکیس سال تک اس عہدہ کی خدمات انجام دیں۔ اس خدمت کے ساتھ ساتھ طلبہ کو فقہ وحدیث کا درس بھی دیتے رہے۔ یہ نظم ونثر دونوں پر قادر تھے اور ادبی حیثیت سے بھی بڑے مرتبہ کے مالک تھے۔ ان کی کتاب "فتح الباری فی شرح البخاری" بڑی مشہور کتاب ہے جو اب تک درسیات میں شامل ہے۔ ان کی تمام تصانیف کی فہرست ۱۵۰ سے زیادہ ہے۔ بعض یہ ہیں :-

الاصابہ فی تمییز الصحابہ تہذیب التہذیب تعجیل المنفعۃ (اسماء رجال) بلوغ المرام (علم حدیث) نخبۃ الفکر الدرر الکامنہ تاویل التاسیس غبطۃ الناظر۔

حوالہ جات :- (سخاوی - بدائع الزہور - ابن ایاس)

---

۱۹ - ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید — ولادت (قرطبہ) : ۳۸۴ھ/۹۹۴ء - وفات : ۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء

ہسپانیہ کے مشہور مورخ، شاعر وفقیہ تھے۔ ان کے دادا عیسائی تھے جو بعد کو اسلام لے آئے تھے ان کے باپ فرمانروائے المنصور اور اسکے بیٹے المظفر کے زمانہ میں وزیر اور میر سامان کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ ابن حزم کی تعلیم بڑے وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ جب عامرئین کی حکومت پر زوال آیا تو ابن حزم نے ۴۰۴ھ/۱۰۱۳ء میں قرطبہ چھوڑ دیا اور المیریا میں مقیم ہو گئے۔ اس کے ۵ سال بعد القاسم بن حمود کے زمانہ میں پھر قرطبہ واپس آئے اور المستظہر کے زمانہ میں وزیر ہو گئے لیکن المستظہر کے قتل کے بعد یہ قید کر دئے گئے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک مقید رہے، لیکن ۴۱۲ھ/۱۰۲۲ء میں ان کا بمقام جاتوا رہنا پایا جاتا ہے ان کی آخری عمر کے

حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن یہ یقینی ہے کہ اخیر میں انھوں نے سیاسیات سے کنارہ کشی کر کے صرف خدمت علم کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان کی ابتدائی کتابوں میں سے ایک "طوق الحمامہ فی الالفت والآلاف" ہے جس کا علم سب سے پہلے ڈوزی کے ذریعہ سے ہوا۔ یہ کتاب فلسفۂ محبت پر نفسیاتی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے، اسی زمانہ میں انھوں نے ایک اور کتاب "رسالہ فی فضل الاندلس" لکھی۔

ان کی تاریخی تصانیف میں "نقاط العروس فی تواریخ الخلفاء" اور "جمہرۃ الانساب" اب بھی موجود ہیں۔ فقیہ و محدث ہونے کی حیثیت سے انھوں نے خاص شہرت حاصل کی۔ پہلے وہ شافعی مسالک کے پابند تھے، پھر ظاہری ہو گئے (یعنی قرآن و حدیث میں کسی تاویل کے قایل نہ رہے اور بالکل ظاہری معنی کو سامنے رکھا)۔ ظاہری عقاید کے سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "ابطال القیاس والرائے والاستحسان والتقلید والتعلیل" ہے ان کی دوسری فقہی کتابیں یہ ہیں:۔ "کتاب الاحکام فی اصول الاحکام"۔ "مسایل اصول الفقہ"۔ اسکی مشہور ترین تصنیف "کتاب الفصل فی الملل والنحل" ہے جس میں مسلمانوں کی تمام مذہبی جماعتوں پر ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔ منطق میں بھی انھوں نے ایک تصنیف کی تھی "التقریب فی حدود المنطق"۔ علم قرآن پر بھی انھوں نے "کتاب الناسخ والمنسوخ" لکھی۔ وہ علم مناظرہ کے بھی بڑے ماہر تھے۔ وہ الاشعری، ابوحنیفہ اور امام مالک کے سخت مخالف تھے ان کی تحریر میں اتنا زور تھا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ: "ابن حزم کا قلم حجاج کی تلوار ہے"۔

ان کی تصانیف کی تعداد ۴۰۰ بتائی جاتی ہے۔ ابن عربی ان کے بڑے قایل تھے۔

حوالہ جات: (یاقوت - ابن خلکان - ذہبی)

---

۲۰ - ابن حوقل، ابوالقاسم محمد

مشہور عرب سیاح و جغرافیہ داں تھے۔ ان کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں۔ یہ بغداد کے رہنے والے تھے۔ ان کی کمسنی میں خلافت بغداد ختم ہو کر ترکوں کے قبضہ میں جا چکی تھی۔ جب یہ جوان ہوئے تو انھیں پتہ چلا کہ ان کی تمام دولت و جائداد ضایع ہو چکی ہے اس لئے انھوں نے سیاحت و تجارت کو ذریعہ معاش بنایا اور ۳۳۱ھ ۹۴۳ء میں بغداد چھوڑ کر سیاحت شروع کی۔ یہ مشرق سے مغرب تک تمام اسلامی دنیا میں گھومتے پھرے اور ۳۵۷ھ ۹۶۸ء میں وطن واپس آ گئے۔ دوران سیاحت میں یہ اصطخری (مشہور جغرافیہ داں و سیاح) سے بھی ملے تھے اور ان کی ہدایت کے مطابق اپنے نقشوں میں کچھ رد و بدل بھی کیا تھا۔ "المسالک والممالک" ان کا مشہور سیاحت نامہ ہے۔

حوالہ: (اصطخری)

---

۲۱ - ابن خالویہ ابوعبداللہ الحسین بن احمد الہمدانی ——— وفات: ۳۷۰ھ ۹۸۰ء

مشہور نحوی و تذکرہ نویس تھے۔ ۳۱۴ھ میں ہمدان سے بغداد آئے اور مشہور اساتذہ سے نحو و ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اخیر میں یہ حلب میں مقیم ہو گئے تھے، معلم کی حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی۔ سیف الدولہ ہمدانی کے بڑے مقرب تھے اور اس کے بیٹوں کے اتالیق ——— ان کی بعض تصانیف یہ ہیں: کتاب اللیس - شرح مقصورات ابن درید -

حوالہ جات: (ابن خلکان - ذہبی - سیوطی)

---

۲۲ - ابن خطیب، (لسان الدین) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سعید بن عبداللہ بن سعید بن علی بن احمد السلمانی

ولادت (لوشا): ۲۵ رجب ۷۱۳ھ / ۱۵ نومبر ۱۳۱۳ء

تاریخ، جغرافیہ، ادبیات، فلسفہ، طب و تصوف کے مستند عالم و ماہر تھے۔ وہ وزارت القلم اور وزارت السیف دونوں کے مالک تھے اسی لئے ان کا لقب "ذوالوزارتین" قرار پایا۔ انھوں نے اپنا عنفوان شباب غرناطہ میں بسر کیا اور یہیں مختلف علوم و فنون کی تکمیل کی۔ یہ اپنے عہد میں غرناطہ کے فاضل ترین شخص سمجھے جاتے تھے۔ اپنے باپ کے انتقال پر (وزیر) ابوالحسن علی بن الجیاب کے سکرٹری ہو گئے۔ لیکن بعد کو ۷۶۰ھ میں مراکش کی طرف جلاوطن کر دئے گئے، ۷۶۳ھ میں پھر غرناطہ واپس آئے۔ اس کے بعد بھی ان کی زندگی زیادہ تر سیاسی جھگڑوں میں بسر ہوئی اور اس سلسلہ میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دئے گئے۔

انھوں نے ۶۰ تصانیف کیں جو مختلف علوم و فنون سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن میں صرف ایک تہائی باقی رہیں۔ ان کی نہایت مقبول و مشہور تصنیف "الاحاطہ فی تاریخ غرناطہ" ہے جو علماء کا تذکرہ اور انتقادی مطالعہ ہے۔ بعض دوسری تصانیف یہ تھیں:۔ الحلال المرقومہ ــــ لمحۃ البدریہ فی الدولۃ الناصریۃ ــــ رقم الحلول فی نظم الدول ــــ معیار الاختیار فی ذکر المعاہد والدیار ــــ ریحانات الکتاب۔

حوالجات: (مقریزی۔ ابن خلدون)

۲۳۔ ابن خلدون، عبدالرحمان (ابوزید) معروف بہ ولی الدین ــــ ولادت (تیونس) ۷۳۲ھ / ۱۳۳۲ء ــــ وفات (قاہرہ) ۸۰۸ھ / ۱۴۰۶ء

قرآن حفظ کرنے کے بعد اپنے والد اور علماء تیونس سے نحو، ادبیات، فقہ، حدیث اور علم شعر کی تعلیم حاصل کی۔ جب ابوالحسن (مارینی) نے ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء میں تیونس پر قبضہ کیا تو عبدالرحمان نے اس کے ساتھ وہاں کے اکابر علماء سے منطق، فلسفہ، الٰہیات اور دوسرے علوم متداولہ حاصل کئے۔ ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی کہ وہ علامہ (شاہ تیونس) کے میر منشی ہو گئے۔ لیکن بعض سیاسی انقلابات کی وجہ سے امیر زاب کے پاس بسکرا (BISKRA) چلے گئے لیکن جب ابوالعنان (مارینی) نے تلمسین لے لیا تو عبدالرحمان اس کے ملازم ہو گئے اور ایک زمانہ تک وہاں کی خانہ جنگیوں اور سیاسی تحریک میں شریک رہے۔ اخیر میں وہ قلعۂ ابن سلامہ (توغزوت) میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے اور اپنی تاریخ کی تالیف شروع کی۔ یہاں وہ ۷۸۰ھ / ۱۳۷۸ء تک رہے اس کے بعد تیونس چلے گئے، وہاں سے مکہ پہونچے اور پھر اسکندریہ و قاہرہ گئے۔ یہاں جامع ازہر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء میں یہاں کے قاضی ہو گئے۔ دو سال بعد جب سلطان الناصر (والی دمشق) نے تیمور کے خلاف پیش قدمی کی تو یہ بھی ساتھ گئے۔ وہاں سے لوٹ کر پھر قاہرہ میں اپنا عہدۂ قضا سنبھالا اور آخر تک اس خدمت پر مامور رہے۔ ان کے سوانح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسیات سے انھیں بڑی دلچسپی تھی اور خانہ جنگیوں کے سلسلہ میں حسب ضرورت و موقع وہ کبھی ایک فریق سے مل جاتے تھے اور کبھی دوسرے فریق سے۔

ان کی تصنیف "کتاب العبر" اس عہد کی نہایت مشہور تاریخ ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ان کے ۵۰ سالہ تجربات و مطالعات کا نچوڑ ہے اور اس وقت کے عرب اور اقوام بربر کے باہمی سیاسی آویزشوں کی بڑی اہم دستاویز ہے۔

ان کی کتاب "مقدمۂ ابن خلدون" عربی ادبیات و تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اور تمام علماء مشرق و مغرب اس سے استناد کرتے ہیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۴۔ ابن خلدون، یحییٰ ابوزکریا ــــ ولادت (تیونس) ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء ــــ وفات (تلمسین) ۷۸۰ھ / ۱۳۷۹ء

اپنے بھائی عبدالرحمان (مصنف مقدمہ ابن خلدون) کی طرح یہ بھی زیادہ تر سیاسیات میں الجھے رہے۔ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۴ء میں تلمسین کے حفصی امیر نے قید کر کے ان کی جائداد ضبط کر لی۔ اس کے بعد یہ بھاگ کر بسکرا اپنے بھائی کے پاس چلے گئے لیکن دو سال بعد پھر تلمسین واپس آئے اور یہاں دربار کے میر منشی ہو گئے۔ اس کے بعد وہ پھر مارینی خاندان کے طرفدار ہو گئے اور آپس کی خانہ جنگیوں میں عملی حصہ لیتے رہے یہاں تک کہ ابوحمّو کے بڑے بیٹے ابوتاشفین زنانی نے ان کو قتل کرا دیا۔

انھوں نے تاریخ کی بڑی اہم کتاب لکھی: "بغیۃ الرواد فی ذکر الملوک من بنی عبدالواد"

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۵۔ ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم شمس الدین ابوالعباس البرکی الاربلی الشافعی

ولادت (اربیلا) ۶۰۸ھ / ۱۲۱۱ء (۱۱ ربیع الثانی) (۲۳ ستمبر) ــــ وفات: ۲۶ رجب ۶۸۱ھ / ۳۰ اکتوبر ۱۲۸۲ء

نہایت مشہور مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ اول اول حلب میں جوالقی اور ابن شداد سے تعلیم پائی اور پھر دمشق میں تکمیل کی۔ ۶۵۹ھ / ۱۲۶۱ء میں یہیں کے قاضی القضاۃ ہو گئے۔ اس کے بعد قاہرہ کے مدرسۂ الفخریہ میں پروفیسر ہو گئے۔

ان کی مشہور کتاب "وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان" کی ترتیب انھوں نے ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء قاہرہ میں شروع کی لیکن مسلسل اس پر کام نہ کر سکے اور پھر دمشق جا کر ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴ء میں اسے پورا کیا۔

حوالجات: (سیوطی۔ برزالی۔ سبکی)

۲۶ - ابن خوردادبہ، ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ — ولادت: ابتدا تیسری صدی ہجری — وفات: ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء

ایرانی النسل تھے اور مشہور ماہر جغرافیہ و موسیقی تھے، ان کے دادا مسلمان ہوئے تھے اور باپ طبرستان کے گورنر تھے۔ خود انکے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں سوا اس کے کروہ الجبل (میدیا) میں محکمۂ ڈاک کے افسر تھے جسے "صاحب البرید والاخبار" کہتے تھے۔ خلیفہ المعتمد سے دوستانہ تعلقات تھے۔ مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار انھوں نے دربار خلافت میں موسیقی، آلات موسیقی اور تال (ایقاع) پر ایسی تقریر کی کہ لوگ حیران رہ گئے۔ موسیقی میں یہ اسحاق موصلی کے شاگرد تھے۔

انھوں نے ادبیات، موسیقی، شراب اور طباخی پر بھی متعدد کتابیں لکھی تھیں۔ ان کی صرف ایک تصنیف "کتاب المسالک والممالک" باقی رہ گئی ہے جو تاریخ و جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہے اور جس سے تمام مورخین مابعد اور جغرافیہ نویسوں نے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ۲۳۲ھ / ۸۴۶ء میں لکھنا شروع کی تھی اور ۲۷۲ھ / ۸۸۵ء میں پوری ہوئی۔

حوالجات: (مسعودی - حاجی خلیفہ)

---

۲۷ - ابن دُرید، ابوبکر محمد بن الحسن بن عتاہیہ الازدی — ولادت (بصرہ): ۲۲۳ھ / ۸۳۸ء — وفات (بغداد): ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء

عرب کے مشہور شاعر و ادیب و سوانح نگار تھے، بصرہ میں تعلیم پائی۔ جب زنج نے بصرہ کو لوٹا تو یہ عمان چلے گئے اور وہاں بارہ سال تک رہے۔ اس کے بعدوہ جزیرۂ ابن عمارہ میں دربار مقلادس سے وابستہ ہوگئے۔ انھوں نے یہاں ایک کتاب لغت پر بھی لکھی (کتاب الجمہرہ فی علم اللغۃ)۔ جب ۳۰۸ھ / ۹۲۰ء میں مقلادس معزول ہوا تو یہ بغداد چلے گئے اور خلیفہ المقتدر نے ان کا وظیفہ ۵۰ دینار ماہوار مقرر کردیا۔

یہ اپنے عہد کے بڑے زبردست ماہر لسانیات اور بہترین نقاد شعر تھے چنانچہ موفیین نے ان کو "اعلم الشعراء واشعر العلماء" لکھا ہے۔ جمہرہ (لغت) کے علاوہ انھوں نے اور متعدد کتابیں لکھیں: کتاب السرج واللجام - گھوڑے، اسلحہ، ابر، بارش پر بھی اس نے متعدد رسایل لکھے۔

حوالجات: (ابن خلکان - ابن ندیم - یاقوت)

---

۲۸ - ابن الدیباع (دیباع حبشی زبان میں سفید کو کہتے ہیں)، ابوعبداللہ عبدالرحمان بن علی

ولادت (زبید): ۸۶۶ھ / ۱۴۶۱ء — وفات: ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء

جنوبی عرب کے محدث، مورخ و مہندس تھے۔ تیسری بار حج کرنے کے بعد (۸۹۶ھ) مکہ میں رہ کر حدیث و ادبیات کی تکمیل کی۔ تاریخی خدمات کے صلہ میں ظاہری سلطان زبید (الملک الظافر) کی طرف سے خلعت و جاگیر عطا ہوئی اور جامع زبید میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

ان کی تصانیف یہ ہیں: بغیۃ المستفید فی اخبار مدینۃ الزبید - قرۃ العیون فی اخبار یمن المامون - احسن السلوک فی من ولی زبید من الملوک۔ تفسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول - تمییز الطیب من الخبیث مما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث - کتاب فضل اہل الیمن۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

---

۲۹ - ابن رُشد، ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد — ولادت (قرطبہ): ۵۲۰ھ / ۱۱۲۶ء — وفات: ۵۹۵ھ / ۱۱۹۸ء

مستشرقین یوروپ ان کو AVERROS کہتے ہیں۔ یہ اسپین کے سب سے بڑے فلاسفر و حکیم تھے۔ ان کے دادا اور باپ دونوں قرطبہ کے قاضی تھے۔

ابن رشد نے طب اور قانون کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ جب ابن طفیل (مشہور فیلسوف) نے انھیں ابویعقوب یوسف (خاندان الموحدون) کے دربار میں پیش کیا تو اس نے ابن رشد سے کائنات کے حادث یا قدیم ہونے پر گفتگو کی اور خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد ابن طفیل نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ ارسطو کی تصانیف کا ترجمہ کریں۔

۵۶۵ھ / ۱۱۶۹ء میں وہ اشبیلیہ کے قاضی ہوگئے اور دو سال بعد قرطبہ کے۔ ۵۷۸ھ / ۱۱۸۲ء میں ابن یوسف نے انھیں مراکش میں طبیب خاص کی خدمت پر مامور کیا لیکن جلد ہی قاضی القضاۃ بناکر قرطبہ واپس کردیا۔ بعد کو یعقوب المنصور کے عہد میں الحاد کے الزام میں یہ جلاوطن کردئے گئے لیکن جب یعقوب، اسپین کی عیسائی حکومت سے جنگ کرکے مراکش واپس آیا تو ابن رشد کو پھر اپنے دربار میں بلالیا۔

ان کی تصانیف کا اکثر حصہ ضایع ہوگیا۔ جو کتابیں باقی رہ گئیں ان میں نہایت مشہور کتاب "تہافۃ التہافۃ" ہے جو غزالی کی "تہافۃ الفلاسفہ" کے جواب میں لکھی تھی۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:۔ "کتاب الجوامع" (رسایل ارسطو کی شرح) ۔ "کتاب فصل المقال" (مذہب و فلسفہ کے متعلق) اور "کتاب کشف المناہج" (مذہب و فلسفہ کے تطابق پر)۔ ارسطو کی POETICS (شعر) RHETORIC (خطابت) اور افلاطون کی REPUBLIC (جمہوریت) کی شرحیں بھی انھوں نے لکھیں۔ انھوں نے فارابی کی منطق اور ابن سینا کے بعض عقایدی نظریوں پر بھی بحث کی۔ فقہ و قانون پر کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ایک "بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد" ہے۔ طب پر بھی ایک کتاب الکلیات تصنیف کی اور ہیئت پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کے فلسفیانہ نظریے تقریباً وہی تھے جو فارابی، ابن سینا اور کندی کے تھے۔ لیکن بعض مسایل میں انھوں نے اختلاف بھی کیا ہے اور خود اپنے نظریے پیش کئے۔

جن مسایل میں ابن رشد پر ملحد ہونے کا الزام لگایا گیا، وہ کائنات کی قدامت، بقائے روح، اور حشر و نشر کے عقاید سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ مروجہ عقاید اسلامی کے بالکل منکر نہ تھے بلکہ وہ انھیں عقل و فلسفہ سے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر قرآن میں کوئی بیان ایسا نظر آتا ہے جو عقل کے خلاف ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا مفہوم کچھ اور ہے جسے عقلی حیثیت سے سمجھنا چاہئے۔ علماء ظواہر انھیں عقاید کی وجہ سے مخالف تھے اور ملحد کہتے تھے۔ لیکن ابن رشد نے اپنے علمی فضایل کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور دنیا کی تمام زبانوں میں ان کی تصانیف کے ترجمے ہوئے۔

حوالہ: (ابن ابی اصیبعہ)

۳۰۔ ابن رشیق، ابو علی الحسن بن رشیق الازدی ——— ولادت (الجزایر) ۳۸۵ھ/۹۹۵ء — وفات (صقلیہ): ۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء

یہ یونانی الاصل تھے اور ان کے باپ جوہری کا پیشہ کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ ۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء میں قیروان گئے، اور خلیفہ المعز کے دربار کے شاعر مقرر ہوئے۔ جب ۴۴۹ھ/۱۰۵۷ء میں قیروان لوٹا گیا تو یہ المعز کے ساتھ مہدیہ چلے گئے۔

یہ مشہور ادیب، نقاد و شاعر و مورخ تھے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں:

العمدہ فی صناعۃ الشعر و نقدہ ۔ قراضۃ الذہب فی نقد اشعار العرب ۔ دیوان ۔

حوالہ جات: (یاقوت ۔ سیوطی ۔ ابن خلکان)

۳۱۔ ابن زہر، ابو مروان عبدالملک بن ابی الاعلیٰ زہر ——— ولادت (اشبیلیہ) اندازاً: ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء ۔ وفات: ۵۵۷ھ/۱۱۶۲ء

نہایت مشہور طبیب تھے۔ مستشرقین یوروپ انھیں "AVENZOAR" کہتے ہیں۔ ادبیات فقہ و الہیات کی تعلیم کے بعد طب کی تکمیل کی اور ذاتی تجربات سے فن علاج میں بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ پہلے المرابطون کے ملازم تھے اور پھر الموحدون کے ہو گئے۔ ابن رشد سے ان کے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے اور وہ انھیں غیلان کے بعد سب سے بڑا طبیب جانتے تھے۔ گورنر مراکش (علی بن یوسف) کسی وجہ سے ان کا دشمن ہو گیا اور چند دن کے لئے مقید کر دیا۔ جب المرابطون کے بعد الموحدون کا زمانہ آیا اور علی بن یوسف مر گیا تو یہ رہا کر کے وزارت کے عہدہ پر ممتاز کئے گئے۔ ان کی طبی تصانیف کا ترجمہ عبرانی و لاطینی زبانوں میں ہوا جس سے یوروپین فن طب بہت متاثر ہوا۔ انھوں نے اپنے ذاتی تجربات و تحقیقات سے بہت سے ایسے امراض کا علاج دریافت کیا جن کا نام بھی پہلے کسی کو معلوم نہ تھا۔ سب سے پہلے انھوں نے سانس کی نالی پر عمل جراحی کیا اور حلقوم و حقنہ کے ذریعہ سے بوساطت آلات غذا پہونچانے کا تجربہ کیا۔

کتاب الاقتصاد فی اصلاح الانفس و الاجساد ——— کتاب التیسیر فی المداوات و التدبیر ۔ ان کی نہایت مشہور طبی کتابیں ہیں۔

حوالہ جات: (حاجی خلیفہ ۔ ابن ابی اصیبعہ ۔ ابن خلکان)

۳۲۔ ابن سُریج، ابو العباس احمد بن عمر بن سریج ——— ولادت: ۲۴۹ھ/۸۶۳ء — وفات (بغداد): ۳۰۶ھ/۹۱۸ء

تیسری صدی ہجری کے بہت بڑے شافعی عالم و فقیہ تھے۔ یہ شیراز کے قاضی تھے۔ علماء ظواہر کے جواب میں متعدد تصانیف کیں۔ کہا جاتا ہے انھوں نے ۴۰۰ کتابیں لکھیں جو سب ضایع ہو گئیں، صرف چند کتابوں کے نام لوگوں کو یاد رہ گئے ہیں۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۴۳ - ابن سعد، ابو عبداللہ بن سعد، البصری الزہری -

"کاتب الواقدی" تھے اور مشہور محدث - ان کی تصنیف "طبقات" بڑی مشہور کتاب ہے جس میں رسول اللہ، صحابہ اور خلفاء کی تاریخ لکھی ہے۔

حوالہ جات : (ذہبی - فہرست - ابن خلکان)

---

۴۴ - ابن السکیت ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ——— ولادت (بغداد) : ۱۸۵ھ / ۸۰۲ء - وفات : ۲۴۴ھ / ۸۵۸ء

مشہور نحوی اور ماہر زبان تھے - اہواز کا ایک گاؤں دورق وطن تھا۔ اپنے باپ سے ابتدائی تعلیم پائی اور پھر زبان سیکھنے کے لئے بدویوں کے ساتھ رہنے لگے۔ لوٹ کر بغداد آئے اور سمرا میں ابن طاہر کے بچوں کے اتالیق ہو گئے، بعد کو خلیفۂ المتوکل نے اپنے بیٹوں المعتز اور المؤید کا اتالیق بنا دیا لیکن چونکہ یہ علویین کے طرفدار تھے، اس لئے آخر کار قتل کر دئے گئے - تصانیف کی فہرست یہ ہے : - کتاب اصلاح المنطق (لسانیات) — کتاب الالفاظ — شرح دیوان خنساء — شرح دیوان عروہ بن الورد — شرح دیوان طفیل الغنوی — کتاب القلب والابدال — شرح دیوان قیس بن الخاتم -

حوالہ جات : (فہرست - ابن خلکان - ابو الفداء)

---

۴۵ - ابن سینا، ابو علی الحسین ابن عبداللہ (الشیخ الرئیس) ——— پیدائش (افشنا قریب بخارا) : ۳۷۰ھ / ۹۸۰ء - وفات (ہمدان) : ۴۲۸ھ / ۱۰۳۷ء

مستشرقین مغرب انھیں "AVICENNA" کہتے ہیں - مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے۔ "ابن ابی اصیبعہ" انھیں کے شاگرد تھے جنھوں نے ان کے حالات میں ایک کتاب بھی لکھی - ان کے باپ بخارا آگئے تھے اور یہیں ابن سینا کی تعلیم ہوئی - دس سال کی عمر میں قرآن و ادبیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے اور پھر ۱۶ سال کی عمر میں فقہ، منطق، ریاضی، ہیئت، فلسفہ، طبیعیات، طب اور مابعد الطبیعیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے - فلسفہ میں یہ فارابی سے بہت متاثر تھے - جب نوح بن منصور (سلطان بخارا) ان کے علاج سے اچھا ہو گیا تو ان کو نوح کے کتب خانہ دیکھنے کا موقع مل گیا اور چونکہ قدرت کی طرف سے ان کو غیر معمولی ذہن و حافظہ عطا ہوا تھا اس لئے انھوں نے اس کتب خانہ سے بڑا فائدہ اٹھایا - ۲۱ سال کی عمر میں لکھنا شروع کر دیا۔ عمر کے بائیسویں سال میں باپ کا انتقال ہو گیا اور یہ اطمینان سے کسی جگہ بیٹھ نہ سکے لیکن جب بعد کو جرجان، رے، ہمدان اور اصفہان کے درباروں تک رسائی ہو گئی تو مستقلاً سلسلۂ تصنیف و تالیف شروع کیا -

ان کی تصانیف بہت ہیں لیکن ان میں کتاب الشفا نے جسے فلسفہ کی انسائکلوپیڈیا کہنا چاہئے اور القانون فی الطب نے جو طب کی نہایت مشہور کتاب ہے، خاص شہرت حاصل کی -

انھوں نے اپنی عمر کا آخری حصہ اصفہان میں علاؤ الدولہ کے دربار میں بسر کیا اور جب علاؤ الدولہ نے ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء میں ہمدان پر حملہ کیا تو یہ بھی اس کے ساتھ تھے لیکن راستہ میں بیمار پڑ گئے اور وہیں ہمدان میں انتقال ہو گیا -

ان کی تصانیف کا ترجمہ تمام مغربی زبانوں میں ہو چکا ہے اور مشرق و مغرب دونوں جگہ نہایت ممتاز حکیم و فلاسفر کی حیثیت سے ان کی عزت کی جاتی ہے -

منطق اور علمیات (EPISTEMOLOGY) میں وہ بڑی حد تک فارابی کے مقلد تھے - طبیعیات میں وہ زیادہ تر ارسطو کے پیرو تھے لیکن افلاطونیت جدیدہ (NEO-PLATONISM) سے بھی کافی متاثر تھے - فقہ، مابعد الطبیعیات، طب، الہیات اور تمام علوم حکمیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی اور ان تمام علوم پر مختلف تصانیف کے ذریعہ سے بڑا فاضلانہ اظہار خیال کیا ہے - اخیر میں تصوف کی طرف بھی ان کا رجحان ہو گیا تھا -

بعض تصانیف جن کا ترجمہ مغربی زبانوں میں ہو چکا ہے، یہ ہیں : -

بحث عن القوۃ النفسانیہ - منطق المشرقیین والقصیدۃ المزدوجہ فی المنطق - کتاب النجات - تسع رسایل فی الحکمۃ والطبیعیات کتاب السیاست - تہافۃ التہافۃ - ابن رشد و فلسفتہ -

حوالہ : (انطون فرح)

۳۶ - ابن طفیل، ابوبکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن طفیل القیسی ——— ولادت: چھٹی صدی ہجری — وفات ۵۸۱ھ / ۱۱۸۵ء

مشہور فلاسفر تھے، ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ابن باجہ کے شاگرد تھے، لیکن ان کی تحریروں سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اول اول غرناطہ میں طبابت شروع کی اور پھر صوبہ کے گورنر کے سکریٹری ہو گئے۔ ۵۴۹ھ / ۱۱۵۴ء میں یہ گورنر طنجہ کے سکریٹری تھے اور پھر الموحد خاندان کے فرمانروا ابو یعقوب یوسف کے درباری طبیب مقرر ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ وزارت بھی ان کے سپرد تھی اور عہدۂ قضا بھی۔ یہ اہل کمال کے بڑے قدردان تھے اور انھوں نے ہی سب سے پہلے ابن رشد کو ابو یعقوب یوسف کے دربار میں پیش کیا اور جب ابن طفیل زیادہ ضعیف ہو گئے تو اپنی جگہ ابن رشد ہی کو درباری طبیب مقرر کرا دیا۔

ان کی تصانیف کی تعداد زیادہ نہیں ہے، لیکن ان کا فلسفیانہ ناول "حی بن یقظان"[1] نہایت مشہور و مقبول تصنیف ہے۔ اس کا دوسرا نام "اسرار الحکمۃ الاشراقیہ" بھی ہے، اس کتاب میں "افلاطونیت جدیدہ" کے مسائل کو ایک فسانہ یا رومان کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی بالکل پہلی کتاب تھی جو فلسفیانہ مسائل پر داستان کی شکل میں لکھی گئی۔ نصیر الدین طوسی اور جامی نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا تھا۔

اس ناول کے مقدمہ میں ابن طفیل نے پہلے مسلم فلاسفی کی تاریخ پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے ابن سینا، ابن باجہ، غزالی کی تعریف کی ہے اور پھر یہ ثابت کیا ہے کہ فلسفہ کی اصل غایت ذات خداوندی سے متحد کر دینا ہے اور یہی فلسفۂ صوفیہ کا ہے۔ مقدمہ کے بعد قصہ شروع کرتے ہیں:

ایک شہزادی اپنے لڑکے کو جس کا کوئی باپ نہ تھا سمندر میں ڈال دیتی ہے اور یہ بہتا بہتا ایک سنسان جزیرہ میں پہونچ جاتا ہے (اس موقع پر وہ اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں، کہ اول اول زمین میں گرمی سے جو کیفیت خمیر کی پیدا ہوئی تھی اس سے جاندار کی تخلیق ہونا ممکن تھی، ابن طفیل نے اس کا نام حیؔ (زندہ) قرار دیا ہے) اس لڑکے کو ایک ہرن بیاتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے۔ جب یہ ہوش سنبھالتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کی طرح ننگا اور غیر مسلح ہے اس لئے وہ پتوں سے اپنا جسم ڈھانکتا ہے اور درختوں کی شاخ سے لکڑی توڑ کر ایک چھڑی طیار کرتا ہے اور اس طرح سب سے پہلے اسے اپنے ہاتھ کی قوت کا علم ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ شکاری ہو جاتا ہے اور چھوٹے جانور شکار کر لیتا ہے۔ جب ہرن بہت بڈھا ہو کر بیمار ہو جاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بیماری کیا چیز ہے اور اس کا کیا سبب ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ بیماری کا تعلق سینہ سے ہے وہ اسے ایک تیز نوکدار پتھر سے چیرتا ہے اس طرح اسے دل، کلیجہ، پھیپھڑے اور دوسرے اعضا کا علم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ جسم کے اندر کوئی اور چیز اندر ایسی تھی جو نکل گئی ہے جب ہرن کا جسم سڑنے لگتا ہے تو وہ ایک کوّے کو دوسرے کوّے کا مردہ جسم زمین کھود کر اندر گاڑتے ہوئے دیکھ کر خود بھی ہرن کا جسم زیر زمین دفن کر دیتا ہے۔

اس کے بعد اتفاق سے خشک شاخوں کی باہمی رگڑ سے آگ پیدا ہوتے دیکھتا ہے، اس طرح وہ خود بھی آگ پیدا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس گرمی کی طرف بھی اس کا خیال منتقل ہوتا ہے جو جسم حیوانی میں پائی جاتی ہے اور وہ جانوروں کی کھال نکال کر ان کی جسمانی حرارت پر غور کرتا ہے، اس کی ذہانت اب ایک قدم اور آگے بڑھاتی ہے یعنی وہ کھالوں کے لباس بناتا ہے، روئی کاتتا ہے، سوئی بناتا ہے۔ چڑیوں کے گھونسلے دیکھ کر مکان طیار کرتا ہے، شکاری چڑیوں کو دیکھ کر خود بھی شکار کرتا ہے، چڑیوں کے انڈے کھاتا ہے اور جانوروں کے سینگوں سے کام لیتا ہے۔

اب اس کا علم بڑھتے بڑھتے فلسفہ کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ نباتات و معدنیات کا مطالعہ کرتا ہے، اعضا، وزن اور دیگر خصوصیات طبیعی کی بنا پر جانوروں کی قسمیں مقرر کرتا ہے اور آخر میں وہ روح پر غور کرتا ہے جس کا تعلق اس کے نزدیک دل سے تھا اور اس کی دو قسمیں (روح نباتی، روح حیوانی) قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ عناصر اربعہ کا علم حاصل کرتا ہے اور مٹی پر غور کرتے کرتے اس کا خیال مادہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، پانی کو بخار (بھاپ) میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ ایک مادہ دوسرے مادہ میں تبدیل ہو سکتا ہے اور پھر اس کا خیال علت تخلیق کی طرف منتقل ہو کر خالق تک پہونچتا ہے اور زمین سے ہٹ کر اب اس کی نگاہیں آسمانوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہ سوچتا ہے کہ کیا یہ کائنات غیر محدود ہے، لیکن اس کی عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی اور وہ سیاروں کے کروی ہونے پر حکم لگاتا ہے۔ آخر کار رفتہ رفتہ ایک خالق یا خدا کا تصور اس کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے جسے وہ آزاد و صاحب علم و ادراک سمجھتا ہے اور پھر روح انسانی کو بھی غیر فانی قرار دے کر ذات خداوندی سے اس کے ربط و تعلق پر غور کرتا ہے اور ایک زمانہ اسی فکر و مراقبہ میں گزر جاتا ہے۔

اسی وقت قریب کے جزیرہ سے ایک شخص اسال آجاتا ہے جو ایک "الہامی مذہب" کا پیامبر ہے اور دونوں ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کے بعد اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اسال جس مذہب کا پابند ہے وہ دراصل وہی ہے جسے حیؔ نے قائم کیا ہے اور پھر اسال اسے آمادہ کرتا ہے کہ وہ جزیرہ جا کر وہاں کے بادشاہ سلامان

[1] حیؔ کے معنی زندہ کے ہیں اور یقظان کے معنی بیدار (جس سے مراد خدا ہے)

کو اس حقیقت سے آگاہ کرے۔ لیکن سلامان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور آخرکار حیّ اور اسال دونوں واپس آتے ہیں اور صحرا میں رہ کر فکر و مراقبہ میں اپنی زندگی تمام کر دیتے ہیں۔

یہ ہے خلاصہ ابن طفیل کے اس فلسفیانہ ناول کا جس کا ترجمہ دنیا کی تمام زبانوں میں ہوا اور جس پر بہت سے لوگوں نے حواشی لکھے۔ ابن طفیل نہ صرف عربوں میں بلکہ غالباً تمام دنیا میں پہلا شخص تھا جس نے فلسفیانہ نظریوں کو فسانہ یا داستان کی صورت میں پیش کیا اور اس کے غوامض و دقایق نہایت آسان و عام فہم انداز میں بیان کئے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۷۔ ابن عساکر، علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابوالقاسم ثقۃ الدین الشافعی — ولادت (دمشق): ۴۹۹ھ/۱۱۰۵ء — وفات: ۵۷۱ھ/۱۱۷۶ء

مشہور مورخ تھے۔ بغداد اور خراسان میں تعلیم پائی اور پھر مدرسۂ نوریہ میں مدرس ہو گئے۔ انھوں نے اپنی کتاب "تاریخ مدینۂ دمشق" میں تمام اکابر دمشق کے حالات تحریر کئے اور اس کی ۸۰ جلدیں مرتب کیں جن میں صرف پہلی اور دوسری جلد باقی رہی۔ انھوں نے ایک کتاب لکھی (المعجم) جس میں اکابر شافعی مذہب کے حالات درج تھے۔

حوالہ جات: (ارشاد الاریب (یاقوت)، طبقات الشافعیہ (السبکی)

۳۸۔ ابن العربی، ابوبکر محمد بن علی محی الدین الحاتمی الطائی الاندلسی — ولادت: ۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء — وفات (دمشق): ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء

مشہور صوفی اور نظریۂ وحدت الوجود کے سب سے بڑے مبلغ۔ یہ اسپین میں ابن سراقہ کے نام سے بھی یاد کئے جاتے تھے۔ ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء میں یہ اشبیلیہ چلے گئے اور ۳۰ سال تک وہیں رہے۔ یہ فقہ و حدیث کے بھی بڑے عالم تھے۔ ۵۹۸ھ/۱۲۰۱ء میں یہ مکہ گئے اور اس کے بعد بغداد، حلب، موصل وغیرہ کی بھی سیاحت کی۔ یہ جہاں جاتے تھے ان کی شہرت ساتھ ساتھ جاتی تھی، معتقدین جو کچھ ان کو دیتے یہ سب تقسیم کر دیتے۔ اخیر میں دمشق میں مستقل قیام کر لیا۔ ہر چند علماء ظواہر میں سے تھے لیکن تقلید کے قایل نہ تھے۔ وہ کشف باطنی کے قایل تھے اور اپنے اکتسابات کو وہب الٰہی اور الہام قرار دیتے تھے۔ علماء نے انھیں زندیق قرار دیا اور اہل مصر نے انھیں قتل بھی کرنا چاہا۔

"فتوحات مکیہ" ان کی نہایت مشہور کتاب ہے جو ۵۶۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان کی دوسری مشہور کتاب "فصوص الحکم" ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: محاضرات الابرار — دیوان متصوفانہ اشعار کا — کتاب الاخلاق — اسفرہ علی حضرت البررہ — مجموعۃ الرسایل الالہیہ — مواقع النجوم و مطالع اہلۃ الاسرار و العلوم۔

ان کے بعض عقاید کی بنا پر، ابن تیمیہ، تفتازانی انھیں بے دین کہتے ہیں اور عبدالرزاق کاشانی، فیروزآبادی اور سیوطی ان کے موافقین میں ہیں۔ ان سے بعض عشقیہ اشعار بھی منسوب ہیں جو انھوں نے مکہ کی کسی خاتون کو لکھے تھے۔

حوالہ جات: (ابن جوزی - شعرانی - حاجی خلیفہ)

۳۹۔ ابن الفقیہ، ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الہمدانی — (تیسری صدی ہجری)

مشہور جغرافیہ داں۔ انھوں نے جغرافیہ کی ایک بڑی اہم کتاب لکھی (کتاب البلدان) (۲۹۰ھ/۹۰۳ء) جس کا حوالہ یاقوت اور المقدسی نے بھی دیا ہے۔ حالات زندگی تاریکی میں ہیں۔

حوالہ: (یاقوت - المقدسی)

۴۰۔ ابن القاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن احمد بن علی بن عبدالرحمان بن ابی العافیہ

ولادت: ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء — وفات: ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء

شاعر، فقیہ، ادیب، مورخ اور ریاضی داں تھے، مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۹۹۱ھ میں جب عیسائیوں نے انھیں قید کر لیا تو

سلطان ابوالعباس المنصور نے ۲۰ ہزار اونس سونا دے کر ان کو رہا کرایا۔ یہ سلا کے قاضی ہو گئے تھے لیکن بعد کو فارس چلے آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ انھوں نے تیرہ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض یہ ہیں:-

جذوۃ الاقتباس (تاریخ فارس)۔ درۃ الحجال (اسماء رجال)۔ لقط الفرائض۔ المنطق المقصور (خلیفہ منصور عباسی کے حالات میں)

حوالہ جات:- (نشر المثانی (القادری)۔ سلوۃ الانفاس (الکتانی))

۴۱ - ابن قتیبہ، ابوعبداللہ محمد بن مسلم الکوفی، الدیناوری ——— ولادت (کوفہ): ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء — وفات (بغداد): ۲۷۶ھ / ۸۸۹ء

عرب کے نہایت مشہور و مستند مورخ، نحوی و ادیب اور دبستان بغداد کے نہایت جید عالم۔ یہ کچھ عرصہ تک جبل کے قاضی بھی رہے اور بغداد میں پروفیسر بھی۔ انھوں نے متکلمین کے خلاف قرآن و حدیث کی بھی بڑی خدمت انجام دی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ بعد کو انھیں پر لوگوں نے ارتداد کا الزام قائم کیا جس کے جواب میں ان کو ایک مستقل کتاب لکھنا پڑی۔

لسانیات پر دو بڑی معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں، ایک "کتاب ادب الکاتب" دوسری "کتاب معانی الشعر" (۱۲ جلدوں میں) لیکن ان کی شہرت کا سبب زیادہ تر ان کی فاضلانہ تصنیف "کتاب عیون الاخبار" ہے جو سو ابواب میں ختم ہوئی ہے۔

حوالہ جات: (کتاب الفہرست (ابن انباری) - نزہتہ الادبا، (ابن خلکان)۔ کتاب الانساب (سمعانی)۔ ذہبی۔ سیوطی)

۴۲ - ابن القفطی، ابوالحسن علی بن یوسف القفطی (معروف بہ جمال الدین) — ولادت (قفط مصر): ۵۶۸ھ / ۱۱۷۲ء — وفات: ۶۴۶ھ / ۱۲۴۸ء

مشہور مورخ تھے۔ ابتداء عمر ہی میں قاہرہ آ گئے اور یہیں تمام علوم متداولہ حاصل کیے۔ یہاں سے بیت المقدس چلے گئے جہاں ان کے والد کسی اہم خدمت پر مامور تھے (۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء) اور یہاں ۱۵ سال تک سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ پھر وہ حلب چلے گئے اور پورے دس سال علوم و فنون کے مطالعہ میں صرف کیے۔ ۶۱۰ھ / ۱۲۱۴ء میں افسر مالیات مقرر کیا گیا اور ۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۶۳۳ھ / ۱۲۳۶ء میں ملک العزیز نے اپنا وزیر مقرر کیا اور اخیر وقت تک اس خدمت پر مامور رہے۔

اپنے زمانۂ وزارت میں وہ علماء اور طلبا کی بڑی مدد کرتے تھے۔ چنانچہ یاقوت جب مغلوں سے جان بچا کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے اس کی بڑی مدد کی۔ قاہرہ، یمن، اسپین اور سلجوقیوں کے حالات پر متعدد کتابیں لکھیں لیکن صرف ایک باقی رہی، جس کا نام "تاریخ الحکماء" ہے۔ اس کتاب میں ۴۱۴ اطباء، حکماء اور ہیئت دانوں کے حالات درج ہیں اور تاریخی حیثیت سے یہ کتاب بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات: (ارشاد (یاقوت))

۴۳ - ابن قیم الجوزی، شمس الدین محمد بن ابی بکر ——— آٹھویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ، ابن تیمیہ کے شاگرد۔ ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں:- کتاب الفوائد (علم القرآن و علم بیان)۔ کتاب الروح۔ اخبار النساء۔ شفاء العلیل فی القضاء و القدر — زاد المعاد — اقسام القرآن۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۴۴ - ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین ابوالفدا ابن الخطیب القرشی الشافعی — ولادت (دمشق): ۷۰۱ھ / ۱۳۰۱ء — وفات: ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء

محدث تھے اور ابن تیمیہ کے شاگرد۔ ان کی تاریخ عالم "البدایہ والنہایہ" مشہور کتاب ہے۔

حوالہ جات: (ابن حجر عسقلانی - ذہبی)

۴۵ - ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی ——— ولادت: ۲۰۹ھ / ۸۲۴ء — وفات: ۲۷۳ھ / ۸۸۶ء

مشہور جامع احادیث تھے۔ ان کا مجموعۂ احادیث (سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے) جسے عراق، عرب، شام و مصر وغیرہ کا سیاحت کر کے مرتب کیا تھا۔ ابن خلکان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی تھی اور ایک کتاب تاریخ کی بھی۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۴۶ - ابن مالک، جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن مالک -

ولادت (اسپین) : ۶۰۰ھ / ۱۲۰۳ء — وفات (دمشق) : ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴ء

ابتدائی تعلیم وطن ہی کے اکابر علماء سے حاصل کی - پھر ابن حاجب اور دوسرے مشہور نحویوں سے نحو حاصل کی اور دمشق میں حدیث کی تکمیل کی - اس کے بعد حماۃ اور دمشق میں درس و تدریس شروع کی - یہ پہلے مالکی تھے بعد کو شافعی ہو گئے -

یہ اتنے بڑے ماہر نحو تھے کہ سیبویہ (مشہور نحوی) کی شہرت بھی ان کے سامنے ماند پڑ گئی - انکی حسب ذیل تصانیف قابل ذکر ہیں - کتاب تحصیل الفوائد و تکمیل المقاصد (نحو) کتاب الالفیہ عمدۃ الحافظ (نحو) - اعجاز التعریف فی علم التصریف (صرف) - کتاب العروض - کتاب شواہد التوضیح - کتاب الالفاظ المختلفہ (مترادف الفاظ پر)

حوالہ جات : (سبکی - سیوطی)

---

۴۷ - ابن مسکویہ، ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب ——— وفات : ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء

مشہور مورخ و فلاسفر تھے - یاقوت کا بیان ہے کہ وہ مجوسی تھے، لیکن یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ ان کے باپ مسلمان تھے - ہو سکتا ہے کہ دادا مجوسی رہا ہو اور وہ اسلام لایا ہو - ابن مسکویہ کے ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں - یہ وزیر المہلبی کے سکرٹری و ناظم کتب خانہ تھے - اس کے بعد عضد الدولہ اور شمس الدولہ بویہ سلاطین کے وزراء ابن العمید اور ابوالفتح کے معتمد علیہ ہو گئے اور رے میں کوئی اہم خدمت تفویض کی گئی - فلسفہ، طب اور علم الکیمیا سے بڑی دلچسپی تھی - ان کی تصنیف "تجارب الامم" بڑی مشہور تاریخ ہے - ابن القفطی نے ان کے بعض طبی رسایل کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن ان کا رجحان زیادہ تر اخلاقیات کی طرف تھا اور اس موضوع پر ایک تصنیف بھی کی جس کا نام "تہذیب الاخلاق" ہے - ایک اور کتاب "جاوداں خرد" اسی موضوع پر فارسی میں بھی لکھی جس میں ایران، ہندوستان، عرب اور یونان کے اخلاقی اقوال جمع کئے تھے -

حوالہ جات : (تاریخ الحکماء (قفطی) - یاقوت)

---

۴۸ - ابن المقفع، ابوعمر (ابومحمد) روزبہ بن دادویہ ——— وفات : ۱۳۹ھ / ۷۵۶ء

"مقفع" شل [illegible] کہتے ہیں، حجاج بن یوسف کی گورنری میں ان کے باپ کا ہاتھ کسی جرم کی تعزیر پانے کی وجہ سے خشک ہو گیا تھا اس لئے ان کو ابن المقفع کہنے لگے - ابن المقفع ایرانی النسل تھے، جب یہ خلیفہ ابوالعباس سفاح کے چچا عیسیٰ بن علی کے ملازم ہوئے تو اسلام لے آئے - خلیفہ المنصور (عباسی) نے اپنے چچا عبداللہ کے لئے ایک معافی نامہ ان سے لکھوایا، لیکن انھوں نے تحریر میں کچھ ایسا انحراف کیا کہ خلیفہ برہم ہو گیا اور ان کو قتل کرا دیا -

انھوں نے کلیلہ و دمنہ اور خدائے نامہ کا ترجمہ پہلوی زبان سے عربی میں کیا - آخر الذکر کتاب کا ترجمہ "سیر الملوک العجم" کے نام سے مشہور ہے فردوسی نے شاہنامہ کی تصنیف میں اس سے استفادہ کیا تھا - انھوں نے دو کتابیں عربی میں بھی لکھیں ایک "درۃ الیتیمہ فی طاعت الملوک" اور دوسری "ادب الصغیر" -

حوالہ جات : (فہرست (ابن ندیم) - ابن خلکان - خزانۃ الادب)

---

۴۹ - ابن وحشیہ ابوبکر احمد بن علی الکلدانی (النبطی) ——— (دوسری صدی ہجری)

ماہر علم الکیمیا تھے - ابن ندیم نے اپنی کتاب "فہرست" میں علم الکیمیا اور دوسرے علوم پر ان کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے - یہ نبطی تھے اور عربوں کے سخت مخالف - کہا جاتا ہے کہ ان کی اکثر تصانیف قدیم بابلی لٹریچر سے ماخوذ تھیں -

حوالہ : (فہرست ابن ندیم)

---

۵۰ - ابن الوردی زین الدین ابوحفص عمر بن المظفر بن ابوالفوارس محمد الوردی الشافعی

ولادت (معرۃ النعمان) : ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء — وفات (حلب) : ۷۴۹ھ / ۱۳۴۹ء

مشہور ادیب، شاعر و ماہر لسانیات تھے - تعلیم حما، دمشق اور حلب میں ہوئی تھی - کچھ دن حلب میں یہ نائب قاضی بھی رہے - انکی مشہور تصانیف کی فہرست یہ ہے :- دیوان - لامیات (اخلاقی نظم) - تحریر الخصاصہ - تحفۃ الوردیہ فی مشکلات الاعراب - البہجۃ الوردیہ - المسایل المذہبیہ - الشہاب الثاقب -

حوالہ جات : (فوات الوفیات (ابن شاکر) - سبکی - سیوطی)

۵۱ - ابن ہیثم، ابو علی الحسن بن الحسین بن الہیثم ——— ولادت (بصرہ): ۳۵۴ھ / ۹۶۵ء - وفات (قاہرہ): ۴۳۰ھ / ۱۰۳۹ء

طب، فلسفہ، ہیئت، ریاضیات و طبیعیات کے بڑے ماہر و مستند فاضل تھے۔ مغربی مستشرقین ان کو " ALHAZEN " کہتے ہیں۔ ارسطو کا مطالعہ انھوں نے خصوصیت کے ساتھ کیا تھا۔ اخیر عمر میں مصر چلے گئے تھے جہاں کچھ دنوں تک فاطمی خلیفہ الحاکم کے دربار سے وابستہ رہے۔ الحاکم کے مرنے کے بعد ان کا ذریعہ معاش کتابوں کی نقل کر کر کے فروخت کرنا تھا۔ ابن ابی اصیبعہ نے مختلف علوم و فنون پر ان کی ۲۰۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے جو فلسفہ طب اور ہیئت پر لکھی گئی تھیں۔ طبیعیات پر ان کی مشہور کتاب "کتاب المناظر" ہے جو بصریات سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی بعض دوسری کتابیں یہ ہیں: "کیفیات العضلات" (طب) - المرایا المحرقہ بالقطوع - المرایا المحرقہ بالدوائر - مساحت الجسم المکانی - اصول المساحت -

حوالہ جات: (ابن ابی اصیبعہ - ابن القفطی)

---

۵۲ - ابن یونس، ابو الحسن علی بن عبدالرحمان بن احمد بن یونس الصدفی المصری ——— وفات (قاہرہ): ۳۹۹ھ / ۱۰۰۹ء

عرب کے سب سے بڑے ہیئت داں۔ ان کے باپ ابو سعید اپنے عہد کے مشہور مورخ و محدث تھے۔ ابن یونس علاوہ ہیئت کے دیگر علوم متداولہ کے بھی ماہر تھے اور شاعر بھی تھے۔ انھوں نے ۳۸۰ھ / ۹۹۰ء میں فاطمی خلیفہ العزیز کے حکم سے "الزیج الکبیر الحاکمی" طیار کی۔

حوالہ جات: (ابن القفطی - ابن خلکان)

---

۵۳ - ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی المعروف بہ الصدوق

شیعی ماہرین قرآن کے طبقۂ اول سے تعلق رکھتے تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں رکن الدولہ دیلمی کے عہد میں پائے جاتے تھے۔ شیعی احادیث کے بہت بڑے جامع اور قم کے نہایت مشہور شیعی فقیہ تھے۔

ان کی تصنیف "من لا یحضرہ الفقیہ" شیعوں کی چار مشہور کتب فقہ میں سے ایک شمار کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد ۳۰۰ تک پہونچ گئی تھی۔

حوالہ: (زبیل)

---

۵۴ - ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی ——— وفات: ۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء

نہایت مشہور شیعی مجتہد و مصنف تھے۔ شیعی مصنفین کی ایک مشہور فرہنگ انھوں نے لکھی تھی جس کا نام "فہرست کتب الشیعہ و اسماء المصنفین" ہے۔ جب ۴۴۸ھ / ۱۰۵۶ء میں بغداد کے اندر شیعی سنی ہنگامہ برپا ہوا تو ان کی بہت سی تصانیف جلا دی گئیں۔ انھوں نے قرآن کی ایک تفسیر بھی تفسیر الطوسی کے نام سے ۲۰ جلدوں میں لکھی تھی، اس کا دوسرا نام "مجمع البیان لعلوم القرآن" بھی ہے۔ شیعوں کی چار مستند کتب احادیث میں سے دو (تہذیب الاحکام - استبصار) انھیں کی تصنیف ہیں۔ ان کی بعض دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں: - مبسوط - خلاف - نہایہ - محیط - رسالۂ جعفریہ -

حوالہ: (زبیل)

---

۵۵ - ابو حاتم (سہل بن محمد) السجستانی (متوطن بصرہ) ——— وفات: ۲۵۵ھ / ۸۶۹ء

زبان عربی کے مشہور ماہر تھے۔ یہ اصمعی، ابو زید الانصاری اور ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کے شاگرد تھے۔ سیبویہ کے اصول صرف و نحو انھوں نے اخفش سے حاصل کئے۔ یہ قدیم عرب شاعری کے بڑے ماہر تھے۔ وہ قرآن کے بھی عالم تھے۔ ان کے شاگردوں میں ابن درید اور المبرد نے بڑا نام پایا۔ کتاب المعمرین اور کتاب الوصایا ان کی خاص تصانیف ہیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۵۶ - ابو حنیفہ ——— ولادت: ۸۰ھ / ۶۹۹ء ——— وفات: ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء

حنفی فقہ کے بانی تھے۔ ان کے دادا (زوطا) غلام کی حیثیت سے ایران سے کوفہ لائے گئے۔ یہ بعد کو آزاد کر دئے گئے اور قبیلۂ تیم اللہ کے مولی کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ابو حنیفہ کے والد ثابت بھی اسی قبیلہ کے فرد تھے۔ یہ طرفداران علی میں سے تھے۔

سا ابوحنیفہ نے اپنی تمام عمر فقہ کی تحصیل میں صرف کردی۔ یہ کوفہ میں ایک زبردست عالم و واعظ کی حیثیت سے رہتے تھے اور لوگ دور دور سے آکر ان سے فقہی مسایل پوچھتے تھے۔ ان کی بابت عام رائے یہ تھی کہ وہ فقہ میں زیادہ تر قیاس سے کام لیتے تھے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ گو اس میں شک نہیں کہ وہ احادیث کو زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے اور اپنی مجتہدانہ رائے سے زیادہ کام لیتے تھے۔ مدینہ و مکہ کے علماء جو ان کے مخالف تھے کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ علم حدیث سے بے بہرہ ہیں، لیکن ان کی یہ رائے معاندانہ تھی۔

انھوں نے ہمیشہ املا کے طریقہ پر زبانی تعلیم دی اور کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ان سے جو بعض رسایل منسوب ہیں وہ دراصل ان کے شاگردوں اور خصوصیت کے ساتھ ان کے پوتے اسماعیل بن حماد کے مرتب کردہ ہیں۔ ان رسایل میں سب سے اہم فقہ اکبر ہے لیکن اس کو ابوحنیفہ سے منسوب کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں مرجیۂ اصول کی مخالفت کی گئی ہے حالانکہ وہ خود اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

مسند ابوحنیفہ بھی خود ان کی مرتب کی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ ان کے شاگردوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ان کی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ یہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور خوشحال آزاد زندگی بسر کرتے تھے۔

ان کے بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ یزید بن عمر بن ہبیرا اموی گورنر کوفہ اور خلیفہ منصور دونوں نے عہدۂ قضا قبول کرنے پر ان سے اصرار کیا لیکن وہ نہیں مانے اور مقید کردئے گئے لیکن یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، البتہ یہ ممکن ہے کہ سیاسی وجوہ کی بناء پر انھیں قید کردیا گیا ہو۔ ابوحنیفہ کے زمانہ میں کوفہ اموی گورنروں کا پایۂ حکومت تھا اور اموی خلافت ختم ہونے کے بعد عباسی خاندان کے پہلے دو خلفاء کا قیام بھی یہیں رہا، اس لئے یہ زمانہ سیاسی حیثیت سے کافی انتشار و اضطراب کا تھا اور ابوحنیفہ نے عباسی خاندان کی موافقت میں امویوں کے خلاف عملی حصہ بھی لیا تھا، لیکن بعد کو جب خلفاء عباسیہ نے علویین پر تشدد شروع کیا تو یہ عباسیوں سے بھی منحرف ہوگئے اس لئے ممکن ہے کہ ان کے اثرات سے فایدہ اٹھانے کے لئے ان کو کسی بڑے عہدہ کا لالچ دیا گیا ہو اور ان کے انکار پر مقید کردیا گیا ہو۔

بہرحال یہ یقینی ہے کہ وہ نہ بنو امیہ سے خوش تھے اور نہ عباسی خلفاء سے کیونکہ ان دونوں نے علویین پر مظالم کئے تھے اور یہ شروع ہی سے علی کے طرفداروں میں تھے۔

حوالہ: (ابن خلکان)

---

۵۷ - ابوحیان، علی بن محمد بن العباس التوحیدی ——— (چوتھی صدی ہجری)

یہ مشہور فقیہ، فیلسوف اور صوفی تھے، چوتھی صدی ہجری ان کا زمانہ تھا۔ حالات بہت کم معلوم ہیں لیکن یاقوت نے ان کے جن مسموعات کا ذکر کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رجب سنہ ۴۰۰ھ (فروری سنہ ۱۰۱۰ء) میں زندہ تھے اور ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

وطن بعض نے نیشاپور ظاہر کیا ہے، بعض نے شیراز یا واسط۔ انھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ بغداد میں صرف کیا اور یہیں صرف و نحو اور شافعی فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اُترتی عمر میں بڑے بڑے اساتذہ سے فلسفہ حاصل کیا۔ اور اپنے ملحدانہ خیالات کی وجہ سے بغداد سے نکال دئے گئے۔ بعد کو صمصام الدولہ و ابن سعدان کے عہدِ وزارت میں کچھ زمانہ خوشحالی سے بسر کیا لیکن اخیر عمر میں پھر غربت و افلاس کے ساتھ بغداد میں رہنے پر مجبور ہوگئے۔ انھوں نے اہل بغداد کی ناقدری کی وجہ سے اپنا کتب خانہ بھی جلادیا۔ ابن راوندی اور ابوالعلاء المعری کی طرح ان کا بھی زنادقہ میں شمار ہوتا تھا۔

یاقوت نے معجم الادباء میں تصانیف کی فہرست یہ دی ہے:-

الامتاع والموانسہ - الاشارات الالٰہیہ - الزلفہ - المقابسہ - ریاض العارفین - تقریظ الجاحظ - ذم الوزیرین - الحج العقلی اذا ضاق الفضا عن الحج الشرعی - رسالۃ فی ضلالات الفقہاء - رسالۃ بغدادیہ - رسالۃ فی اخبار الصوفیہ - رسالہ صوفیہ - رسالۃ فی الحنین الی الاوطان - کتاب البصائر والذخائر - المحاضرات والمناظرات (حسب بیان غرر الخصائص) - اخبار القدماء و ذخائر الحکماء - تذکرۃ التوحیدیہ -

حوالہ جات: (نووی - طبقات الشافعیہ (سبکی) - معجم الادباء (یاقوت) - ابن خلکان - تحفۃ اخوان الصفا -

۵۸ - ابو زکریا یحییٰ بن الخیر بن ابی الخیر الجناؤنی —— (دوسری صدی ہجری)

عہد اباضیین کے مشہور حکیم و فیلسوف تھے۔ شیخ ابو ربیعہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ اتنی وسیع معلومات کے انسان تھے کہ جب تعلیم سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے تو ۶ ماہ تک مسلسل ان سوالوں کا جواب دیتے رہے جو مختلف علوم و فنون پر ان سے کئے جاتے تھے۔

ان کی تصنیف کتاب الوضع بہت مشہور ہوئی۔ فروع پر بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۵۹ - ابو عبید القاسم بن سلام الہروی

پیدائش (ہرات): ۱۵۴ھ / ۷۷۰ء — وفات (مکہ یا مدینہ): ۲۲۳ھ / ۸۳۸ء

ہرات کے فقیہ، متکلم و زباندان تھے —— تعلیم اصمعی اور ابن عربی سے بصرہ میں پوری کی اور خاندان ہرثمہ (گورنر خراسان) کے بچوں کے اتالیق ہوگئے اس کے بعد گورنر طارسوس کے یہاں اسی خدمت پر مامور ہوئے اور پھر قاضی بنا دئے گئے۔ ۱۸ سال خدمت قضا انجام دینے کے بعد بغداد چلے گئے۔

ان کی سب سے زیادہ اہم تصنیف "غریب المصنف" ہے، یہ لغت ہے جسے انھوں نے ۴۰ سال میں پورا کیا تھا، یہ ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک کتاب انھوں نے "غریب الحدیث" بھی لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ دوسری کتابوں کی فہرست یہ ہے:-

"کتاب الامثال" - "کتاب فضایل القرآن" - "کتاب آداب الاسلام" - "کتاب ما خلفت فیہ العامۃ لغات العرب"۔

حوالہ جات: (ابن انباری، ابن خلکان)

---

۶۰ - ابو العتاہیہ (ابو اسحاق اسماعیل بن القاسم بن سوید بن کیسان)

پیدائش (عین التمر): ۱۳۰ھ / ۷۴۸ء — وفات: ۲۱۰ھ / ۸۲۵ء یا ۲۱۱ھ / ۸۲۶ء

عہد عباسیہ کے نہایت مشہور شاعر تھے اور کوفہ میں برتن بنانے کا کام کرتے تھے جو ان کا آبائی پیشہ تھا۔

جب شاعر کی حیثیت سے ان کی شہرت شروع ہوئی تو وہ ابراہیم الموصلی (مشہور مغنی) کے ساتھ بغداد گئے لیکن دربار خلافت تک رسائی نہ ہو سکی اور پھر لوٹ آئے۔ لیکن بعد کو جب شہرت بہت عام ہوئی تو خلیفہ المہدی کی محبوب کنیز عتبہ کا ذکر اپنے کسی شعر میں کردیا۔ اور خلیفہ نے برہم ہو کر قید کردیا۔ چند دن مقید رہنے کے بعد خلیفہ نے انھیں رہا کردیا، لیکن ہارون الرشید کے زمانہ میں پھر قید و بند کی مصیبت برداشت کرنا پڑی۔

وہ عقاید کے لحاظ سے بڑے آزاد خیال تھے اور تشبیہ کے قایل تھے۔ ان کی شاعری کا خطاب عوام سے تھا اس لئے وہ جو کچھ لکھتے تھے بہت واضح و صاف ہوتا تھا۔ ان کے کلام کا جو حصہ محفوظ رہ گیا ہے وہ مذہبی نظموں (زہریات) کا ہے، جن میں وہ ایک قنوطی شاعر کی حیثیت سے دنیا کو دار الآلام قرار دیتے ہیں - یہ عرب کے سب سے پہلے فلسفی شاعر تھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۶۱ - ابو العلاء (المعری) احمد بن عبد اللہ بن سلیمان

پیدائش (معرۃ النعمان): ۳۶۳ھ / ۹۷۳ء — انتقال: ۴۴۹ھ / ۱۰۵۸ء

اپنے عہد کے بڑے مشہور شاعر و نقاد تھے - چار سال کی عمر میں چیچک نکل آنے سے اندھے ہوگئے۔ لیکن حافظہ اس بلا کا تھا کہ جو ایک بار سن لیتے تھے نہ بھولتے تھے۔ ابتدائی تعلیم حلب، طرابلس اور انطاکیہ میں ہوئی۔ گو ان کی تعلیم بھی متنبی کی طرح ایک قصیدہ گو شاعر کی حیثیت سے ہوئی، لیکن ان کی غیور طبیعت نے مدح گوئی کا پیشہ پسند نہ کیا اور اپنے وطن معرا میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی۔ ۳۹۸ھ / ۱۰۰۸ء کے بعد یہ بغداد گئے، لیکن ڈیڑھ سال کے بعد اپنی ماں کی علالت کی وجہ سے پھر وطن واپس آگئے۔

ان کی شاعری متنبی کے رنگ کی تھی اور شاعر کی حیثیت سے ملک میں بڑی شہرت حاصل کی۔ گو انھوں نے ترک دنیا کرکے پہاڑ کے ایک غار میں رہنا شروع کردیا تھا، لیکن دور دور سے طلبہ آتے اور تعلیم حاصل کرتے۔ ناصر خسرو مشہور ایرانی سیاح بھی ۴۳۸ھ / ۱۰۴۷ء میں ان سے ملنے معرا گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "ابو العلاء کا یہاں بڑا اثر ہے اور وہ بڑی دولت کا مالک ہے، لیکن وہ خود راہبانہ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی دولت غرباء کو تقسیم کردیتا ہے" انھوں نے گوشت، انڈا اور دودھ کھانا بھی ترک کردیا تھا اور نہایت سخت راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

انھوں نے ۴۰ سال تک راہبانہ زندگی گزاری، لیکن بیکاری کی نہیں، کیونکہ اسی زمانہ میں انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

مشرق میں ان کی شہرت کا سبب ان کی ابتدائی نظموں کا مجموعہ "سقط الزند" ہے جس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، جن میں سب سے بہتر شرح "ضوء السقط" خود انھیں کی لکھی ہوئی ہے اس مجموعہ میں بعض نظمیں ایسی ہیں جن سے ان کی مذہبی آزادی پر روشنی پڑتی ہے، لیکن یہ آزادی ان کے دوسرے مجموعۂ کلام "لزوم مالایلزم" یا "لزومیات" میں زیادہ نمایاں ہے۔ وہ اس مجموعہ میں ایک مفکر اور بلند اخلاقی شاعر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور اسلاف کی روایتی تقلید سے ہٹ کر مذہب و انسانیت کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔

ان کی تیسری تصنیف "رسالۃ الغفران" نثر میں ہے۔ اس میں دکھایا ہے کہ ملحد شعراء کس طرح بہشت میں پہونچتے ہیں، اس کتاب کا انداز (DIVINE COMEDY) کا سا ہے جس میں مروجہ عقاید حشر و نشر پر طنز کیا گیا ہے۔ اس میں آزاد خیال زنادقہ کے خیالات بھی انھوں نے پیش کئے ہیں ابوالعلاء کو عام طور پر ملحد خیال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک کتاب "الفصول والغایات" قرآن کے جواب میں بھی لکھی تھی، لیکن ابوالعلا نے خود اس کی تردید کی ہے۔ وہ موحد ضرور تھے لیکن خدا کا تصور ان کے یہاں عام مروجہ تصور سے علٰحدہ تھا، وہ وحی و الہام کے بھی قایل نہ تھے۔ وہ مذہب کو خود انسانی ذہن و دماغ کی تخلیق سمجھتے تھے۔ وہ حشر و نشر اور بقاء روح کے بھی قایل نہ تھے، وہ نماز روزہ سے زیادہ بلندی اخلاق کے قایل تھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۶۲ - ابوعلی مہندس ———— (چھٹی صدی ہجری)

علم ہندسہ کے بڑے ماہر تھے اور الحافظ لدین اللہ والی مصر اور الراشد باللہ خلیفۂ بغداد میں پائے جاتے تھے۔

حوالہ: (ابیل)

---

۶۳ - ابوالفدا، اسماعیل بن علی بن محمود بن عمر بن شاہنشاہ بن ایوب عماد الدین الایوبی

ولادت (دمشق): ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء — وفات: ۷۳۲ھ / ۱۳۳۱ء

مشہور مورخ و جغرافیہ داں تھے۔ ان کا باپ الملک الافضل، امیر حماۃ الملک المنصور کا بھائی تھا اور خاندان ایوبی شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ ابوالفداء کو اس کے چچا نے سب سے پہلے حروب صلیبیہ میں فوجی عہدہ پر ممتاز کیا لیکن بعد کو جب حماۃ کی امارت امیر سنقور کو تفویض ہوئی تو یہ سلطان الملک الناصر کے ملازم ہو گئے اور بارہ سال کے بعد گورنر حماۃ مقرر ہوئے۔ دوسرے سال جب یہ قاہرہ گئے تو الملک الصالح کا خطاب عطا ہوا اور چند سال بعد الملک المؤید اور سلطان کے لقب سے سرفراز کئے گئے۔ لیکن ان کی شہرت کی بنیاد ان کی تصانیف "مختصر تاریخ البشر" اور "تقویم البلدان" پر قایم ہے۔

اول الذکر تاریخ کی کتاب ہے جس میں قبل اسلام سے ۷۲۹ھ / ۱۳۲۹ء تک کے حالات درج ہیں اور دوسری کتاب جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہے جسے ابوالفدا نے ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء میں مکمل کیا تھا۔

حوالہ جات: (فوات (الکتبی) - محیط (بستانی))

---

۶۴ - ابوالفرج علی بن الحسین بن محمد بن احمد القرشی الاصفہانی ———— ولادت (اصفہان): ۲۸۴ھ / ۸۹۷ء — وفات: ۳۵۶ھ / ۹۶۷ء

مشہور مورخ تھے۔ ابتدائی تعلیم بغداد میں ہوئی۔ سیف الدولہ، وزراء آل بویہ اور اسپین کا خاندان بنی امیہ، ان کے بڑے قدردان تھے۔

ان کی مشہور تصنیف "کتاب الاغانی" ہے۔ جس میں انھوں نے اپنے عہد کے تمام مغنیوں کا حال لکھا ہے۔ اس میں سب سے پہلے وہ ۱۰۰ گانے درج ہیں جو عہد ہارون الرشید میں ابراہیم الموصلی، اسماعیل بن جامع اور فلاح بن العوراء نے ترتیب دئے تھے۔ اس کے بعد اور بہت سے منتخب گانے خلفاء اور خلفاء زادوں کے درج کئے ہیں۔ یہ بھی بتایا ہے کہ یہ گانے کن دھنوں میں کس طرح گائے جاتے تھے اور دھن بنانے والے کون تھے۔ یہ کتاب دراصل تیسری صدی ہجری تک کی بڑی قیمتی ادبی و ثقافتی تاریخ ہے۔ اس کے متعدد اڈیشن شایع ہوئے، لیکن سب سے زیادہ مکمل اڈیشن وہ ہے جسے صاحب لسان العرب محمد بن المکرم الانصاری نے مرتب کیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں قاہرہ میں بھی اسے ۲۱ جلدوں میں شایع کیا گیا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۶۵ - ابو معشر جعفر بن محمد بن عمر البلخی ——— وفات: ۲۷۲ھ / ۸۸۶ء

عرب ہیئت داں تھے جن کا ذکر "ABUMASAR" کے نام سے عیسوی عہد وسطیٰ کے لٹریچر میں اکثر نظر آتا ہے۔ یہ بلخ کے رہنے والے تھے اور الکندی کے ہمعصر۔ اول اول علم حدیث کی طرف توجہ کی اور ۴۷ سال کی عمر میں ہیئت و فلکیات کا مطالعہ شروع کیا۔

اپنی عمر کا بڑا حصہ بغداد میں صرف کیا اور واسط میں ۲۸ رمضان ۲۷۲ھ (۸ مارچ ۸۸۶ء) کو سو سال سے زیادہ عمر میں انتقال کیا۔

بعض تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب المدخل الکبیر - کتاب القرانات - کتاب الالوف فی بیوت العبادات - موالید الرجال والنساء۔

حوالہ جات: (فہرست ابن ندیم - ابن خلکان - ابن القفطی - ابوالفرج - البیرونی)

---

۶۶ - ابونواس الحسن بن ہانی الحکمی ——— ولادت (اہواز): ۱۳۶ھ / ۷۵۷ء یا ۱۴۵ھ / ۷۶۲ء - وفات: ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء اور ۱۹۹ھ / ۸۱۴ء کے درمیان۔

عرب کے بہت بڑے شاعر تھے۔ ماں کا نام جلبان تھا جو اون دھویا کرتی تھی۔ یہ خود اپنے آپ کو عرب سے زیادہ ایرانی سمجھتے تھے۔ عنفوان شباب بصرہ و کوفہ میں بسر کیا اور ماہر لسانیات ابوزید، ابوعبیدہ، خلف الاحمر سے تعلیم حاصل کی اور ایک سال تک عرب بدویوں کے ساتھ صحرا میں رہ کر زبان سیکھی۔ کچھ عرصہ تک رشید و مامون کے مورد کرم رہے لیکن بعد کو کمان اتر گئی اور خلیفہ نے ان کو صرف خمریات کی شاعری پر مجبور کیا اور اپنی اسی رنگ شاعری کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔

اخیر عمر میں یہ لذات دنیا ترک کر کے "زہدیات" کی شاعری کرنے لگے۔ انھوں نے ہجویات میں بھی حصہ لیا اور یہی ان کی موت کا باعث ہوا۔ کیونکہ انھوں نے ایک بار بنو نوبخت کی ہجو کی اور اس نے اتنی زدوکوب کرائی کہ یہ جانبر نہ ہو سکے۔

حوالہ جات: (اغانی - ابن خلکان - ابن الانباری)

---

۶۷ - ابوالوفا محمد بن محمد بن یحییٰ بن اسماعیل بن العباس البوزجانی ——— ولادت (خراسان): ۳۲۸ھ / ۹۴۰ء - وفات: ۳۸۸ھ / ۹۹۸ء

یہ ایرانی النسل تھے اور عرب کے مشہور ریاضی داں۔ ریاضی کی تعلیم اپنے چچاؤں ابوعمرو المغازلی اور ابوعبداللہ محمد بن عباس سے پائی۔

۳۴۸ھ / ۹۵۹ء میں عراق کی طرف ہجرت کی اور پھر بغداد چلے گئے۔ تصانیف کی فہرست یہ ہے:

"کتاب فی ما یحتاج الیہ الکتاب والعمال من علم الحساب" - [illegible] - "کتاب الہندسہ"

حوالہ جات: (فہرست ابن ندیم) - ابن اثیر - ابن خلکان - ابوالفرج)

---

۶۸ - ابوالہذیل محمد بن الہذیل العبدی العلاف ——— ولادت: ۱۳۵ھ / ۷۵۲ء-۷۵۳ء - وفات: ۲۳۵ھ / ۸۴۹ء-۸۵۰ء یا ۲۲۶ھ / ۸۴۰ء-۸۴۱ء (حسب بیان ابوالمحاسن)

بغداد میں علم کلام واصل بن عطا کے ایک شاگرد عثمان طویل سے حاصل کیا۔ مامون کے استاد اور بصرہ کے علماء اعتزال کے پیشوا تھے اور اپنے عہد کے بے نظیر عالم۔ خلیفہ کی طرف سے ۶۰ ہزار درہم سالانہ علمی وظیفہ ملتا تھا اور وہ سارا روپیہ اپنے دوستوں میں صرف کر دیتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

انھوں نے مخالفین اسلام کے رد میں ۶۰ کتابیں لکھیں جن میں علم کلام کے بڑے بڑے دقیق مسایل بیان کئے گئے ہیں۔ مذہب اعتزال کا ایک خاص فرقہ ہذلیہ انھیں کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے خاص خاص عقاید یہ تھے:

(۱) خدا کا علم، اس کی قدرت، اس کا وجود عین ذات ہیں۔ (۲) خدا کے بعض ارادے ایسے ہیں جن کا کوئی محل نہیں جیسے خدا کا قول کن اور بعض ارادوں کا محل ہے جیسے اوامر و نہی۔ (۳) خدا کے مقدرات محدود ہیں، کسی چیز کو وجود میں لانا، فنا کرنا اور مارنا اس کے دائرۂ قدرت سے باہر ہے۔ (۴) احکام شرع کے واجب ہونے سے پہلے عقل کے ذریعہ سے خدا کا پہچاننا واجب ہے۔ (۵) خدا کا ارادہ اور وہ چیز جس کا وہ ارادہ کرتا ہے دونوں ایک ہیں۔

مسعودی کا بیان ہے کہ جب ۲۰۴ھ میں یہ بغداد آئے تو خلیفہ المامون نے انھیں اور نظام (ایک دوسرے معتزلی امام) کو اس مخالفین اسلام سے مناظرہ کے لئے طلب کیا تھا۔ شہرستانی ہشام بن الحکم سے اس کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔

ان کی تصانیف ہم تک نہیں پہونچی ہیں لیکن شہرستانی کی وساطت سے ان کے بعض اصول عقاید کا علم ہم کو ہو سکا ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۶۹ - ابوہریرہ ——————— (پہلی صدی ہجری)

مشہور جامع احادیث تھے۔ ان کے نام کے متعلق اختلاف ہے، نووی، ان کا نام "عبدالرحمان بن صخر" ظاہر کرتا ہے اور دریدی کی تحقیق سے عمیر بن عامر تھا۔ جس سال جنگ خیبر ہوئی اسی سال یہ مدینہ آئے (۶۲۹ء) اور رسول اللہ کی صحابیت کا شرف حاصل کیا۔ ان سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد ۵۰۰۰ بتائی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر ان سے غلط منسوب کی گئی ہیں۔

حضرت عمر نے انھیں بحرین کا حاکم بنا دیا تھا لیکن اس عہدہ سے علٰحدہ ہونے کے بعد انھوں نے پھر کوئی خدمت قبول نہیں کی اور مدینہ ہی میں ایک عام شہری کی حیثیت سے رہنا پسند کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بعد کو مروان نے انھیں مدینہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ لیکن یہ بات قابل وثوق نہیں۔

ان کے مزاج میں مزاح کا رنگ بہت پایا جاتا تھا اور اسی لئے لوگ ان کی روایت کردہ احادیث پر زیادہ وثوق نہ کرتے تھے۔ مسند ابن حنبل میں ان کی روایات ۳۱۳ صفحات کو محیط ہیں، لیکن در اصل ان میں بہت سی ایسی بھی ہیں جو خواہ مخواہ ان کے نام سے منسوب کر دی گئی ہیں۔

انھوں نے ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں ۸۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا۔

حوالہ جات: (صحیح مسلم - ابن اثیر - اُسد الغابہ)

---

۷۰ - ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الکوفی ——————— ولادت: ۱۱۳ھ / ۷۳۱ء — وفات: ۱۸۲ھ / ۷۹۸ء

مشہور حنفی فقیہ تھے اور بغداد میں عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ ان کی تصنیف "کتاب الخراج" بہت مشہور و مقبول ہوئی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن قتلوبغا)

---

۷۱ - احمد بن حابط ——————— (تیسری صدی ہجری)

مشہور معتزلی امام نظام کے شاگرد تھے۔ یہ تناسخ کے قایل تھے اور الوہیت مسیح کے مخالف۔ وہ حیوانات میں بھی اولیاء و انبیاء کے پیدا ہونے کے قایل تھے۔ وہ رسول اللہ کی کثرت ازدواج پر بھی معترض تھے اور ابوذر غفاری کو رسول اللہ سے زیادہ زاہد و مرتاض سمجھتے تھے۔ انھیں عام طور پر ملحد خیال کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات: (شہرستانی - مقریزی)

---

۷۲ - احمد بن محمد بن حنبل ——————— ولادت (بغداد): ۱۶۴ھ / ۷۸۰ء — وفات (بغداد): ۲۴۱ھ / ۸۵۵ء

مشہور محدث و فقیہ تھے۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا اور شافعی فقہ کے اصول بھی سیکھے۔ مامون، معتصم اور واثق کے زمانہ میں چونکہ معتزلہ کا زور تھا اور اشعری عقاید کے علماء معتوب تھے، اس لئے مامون کے زمانہ میں یہ بھی پابہ زنجیر طارسوس بھیجے گئے اور معتصم کے عہد میں انکو جسمانی سزا بھی دی گئی۔ بعد کو متوکل کے عہد میں ان کو چھٹکارا نصیب ہوا۔

"مسند ابن حنبل" ان کا بہت مشہور مجموعۂ احادیث ہے جس میں تقریباً ۲۸، ۲۹ ہزار حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں:

کتاب الزہد - کتاب الصلوٰۃ و ما یلزم فیہا - الرد علی الزنادقۃ و الجہمیہ - فی ما تشکک فیہ من متشابہ القرآن - کتاب طاعۃ الرسول - کتاب السنۃ - اعلام الموقعین

حوالہ: (طبقات الحنابلہ (ابو الفرج عبدالرحمان))

---

۷۳ - الادریسی، ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ بن ادریس الحمّودی الحسنی ——— ولادت (سبتہ): ۴۹۳ھ / ۱۱۰۰ء — وفات: ۵۶۰ھ / ۱۱۶۶ء

قرطبہ میں تعلیم پائی اسی لئے انھیں القرطبی بھی کہتے ہیں۔ مشہور ماہر جغرافیہ تھے۔ صقلیہ کے نارمن فرمانروا راجر کے دربار سے وابستہ ہو گئے تھے اور یہیں انھوں نے راجر کے طیار کئے ہوئے نقشوں کو دنیا سے روشناس کیا اور "الکتاب الرجاری" لکھی جس کا دوسرا نام "نزہۃ المشتاق فی اختراق الافلاک" بھی ہے۔ انھوں نے ایک اور بسیط کتاب جغرافیہ پر لکھی: "کتاب الممالک والمسالک" جس سے تمام جغرافیین ما بعد نے استفادہ کیا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۷۴ - اسحاق بن حنین بن اسحاق العبادی ابویعقوب ـــــــــــــ وفات (بغداد) : ۲۹۸ھ/۹۱۰ء

مشہور طبیب، ریاضی داں اور فلسفی تھے۔ انھوں نے متعدد یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا۔ وہ عباسی خلفاء المعتمد اور المعتضد کے بڑے معتمد علیہ تھے۔ ان کے تراجم میں سب سے زیادہ مشہور مبادی اقلیدس کا ترجمہ ہے۔

حوالہ جات: (ابن ندیم - ابن خلکان - ابن ابی اصیبعہ)

---

۷۵ - الاِصطخری، ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی ـــــــــــــ (چوتھی صدی ہجری)

عرب کے مشہور ماہر جغرافیہ تھے۔ ان کے حالات بالکل تاریکی میں ہیں تاہم اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ہجری کی ابتدا میں پائے جاتے تھے ان کی شہرت صرف ان کی کتاب "مسالک الممالک" کی وجہ سے قایم ہے جس سے بعد کے مورخین و جغرافیین نے کافی استفادہ کیا۔ قدیم ماہرین جغرافیہ میں خاص اہمیت رکھتے تھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۷۶ - الاصمعی ابوسعید عبدالملک بن قُریب ـــــــــــــ ولادت (بصرہ): ۱۲۲ھ/۷۴۰ء ـ وفات (بصرہ): ۲۱۳ھ/۸۲۸ء

مشہور ماہر لسانیات تھے۔ ان کا حافظہ بڑا زبردست تھا۔ عرب کی قدیم شاعری اور بدوی عربوں کی زبان کے بڑے ماہر تھے۔ ہارون الرشید نے انھیں اپنے بیٹے الامین کا اتالیق منتخب کیا۔ فضلائے دربار میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ انھوں نے متعدد تصانیف چھوڑیں جن میں کتاب الفرس، کتاب الاراجیز، اور کتاب المیسر بہت مشہور ہیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۷۷ - الانباری، عبدالرحمان بن محمد بن عبیداللہ بن ابی سعید کمال الدین ابوالبرکات ـ ولادت: ۵۱۳ھ/۱۱۱۹ء ـ وفات: ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء

عرب ماہر لسانیات تھے۔ بغداد کے مدرسۂ نظامیہ میں جوالقی اور "الشجری" سے تعلیم حاصل کی اور بعد کو اسی درسگاہ میں استاد کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔ اخیر عمر صرف مطالعہ و تصنیف میں بسر کی۔

لسانیات پر ایک بڑی معرکہ کی تصنیف کی جس کا نام "نُزہت الالبّاء فی طبقات الاُدباء" ہے انھوں نے ایک کتاب عربی قواعد پر لکھی جس کا نام "کتاب اسرار العربیہ" ہے۔

دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:- المیزان (قواعد پر) ـ الظہور (لغت) ـ کتاب الوقف والابتدا۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - فوات الوفیات)

---

۷۸ - اَنَس بن مالک ابوحمزہ ـــــــــــــ وفات: ۹۱ھ/۷۰۹ء اور ۹۳ھ/۷۱۱ء کے درمیان

نہایت مشہور محدث تھے۔ ہجرت نبوی کے بعد یہ رسول اللہ کے ایک خادم کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہتے تھے، اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی۔ جنگ بدر میں موجود تھے لیکن کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا۔ ۶۵ھ/۶۸۴ء میں عبداللہ بن الزبیر کی طرف سے کچھ دنوں بصرہ کے امام بھی رہے۔ حجاج نے امویین کے مخالف ہونے کی وجہ سے ۷۲ھ/۶۹۱ء میں ان کی کافی توہین و تذلیل کی۔ بعد کو خلیفہ عبدالملک نے آپ سے اس کی معذرت کی۔

ابوحنیفہ ان کی روایت کردہ احادیث کو قابل وثوق نہ سمجھتے تھے۔ ان کی احادیث کا بڑا حصہ "مسند احمد بن حنبل" میں شامل ہے۔

حوالہ جات: (مسند احمد بن حنبل - بلاذری - معارف (ابن قتیبہ) - نووی - ابن اثیر - ابن خلکان - حیوۃ الحیوان (دمیری))

---

۷۹ - الانطاکی، داؤد بن عمر الضریر ـــــــــــــ وفات (مکہ): ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء

عرب کے مشہور ماہر علم العقاقیر (ادویہ) تھے۔ یہ انطاکیہ میں پیدا ہوئے اور باوصف اندھے ہونے کے دواؤں کی جستجو میں بڑا سفر کیا اور ایشیاء کوچک پہونچکر یونانی زبان حاصل کی تاکہ اصل کتابوں سے وہ دواؤں کے خواص و استعمال کا حال معلوم کر سکیں۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ دمشق و قاہرہ میں بسر کیا۔ فہرست تصانیف یہ ہے تذکرۃ اولی الالباب والجامع للعجب العُجاب ـ تزئین الاسواق بتفصیل اشواق العشاق ـ رسالۃ فی الطائر والعقاب ـ انموذج فی علم الفلک۔

حوالہ: (خلاصۃ الاثار)

۸۰ - باخرزی، علی بن الحسن بن علی بن ابی الطیب السنجی ابوالقاسم ——— وفات : ۴۶۷ھ/۱۰۷۵ء

فقیہ ادیب و تذکرہ نویس تھے، علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرکے نیشاپور، ہرات، مرو، بلخ، رَے، اصفہان، ہمدان، بغداد، بصرہ اور واسط کی سیاحت کی اور یہاں کے اکابر علم و ادب سے استفادہ کیا - اور شافعی فقہ کے علاوہ ادبیات میں بھی مہارت حاصل کی -

ان کی کتاب "دُمیۃ القصر وعُصرۃ اہل العصر" بہت مقبول ہوئی جسے یتیمۃ الدہر کا تتمہ خیال کیا جاتا ہے - اخیر میں یہ نظام الملک کے دربار سے وابستہ ہوگئے اور یہیں اُس کے کتب خانہ سے اپنی کتاب دُمیہ کا مواد حاصل کیا جو عہدِ جاہلیت و عہدِ اسلام کے تمام شعراء کا بسیط تذکرہ ہے -

حوالہ جات : (دیباچہ دُمیہ (یاقوت))

---

۸۱ - الباقلانی، ابوبکر بن علی بن الطیب ——— وفات (بغداد) : ۴۰۳ھ/۱۰۱۳ء

مشہور متکلم تھے - یہ ابوالحسن اشعری کے شاگرد (ابوالعباس البصری) کے شاگرد تھے - اور فنِ مناظرہ کے ماہر - انھوں نے فلسفۂ یونانی کی مدد سے علم کلام میں بعض نئے خیالات کا اضافہ کیا جو جواہر فرد اور خلاء و بسیط سے تعلق رکھتے تھے -

ان کی تصانیف میں سے صرف ایک باقی رہی ہی "کتاب فی اعجاز القرآن" ابن حزم نے ان کی دو کتابوں کا اور بھی ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں :

کتاب الاستبصار فی القرآن - کتاب فی مذاہب القرامطہ -

حوالہ : (ابن خلکان)

---

۸۲ - بدیع الاسطرلابی، ہبت اللہ بن الحسین بن احمد (یوسف)، ابوالقاسم ——— وفات (بغداد) : ۵۳۴ھ/۱۱۳۹ء

مشہور حکیم، شاعر، طبیب و ہیئت داں تھے - اسطرلاب اور دوسرے آلات فلکی کے بڑے ماہر تھے - ۵۱۰ھ/۱۱۱۶ء میں وہ اصفہان میں تھے، پھر وہ بغداد آ گئے اور خلیفۂ المسترشد کے عہد میں بڑی شہرت و دولت حاصل کی - انھوں نے سلجوق سلطان کے نام پر ایک زیچ بھی طیار کی تھی - شاعری میں بھی خاص مرتبہ رکھتے تھے - اپنے بعد ایک دیوان چھوڑ گئے - انھوں نے ابن حجاج کا بھی ایک دیوان مرتب کیا جس کا نام "دُرۃ التاج من شعر ابن حجاج" تھا -

حوالہ جات : (القفطی - ابن خلکان - ابوالفرج)

---

۸۳ - البُخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ الجُعفی ——— ولادت (بخارا) : ۱۹۴ھ/۸۱۰ء — وفات : ۲۵۶ھ/۸۷۰ء

مشہور جامع احادیث تھے - انھوں نے بہت کمسنی سے مطالعہ حدیث شروع کیا اور سولھویں سال کی عمر میں مکہ و مدینہ کے مشہور ائمۂ حدیث کے لکچروں میں شریک ہونے لگے - اس کے بعد وہ مصر گئے اور تمام ایشیا کی سیاحت کرکے وطن واپس آ گئے -

"جامع الصحیح" ان کا بہت مشہور مجموعۂ احادیث ہے - انھوں نے راویانِ احادیث پر بھی ایک کتاب "تاریخ الکبیر" کے نام سے لکھی اور تفسیر قرآن بھی - ان سے ایک اور کتاب "تنویر العینین برفع الیدین فی الصلوٰۃ" بھی منسوب ہے -

حوالہ : (طبقات الشافعیہ (سبکی))

---

۸۴ - البتانی، ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان البتانی الصابی ——— ولادت : ۲۴۴ھ/۸۵۸ء سے قبل - وفات : ۳۱۷ھ/۹۲۹ء

عرب کے بڑے زبردست ہیئت داں تھے - ان کا خاندانی مذہب صابی تھا، لیکن یہ خود مسلمان ہوگئے تھے - انھوں نے ساری عمر ہیئت کے مطالعہ میں صرف کردی - ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں : کتاب المعرفۃ مطالع البروج فی مابین ارباع الفلک - رسالۃ فی تحقیق اقدار الاتصالات

شرح المقالات الاربع لبطلیموس - زیچ -

حوالہ : (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۸۵ - البغدادی، ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر ——— (چوتھی صدی ہجری)

اپنے باپ کے ساتھ نیشاپور آئے اور یہیں ابواسحاق اسفرائنی سے فقہ اور دوسرے علوم حاصل کئے - ریاضی میں بھی انھوں نے خاص شہرت حاصل کی اور اس فن پر ایک کتاب بھی لکھی - ایک کتاب تاریخی حیثیت کی بھی تصنیف کی جس میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا حال درج ہے، اس کا نام "کتاب الفرق بین الفرق و بیان فرقۃ الناجیۃ منہم" ہے -

حوالہ : (ابن خلکان)

۸۶ - بَغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفرّا ——— وفات: ۵۱۶ھ / ۱۱۲۲ء

شافعی فقیہ اور مفسر قرآن تھے۔ خراسان میں قصبۂ باغ کے رہنے والے تھے، مرو میں تعلیم پائی اور یہیں ساری عمر بسر کی۔ انھوں نے ایک کتاب احکام فقہ پر لکھی جس کا نام "تہذیب فی الفروع" ہے۔ فارسی میں معالم التنزیل کے نام سے تفسیر قرآن بھی لکھی۔ لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ مصابیح السنۃ ہے جس میں تمام اقسام کی احادیث جمع کیں "مشکوٰۃ المصابیح" اسی کتاب کے نئے اڈیشن کا نام ہے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ طبقات الشافعیہ۔ طبقات الحفاظ (سیوطی) طبقات المفسرین)

---

۸۷ - البکری، عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد بن ایوب بن عمر ابو عبید ——— وفات: ۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء

ادیب وجغرافیہ داں تھے۔ ان کا خاندان مغربی ہسپانیہ کا بڑا معزز خاندان تھا۔ قرطبہ میں تکمیل علوم کی اور المرابطون کے زوال کے بعد یہ قرطبہ آگئے۔

ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے: کتاب فی اعلام نبوۃ نبینا محمد ـ شفاء العلیل العربیات ـ الامثال والسائرات ـ کتاب ل لآلی علی کتاب الامالی ـ کتاب معجم ما استعجم ـ کتاب المسالک والممالک ـ

حوالہ جات: (الصلۃ (ابن بشکوال) ـ بُغیہ (سیوطی))

---

۸۸ - البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری ——— وفات: ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء

تیسری صدی ہجری کے نہایت مشہور عرب مورخ تھے۔ ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ یہ خلیفہ متوکل اور مستعین کے بڑے مخلص دوست تھے اور خلیفہ المعتز کے بیٹے عبداللہ کے اتالیق۔ انھوں نے اپنی تعلیم دمشق، حمص اور عراق میں پوری کی۔ یہ ایرانی النسل تھے لیکن چونکہ ان کے دادا غلام ہوکر مصر چلے آئے تھے، اس لئے ان کی تعلیم عربی زبان ہی میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے غلطی سے بھلاداں (بلاذر) کا عرق پی لیا تھا جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ یہ شاعر بھی تھے۔ یہ اپنے بعد تاریخ کی دو بڑی مشہور کتابیں چھوڑ گئے:

(۱) "فتوح البُلدان" جو غزوات رسول سے لیکر شام، جزیرہ، آرمینا، مصر، مغرب، عراق وفارس کی فتوحات تک کی تاریخ پر مشتمل ہے

(۲) "انساب الاشراف" یہ بڑی بسیط تصنیف ہے، جس میں رسول اللہ اور ان کے افراد خاندان سے لیکر ان کے وقت تک کے تمام خلفاء امراء وغیرہ کے حالات درج ہیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۸۹ - البلخی، ابو زید احمد بن سہل ——— وفات: ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء

عرب جغرافیہ داں تھے۔ یہ شامستیان (بلخ) میں پیدا ہوئے، اول اول یہ امامیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن بعد کو الکندی کے ساتھ فلسفہ کا اصول کا مطالعہ کیا۔ انھوں نے ۶۰ کتابیں لکھیں جو ضایع ہوگئیں۔ حاجی خلیفہ نے ان کی چند کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک "صُور الاقالیم" ہے۔

حوالہ جات: (حاجی خلیفہ۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۹۰ - البیرونی، ابو ریحان محمد بن احمد ——— ولادت (مضافات خوارزم): ۳۶۲ھ / ۹۷۳ء — وفات: ۴۴۰ھ / ۱۰۴۸ء

ریاضیات، فلکیات، تاریخ وطب کے مشہور عالم متبحر تھے اور ابن سینا سے مراسلت رکھتے تھے۔

ان کی سب سے پہلی نہایت اہم تصنیف "آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" ہے، پختگی عمر کے بعد یہ ہندوستان بھی آئے اور ہندوؤں کے علوم حاصل کئے چنانچہ ان کی دوسری اہم تصنیف "تاریخ الہند" ہے۔ ہندوستان سے لوٹ کر یہ غزنہ میں مقیم ہوگئے اور سلطان مسعود بن محمود غزنوی کے نام سے منسوب کرکے، ہیئت پر ایک کتاب لکھی، "قانون المسعودی فی الہیئۃ والنجوم" اسی سال ایک دوسری کتاب ہیئت پر لکھی: تفہیم لاوائل صناعۃ التنجیم ـ علم طب پر بھی ایک کتاب تصنیف کی: "کتاب الصیدلہ" ـ جواہرات پر بھی ان کی ایک تصنیف ہے: "الجواہر فی الجواہر" ـ

حوالہ جات: (سیوطی - ابن ابی اصیبعہ)

---

۹۱ - بیضاوی، عبداللہ بن عمر ——— وفات: ۶۸۵ھ / ۱۲۸۲ء (صفدی) یا ۶۹۱ھ / ۱۲۹۱ء (سبکی)

مشہور مفسر قرآن تھے۔ ان کے والد، اتابک ابوبکر بن سعد کے زمانہ میں (۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء — ۶۵۸ھ / ۱۲۶۰ء) فارس کے قاضی القضاۃ تھے۔ بیضاوی خود بھی شیراز کے قاضی رہے اور پھر تبریز میں قیام کرلیا۔ ان کی تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل" بہت مشہور ہوئی جو زمخشری کی تفسیر کشاف کو سامنے رکھ کر لکھی گئی تھی۔ ان دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: "منہاج الوصول الی علم الاصول" ۔ طوالع الانوار من مطالع الانظار (مابعد الطبیعیات) نظام التواریخ (فارسی)۔ یہ دنیا کی تاریخ ہے جس میں آدم سے لیکر ۶۷۴ھ / ۱۲۷۵ء تک کے زمانہ پر حاوی ہے۔

حوالہ جات: (طبقات الشافعیہ (سبکی) بغیۃ الوعاۃ (سیوطی)۔ حبیب السیر (خواندمیر))

---

۹۲ - البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخسروجردی ——— ولادت (خسروجرد ضلع بیہق): ۳۸۴ھ / ۹۹۴ء — وفات: ۴۵۸ھ / ۱۰۶۶ء

شافعی فقیہ و محدث تھے۔ انھوں نے سیاحت کرکے اشعری اصول اسلام و احادیث کا علم حاصل کیا۔ سیاحت سے واپس آکر نیشاپور میں شافعی فقہ پر تصنیف و تالیف شروع کی۔ ان کی تصانیف یہ ہیں: "کتاب نصوص الامام الشافعی (۱۰ جلدوں میں)۔ کتاب السنۃ والآثار۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ معجم (یاقوت) طبقات الشافعیہ (سبکی)۔ طبقات الحفاظ (سیوطی))

---

۹۳ - بیہقی، ابوالفضل محمد بن حسین ——— ولادت: ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء — وفات: ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء

فارسی کے نہایت مشہور مورخ تھے۔ غزنوی عہد کی تاریخ "تاریخ آل سبکتگین" کے نام سے لکھی جسے "تاریخ بیہقی" بھی کہتے اور جو ۳۰ جلدوں میں پوری ہوئی۔ اس کتاب میں دربار غزنوی کے حالات اور سبکتگین اور محمود کے اصول حکومت پر بڑی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ غزنوی عہد میں یہ خود بھی عرصہ تک دربار سے وابستہ رہے۔

حوالہ: (تاریخ اسلامی ہند۔ نیاز)

---

۹۴ - الترمذی - ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ——— وفات: ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء

مشہور محدث تھے۔ ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں، یہ نابینا تھے اور اسی حال میں انھوں نے خراسان، عراق، حجاز وغیرہ کی سیاحت کرکے احادیث جمع کیں۔ احمد بن حنبل۔ بخاری اور ابوداؤد ان کے اساتذہ میں سے تھے۔ حدیث میں ان کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔ ایک مجموعۂ احادیث (جامع ترمذی) دوسری شمائل المحمدیہ جس میں صرف ان احادیث کو جمع کردیا ہے جو رسول اللہ کے حالات و خصائل سے متعلق ہیں۔

حوالہ جات: (کتاب الانساب (سمعانی)۔ طبقات الحفاظ (ذہبی) - ابن خلکان)

---

۹۵ - التفاشی، شہاب الدین ابوالعباس ——— وفات: ۶۵۱ھ / ۱۲۵۳ء

جواہرات کے پرکھنے کے ماہر تھے۔ اس فن پر انھوں نے ایک بڑی معرکۃ الآرا کتاب لکھی جس کا نام "ازہار الافکار فی جواہر الاحجار" ہے — اس میں ۲۵ جواہرات کی اصلیت، خوبی، نقائص، قیمت اور خصوصیات پر تفصیلی بحث کی ہے۔

حوالہ: (بریل)

---

۹۶ - التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر ——— ولادت (تفتازان ضلع خراسان): ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء — وفات (سمرقند): ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء

منطق، خطابت، مابعد الطبیعیات، فقہ، دینیات وغیرہ کے مشہور عالم تھے۔ انھوں نے عضد الدین اور قطب الرازی سے تحصیل علم کی اور ۱۶ سال کی عمر میں پہلی تصنیف کی جس کا نام شرح التصریف العزی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مطول، مختصر المعانی اور تلویح تصنیف کیں۔ تیمور کی طلبی پر یہ سمرقند گئے اور وہاں ان کی بڑی عزت کی گئی۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں تفتازانی کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ بعض انھیں حنفی بتاتے ہیں اور بعض شافعی، لیکن ان کی تصانیف دونوں مسلکوں پر موجود ہیں۔ ان کی اکثر کتابیں تمام مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل تھیں۔ ان کی اہم تصانیف کی فہرست یہ ہے:

نحو وصرف — شرح التصریف العزی — الارشاد والہادی

علم البیان والمعانی — المطول (الشرح المطول)۔ مختصر المعانی۔ شرح القسم الثالث من المفتاح (مفتاح العلوم کے تیسرے حصہ کی شرح)

منطق ——— شرح الشمسیہ —— تہذیب المنطق والکلام

مابعد الطبیعیات اور فقہ — المقاصد - شرح عقاید نسفی — فضیحۃ الملحدین (ابن عربی کی فصوص الحکم کی تردید)

اصول فقہ ——— التلویح (شرح تنقیح الاصول) - شرح شرح المختصر فی الاصول

قانون ——— المفتاح (شافعی فقہ کی فروع پر) — اختصار شرح تلخیص الجامع الکبیر

تفسیر ——— کشف الاسرار (فارسی) — شرح الکشاف

ادبیات ——— النعم السوابغ فی شرح کلام النوابغ — ترجمہ بوستان (ترکی میں)

حوالہ جات: (بغیۃ الوعات (سیوطی) - مجمل فصیحی) - حبیب السیر (خوندمیر))

---

۹۷ - الثعالبی، ابومنصور عبدالملک بن اسماعیل ——— ولادت (نیشاپور): ۳۵۰ھ/۹۶۱ء ——— وفات: ۴۲۹ھ/۱۰۳۸ء

پانچویں صدی ہجری کے نہایت مشہور ادیب و مصنف تھے۔ ان کا تذکرہ اپنے عہد کے شعراء کا "یتیمۃ الدہر" بڑا مشہور تذکرہ ہے۔ بعد کو انھوں نے اس کا تتمہ بھی "تتمۃ الیتیمہ" کے نام سے لکھا۔ دوسری خاص تصانیف یہ ہیں:- لطایف المعارف - المبہج (کتاب للطایف) - غرر البلاغۃ - کتاب لامثال - کتاب لاعجاز والایجاز - سیرۃ الملوک - شمس الادب - فقہ اللغۃ -

حوالہ: (ابن خلکان - دمیری)

---

۹۸ - الثعلبی، احمد بن محمد بن ابراہیم ابواسحاق نیشاپوری ——— ولادت: ۴۲۷ھ/۱۰۳۵ء

مشہور مفسر و فقیہ تھے۔ ان کی نہایت مشہور تصنیف "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" ہے۔ ابن جوزی کے نزدیک یہ تفسیر قابل لحاظ نہیں کیونکہ اس میں ضعیف روایات سے کام لیا گیا ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ تفسیر طبری کے ذرایع سے زیادہ ذرایع انھوں نے اختیار کئے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ حجم میں یہ کتاب "تفسیر بیضاوی" سے دوچند ہے اور یاقوت کے زمانہ تک بکثرت اس سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

حوالہ: (یاقوت)

---

۹۹ - جابر بن افلح ابومحمد ——— (چھٹی صدی ہجری)

عہد وسطی کے مشہور ہیئت داں تھے اور اشبیلیہ ان کا وطن تھا — چھٹی صدی کے وسط میں وفات پائی۔ ہیئت پر ان کی تصنیف "کتاب الہیئۃ" نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کتاب کا دوسرا نام "اصلاح المجسطی" بھی ہے۔

حوالہ جات: (ابن القفطی - حاجی خلیفۃ)

---

۱۰۰ - جابر بن حیان، ابوموسیٰ بن حیان الازدی ——— (دوسری صدی ہجری)

نہایت مشہور ماہر علم الکیمیا تھے، جسے انگریزی مصنفین "GEBER" کہتے ہیں۔ یہ پہلے صابی مذہب رکھتے تھے، بعد کو اسلام لائے۔ ان کے حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ ۱۷۶ھ/۷۹۲ء میں ان کی شہرت عام تھی اپنی عمر کا بڑا حصہ کوفہ میں بسر کیا۔ علم الکیمیا پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے پانچ باقی ہیں:- کتاب الملک - کتاب الموازین الصغیر - کتاب الرحمہ - کتاب التجمیع - زیبق الشرقی

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۰۱ - الجاحظ، ابوعثمان، عمرو بن بحر ——— وفات: ۲۵۵ھ/۸۶۸ء یا ۲۵۵ھ/۸۶۹ء

مشہور فقیہ و ادیب اور جماعت معتزلہ کے بڑے مقبول امام — یہ مشہور معتزلی امام نظام کے شاگرد تھے۔ ادب، کلام، تفسیر، فقہ، حدیث، ایام العرب کے بے مثل عالم تھے۔ بصرہ کے اکابر علم و ادب سے انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ خلیفہ المامون الرشید نے جب مسئلۂ امامت پر ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا تو بہت خوش ہوا اور دربار میں طلب کرکے گفتگو کی۔ خلیفہ معتصم کا وزیر "ابن الزیات" چونکہ خود معتزلی عقاید کا تھا اس لئے وہ جاحظ کا بڑا قدرداں تھا۔ لیکن بعد کو جب ابن الزیات پر زوال آیا تو یہ بھی مبتلائے مصیبت ہوئے لیکن احمد بن ابی داؤد (قاضی القضاۃ) کی عنایت سے بچے رہے

خلیفہ متوکل چاہتا تھا کہ جاحظ کو بیٹے کا اوں کا اتالیق مقرر کرے، لیکن چونکہ وہ بہت بدصورت تھے اس لئے یہ خیال خلیفہ نے ترک کردیا (جاحظ انھیں اس لئے کہتے تھے کہ ان کی آنکھیں غیر معمولی طور پر باہر ابلی ہوئی تھیں)

اس کے بعد جب دربار خلافت میں معتزلہ کا زور گھٹا اور اشعری عقاید نے پھر جگہ لے لی تو جاحظ بصرہ چلے گئے اور وہیں مفلوج ہوکر انتقال کیا۔

یہ مذہب اعتزال کے خاص فرقہ جاحظیہ کے بانی تھے۔ ان کے مخصوص عقاید یہ تھے:۔

(۱) کوئی مادی جسم معدوم نہیں ہوتا۔ (۲) خدا گناہوں کا ارادہ نہیں کرتا۔ (۳) خدا کی رویت ناممکن ہے۔ (۴) خدا سے غلطی و سہو ہونا ناممکن ہے۔

انتقال کے وقت ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی۔ فقہ، اصول اور فن مناظرہ میں ان کی بعض کتابوں کی فہرست یہ ہے:

کتاب الحجۃ فی النبوۃ — کتاب خلق القرآن — کتاب الرد علی المشبہ — کتاب الرد علی النصاریٰ۔

مسئلہ امامت پر انھوں نے جو کتاب لکھی ہے اس میں تمام جماعتوں کے خیالات نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کرکے نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کی ہے۔

ان کی دو تصانیف "کتاب العرب والموالی"، "کتاب العرب والعجم"۔ جن میں عرب و عجم کی تہذیب اور عرب و موالی عرب کا موازنہ کیا گیا تھا ضایع ہوگئیں۔ وہ ترکوں کے بھی بڑے مداح تھے، چنانچہ ایک رسالہ "فضایل اتراک" میں بھی لکھا۔

ایک تصنیف "کتاب البلدان" بھی ہے جس میں مکہ، مدینہ، مصر، کوفہ، بصرہ، دمشق وغیرہ کی خصوصیات پر بحث کی گئی ہے۔ بعض کتابیں حیوانات معدنیات اور نباتات پر بھی تصنیف کیں مثلاً: کتاب الزرع والنخل۔ کتاب الصرامہ والہجانہ (دوغلی نسل والے)۔ کتاب السودان والبیضان (سیاہ و سفید رنگ والے)۔ کتاب المعادن۔

ایک تصنیف "کتاب النساء" کے نام سے بھی کی، جس میں عورت کی نفسیات پر بحث کی گئی ہے۔ حیوانات پر بھی ایک تصنیف "کتاب الحیوان" چھوڑی جو جاحظ کی نہایت مقبول و دلچسپ تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

نفسیات و اخلاقیات پر بھی متعدد تصانیف کیں مثلاً: کتاب الفتیان۔ کتاب الجواری والغلمان۔ کتاب القیان (گانے والیاں)۔ کتاب البخلاء۔ کتاب اخلاق الملوک۔

ادبیات کے سلسلہ میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول تصنیف "کتاب البیان والتبیین" ہے جو شعراء و ادبائے عرب کا بڑا بسیط تذکرہ ہے — ادیب ہونے کی حیثیت سے بھی یہ بڑا مرتبہ رکھتے تھے، چنانچہ المبرد۔ ابن الفقیہ اور ثعلبی سب انھیں کے مقلد سمجھے جاتے ہیں اور قزوینی و دمیری نے بھی ان کی تصانیف سے بڑا فایدہ اٹھایا۔

حوالہجات: (المعتزلہ (آرنلڈ) - الفرق بین الفرق (بغدادی))

---

۱۰۲ - الجبائی - ابو علی محمد بن عبدالوہاب ———— وفات: ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء

خوزستان میں بمقام جبا پیدا ہوئے۔ ابو یعقوب یوسف الشحام سے، (جو بصرہ اسکول کے معتزلہ کے امام تھے) تعلیم پائی اور آخیر وقت تک مسلک اعتزال پر قایم رہے۔ انھوں نے اصول پر ایک کتاب لکھی، یہ راوندی و نظام سے بعض مسایل میں اختلاف رکھتے تھے اس لئے ان کے خلاف بھی ایک کتاب تصنیف کی۔ اشعری انھیں کے شاگرد تھے، لیکن بعد کو یہ اپنے استاد سے منحرف ہوگئے اور اعتزال کے خلاف متعدد رسایل لکھے۔

جبائی نے جبائی زبان میں تفسیر قرآن بھی لکھی تھی، لیکن ان کی تمام تصانیف ضایع ہوگئیں۔ ان کے بیٹے ابو ہاشم عبدالسلام (وفات ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء) نے اپنے باپ سے زیادہ شہرت پائی جن کے متبعین کو بہشامیہ کہتے تھے۔ اس وقت کے تمام معتزلی ابو ہاشم کو اپنا شیخ سمجھتے تھے۔

جبائی، صفات باری کو عین ذات قرار دیتے تھے۔ ابو ہاشم نے قدامت پرست جماعت کو مانوس کرنے کے لئے صفات کی جگہ احوال کا لفظ استعمال کیا، لیکن اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - شہرستانی - بغدادی)

۱۰۳- الجُرجانی، علی بن محمد السید الشریف ———— ولادت (تاجو): ۷۴۰ھ/۱۳۳۹ء — وفات (شیراز): ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء

فلاسفر و متکلم تھے۔ شاہ شجاع بن مظفر کے زمانہ میں شیراز کے مدرسہ کے پروفیسر رہے۔ جب تیمور نے شیراز پر قبضہ کیا (۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء) تو انھیں سمرقند بھیجدیا۔ تیمور کی وفات پر (۸۰۷ھ/۱۴۰۵ء) پھر شیراز واپس آئے اور یہیں انتقال کیا۔ انھوں نے عربی و فارسی کے متعدد رسایل فلسفہ، ہیئت و فقہ پر لکھے۔ ان کی مفصلۂ ذیل کتابیں شایع ہوئیں:

کتاب التعریفات - حاشیۂ کشاف - علم المعانی والبیان - حاشیۂ شرح المطول تفتازانی - حاشیہ تخلیص المفتاح قزوینی - شرح فرائض السراجیہ سجاوندی - حاشیہ رسالۃ الشمسیہ فی قواعد المنطقیہ کاتبی - حاشیہ کتاب حکمۃ العین بخاری - شرح کتاب المواقف فی علم الکلام - الاصول المنطقیہ -

حوالجات: (حبیب السیر (خوندمیر) - بغیۃ الوعات (سیوطی))

۱۰۴- جُرجانی، منہاج الدین، ابوعمر عثمان بن سراج الدین محمد ———— (ساتویں صدی ہجری)

ایرانی مورخ تھے۔ ان کے والد بامیان کے قاضی تھے لیکن جب مغل غور میں آئے (۶۱۷ھ/۱۲۲۰ء) تو جُرجانی ہندوستان بھاگ آئے۔ جب ۶۳۵ھ میں سلطان رضیہ کی افواج اس طرف آئیں تو یہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوگئے۔ لیکن رضیہ کے انتقال کے بعد بہرام شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے پھر ان کو دہلی کا قاضی القضاۃ مقرر کیا، لیکن بہرام شاہ کے قتل کے بعد وہ بھی مستعفی ہوگئے۔ سنہ ۶۴۰ھ میں وہ لکھنوتی چلے گئے، لیکن دو سال بعد پھر دہلی واپس آئے اور ناصریہ دارالعلوم کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ سنہ ۶۴۴ھ میں جب ناصرالدین محمود تخت نشین ہوا تو ان کو بہت عروج ہوا اور غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر جہاں اور قاضی ہوگئے۔

ان کی تاریخی کتاب طبقات ناصری (جو ناصرالدین محمود کے نام سے منسوب ہے) بڑی معتبر تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ناصرالدین محمود کی تخت نشینی کے بعد ۱۵ سال تک کے حالات اس میں درج ہیں۔

حوالہ: (تاریخ اسلامی ہند - نیاز).

۱۰۵- جمال الدین افغانی، سید محمد بن صفدر ———— ولادت (اسعدآباد ضلع کابل): ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء — وفات: ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء

انیسویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام کا بڑا مشہور انسان جو بیک وقت فلسفی بھی تھا، ادیب بھی، خطیب بھی تھا، صحافی بھی اور سیاسی حیثیت سے بڑا زبردست انقلابی۔

پچھلی صدی میں مسلم سلطنتوں میں جو تحریک آزادی کی شروع ہوئی تھی اس کے بانی جمال الدین ہی تھے، وہ چاہتے تھے کہ تمام مسلم حکومتیں مغرب کی غلامی سے آزاد ہونے کے لئے باہم متحد ہوجائیں اور اسی لئے انھیں "پان اسلامک" تحریک کا سب سے بڑا موید سمجھا جاتا ہے۔

ان کا سلسلۂ نسب مشہور مورخ ترمذی سے ملتا ہے اور اسی لئے انھیں سید کہا جاتا ہے۔ ان کی ولادت ایک حنفی خاندان میں بمقام اسعدآباد ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسعدآباد کون سا تھا، بعض کے نزدیک یہ ضلع کابل کا قصبہ تھا اور بعض اسے ہمدان کا قصبہ بتاتے ہیں۔ وہ لوگ جو انھیں ایران والے اسعدآباد کا متوطن بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ ایرانی جور و استبداد سے بچنے کے لئے افغانستان چلے گئے تھے، بہرحال افغانستان سے ان کا تعلق وطنیت کا ہو یا ہجرت کا یقینی ہے کہ ان کا عہد طفلی و شباب افغانستان ہی میں گزرا اور یہیں ۱۸ سال کی عمر تک تمام علوم متداولہ حاصل کئے۔ اس کے بعد وہ ایک سال کے لئے ہندوستان بھی آئے۔ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں حج کیا اور پھر وہاں سے لوٹ کر امیر دوست محمد خاں والی افغانستان کے ملازم ہوگئے اور ہرات کی مہم میں امیر کے ساتھ رہے۔ دوست محمد خاں کے انتقال پر جب امیر شیر علی تخت نشین ہوا تو یہ اس کے بھائی محمد اعظم کے طرفدار ہوگئے اور خانہ جنگی کی وجہ سے جب محمد اعظم پر زوال آیا تو حج کے بہانہ سے افغانستان چھوڑ کر یہ ہندوستان اور مصر میں چند دن قیام کرنے کے بعد قسطنطنیہ پہونچے اور یہاں مسجد ایاصوفیہ اور مسجد احمدیہ میں لکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی دوران میں انھوں نے ایک لکچر دارالفنون میں دیا جس میں بعض اختلافی مسایل کی بنیاد پر وہاں کے شیخ الاسلام حسن فہمی نے ان کی مخالفت شروع کردی اس لئے یہ مصر لوٹ آئے اور یہاں حکومت نے ۱۲ ہزار پیاستر سالانہ وظیفہ مقرر کرکے تعلیم و تبلیغ کی آزادی دیدی۔ اب مصر کے طلبہ اور نوجوان ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ انھوں نے علمی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی بھی شروع کردی اور اس نے اتنا زور پکڑا کہ آخرکار اس کی بدولت ۱۸۸۲ء میں جنگ تل الکبیر وقوع میں آئی اور اسکندریہ پر مباری

کرکے انگریزوں نے اس پر قبضہ کرلیا، اس سے کچھ زمانہ قبل ۱۸۷۹ء میں انگریزوں کے اشارہ سے وہ ہندوستان جلاوطن کردئے گئے۔ یہاں وہ پہلے حیدرآباد میں نظربند رہے اور پھر کلکتہ میں۔ اس کے بعد جب عربی پاشا کی جنگ آزادی مصر میں ختم کردی گئی تو انھیں بھی ہندوستان سے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی۔

"W.S. BLUNT" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان سے امریکہ گئے، پھر یہاں سے لندن پہونچے اور اس کے بعد اپنے شاگرد رشید محمد عبدہ کے ساتھ پیرس گئے۔ یہاں اسلامی ممالک میں انگلستان کی مداخلت کے خلاف اخبارات میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس و انگلستان کی مشرقی پالیسی، مصر و ترکی کے مسایل، سوڈان کی مہدوی تحریک، مغربی سیاست دانوں کا مرکز توجہ بن گئی ——— اسی دوران میں ایک مستشرق ERNEST RENAN "اسلام اور سائنس" کے عنوان سے ایک سلسلہ لکچروں کا شروع کیا جن میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اسلام علمی تحریک کا مخالف ہے ——
جمال الدین نے اس کے جواب میں خود بھی ایک سلسلۂ مضامین شروع کردیا جو پیرس اور جرمنی کے اخبارات میں شایع ہوتے تھے۔ پیرس میں جمال الدین کے ادبی و سیاسی اقدامات کا سب سے اہم زمانہ وہ ہے جب خود انھوں نے ۱۸۸۴ء ۱۳۰۱ھ میں "عروۃ الوثقیٰ" کے نام سے ایک عربی اخبار جاری کیا اور ہندوستان و مصر میں انگریزی پالیسی پر خوب خوب نکتہ چینی کی گئی۔ انگریزوں نے ہندوستان و مصر میں اس کا داخلہ بند کردیا پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح پہونچ ہی جاتا تھا۔ ہرچند یہ اخبار صرف آٹھ مہینے جاری رہا اور ۱۸ نمبروں سے زیادہ شایع نہ ہوسکا، لیکن اتنے ہی زمانہ میں اس نے مشرقی ممالک میں بڑا ذہنی انقلاب پیدا کردیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے سوڈان کی مہدوی تحریک ختم کرنے اور مشرق کو انقلابی تحریک سے بچانے کے لئے (W-S BLUNT) کے ذریعہ سے شاہ ناصرالدین (شاہ ایران) کو آمادہ کیا گیا کہ وہ جمال الدین کو اپنے یہاں دعوت دے، چنانچہ قاچار نے تار کے ذریعہ سے انھیں ایران آنے کی دعوت دی اور جب وہ یہاں پہونچے تو بڑی عزت کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ چند دن بعد جب ان کے اثرات یہاں بھی قوی ہوگئے اور قاچار مخالف ہوگیا، تو یہ ایران چھوڑ کر روس پہونچے اور مختلف سیاسی تحریکات میں حصہ لینے لگے۔ اس کے بعد جب ۱۸۸۹ء کی نمائش پیرس میں یہ پیرس گئے تو قاچار سے پھر ملاقات ہوئی اور قاچار پھر ایران لے گئے۔ لیکن بعد کو ایران کے وزیر اعظم مرزا علی اصغر خاں امین السلطنت کی مخالفت کی وجہ سے قاچار پھر مخالف ہوگئے اور یہ تہران کے قریب خانقاہ شاہ عبدالعظیم چلے گئے اور سیاسی تبلیغ شروع کردی۔ یہاں وہ سات مہینے رہے اور آخر کار ۵۰۰ سواروں کی مدد سے گرفتار کرکے انھیں پابزنجیر خانقین بھیجدیا گیا۔

یہاں سے وہ بصرہ گئے اور پھر انگلستان پہونچکر ایران میں انگریزوں کی جابرانہ پالیسی کو بے نقاب کرنا شروع کیا۔ اس وقت ایران کی حالت یہ تھی کہ جمال الدین کی پیدا کی ہوئی تحریک آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی جارہی تھی اور اہل ایران میں آزادی کا احساس قوی ہوتا جارہا تھا۔ اتفاق سے اسی وقت (مارچ ۱۸۹۰ء میں) ایرانی حکومت نے تماکو کی تجارت میں انگریزوں کو مخصوص رعایت دینے کا اعلان کیا اور جمال الدین کو انگریزوں کے خلاف اظہار خیال کا زیادہ موقع مل گیا۔ انھوں نے بصرہ سے مرزا حسن شیرازی (مجتہد سامرا) کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ اس طرح ایران کی قومی دولت کا بڑا حصہ انگلستان چلا جائے گا۔ مجتہد پر اس تحریر کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے فتویٰ دیدیا کہ جب تک حکومت ایران انگریزوں کو دی ہوئی مراعات واپس نہ لے، ایرانیوں کے لئے تماکو کا استعمال حرام ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر میں عام بےچینی پیدا ہوگئی اور ایران کو تاوان دیکر مراعات واپس لینا پڑیں۔ اسی کے ساتھ ملک کے تمام جماعتوں میں آزادی کی تحریک پھیل گئی اور اس نے اتنی قوت پکڑی کہ آخر کار شاہ ایران کو مرزا محمد رضا (جمال الدین کے ایک شاگرد) نے قتل کردیا (۱۱ مارچ ۱۸۹۹ء)

لندن کے دوران قیام میں رستم پاشا سفیر ترکی (مقیم لندن) کے ذریعہ سے سلطان عبدالحمید کا پیام پہونچا کہ وہ شاہی مہمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ آکر قیام کریں۔ جب یہ وہاں پہونچے تو ۵۰ پونڈ ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا اور قصر یلدیز کے پاس ایک شاندار مکان نشاطان شاہ پہاڑی پر قیام کے لئے تجویز ہوا رفتہ رفتہ یہاں بھی ان کی ایک مخالف جماعت پیدا ہوگئی اور اس نے بہت کوشش کی کہ سلطان انھیں یہاں سے خارج البلد کردیں۔ حکومت ایران کی طرف سے بھی اصرار ہوا کہ جمال الدین کو ایران بھیجدیا جائے کیونکہ شاہ قاچار کے قتل کا باعث وہی ہوئے تھے، لیکن سلطان نے کسی کی نہ سنی اور جمال الدین نے یہیں عمر ختم کی۔ ان کی ٹھوڑی میں سرطان ہوگیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ ابوالہدیٰ نے جو جمال الدین کا شدید دشمن اور دربار سلطانی کا بڑا ذی اثر عالم تھا جمال الدین کو زہر دیدیا تھا اور ان کی موت اسی زہر کا نتیجہ تھی۔

جمال الدین کی تصانیف زیادہ تر رسایل اور مضامین پر مشتمل ہیں جو اخبارات میں شایع ہوئے۔ انھوں نے ایک مختصر سی تاریخ افاغنہ بھی "تتمۃ البیان" کے

نام سے تحریر کی تھی۔

حوالہ جات: (براؤن کی PERSIAN REVOLUTION تاریخ الاستاد الامام (رشید رضا))

۱۰۶۔ الجوالیقی، ابومنصور موہوب بن احمد بن محمد بن الخضر ولادت: ۴۶۶ھ/۱۰۷۳ء — وفات: ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء

بغداد کے ماہر ادبیات تھے۔ ان کی تصنیف "کتاب المعرب من الکلام الاعجمی علی حروف المعجم" بڑی مشہور چیز ہے جس میں انھوں نے عربی زبان میں عجمی زبان کے دخیل الفاظ سے بحث کی ہے انھوں نے قتیبہ کی کتاب "ادب الکاتب" کی بھی ایک شرح لکھی تھی اور "درۃ الغواص" کا تکملہ بھی۔

حوالہ جات: (وفیات الاعیان (ابن خلکان)۔ نزہۃ الالباء (الانباری)۔ بغیۃ الوعاۃ (سیوطی)۔ النجوم الظاہرہ (ابن تغری بردی))

۱۰۷۔ الجوبری، عبدالرحمان بن عمر زین الدین الدمشقی

ساتویں صدی ہجری کے ایک عرب مصنف تھے بڑی وسیع معلومات کے۔ انھوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی اور اسی سلسلہ میں وہ ہندوستان بھی آئے۔ اخیر میں وہ دربار الملک المسعود ارتق سے وابستہ ہوگئے۔ انھوں نے ایک سیاحت نامہ مرتب کیا تھا جس میں اپنے تمام تجربات سیاحت تحریر کئے تھے اس کا نام "کتاب المختار فی کشف الاسرار وھتک الاستار" تھا۔ ایک اور کتاب لکھی جس میں کیمیاوی شعبدہ بازیوں کو بے نقاب کیا تھا۔ اس کا نام "کتاب الحلال فی الاعلاب السیمیاویہ وبعض فوائد شعبیۃ المجربہ" تھا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۰۸۔ الجوہری، ابونصر اسماعیل بن حماد ——— وفات (نیشاپور): ۳۹۳ھ/۱۰۰۳ء یا ۳۹۸ھ/۱۰۰۸ء یا ۴۰۰ھ/۱۰۰۹ء

مشہور ترکی نژاد لغت نویس تھے جو فاراب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے ماموں سے پائی اور پھر حجاز، بغداد، عراق و شام جاکر زبان کی تکمیل کی۔ اس کے بعد وہ دمغان، نیشاپور گئے اور خراسان میں عربی زبان کا درس دینا شروع کیا۔ یہ شاعر بھی تھے۔

تصانیف کی فہرست یہ ہے: مقدمہ (قواعد) — عروض الورقہ — "تاج اللغۃ وصحاح العربیہ (لغت)"

حوالہ جات: (تاریخ ابوالفدا۔ بغیۃ الوعاۃ (سیوطی)۔ "تاریخ الخمیس — یتیمۃ الدہر — ارشاد الاریب — نزہۃ الالباء)

۱۰۹۔ الجوینی، ابوالمعالی عبدالملک (امام الحرمین) ——— ولادت (نیشاپور): ۴۱۹ھ/۱۰۲۸ء — وفات: ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء

۲۰ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہوکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ علم کلام میں اشعری عقاید کے حامی تھے۔ سلجوق طغرل بیگ کے زمانہ میں جب اس کے وزیر عمید الملک نے اشعری جماعت کی مخالفت کی تو یہ بغداد چلے گئے اور وہاں سے حجاز۔ یہاں پہونچ کر انھوں نے مکہ و مدینہ میں چار سال تک سلسلۂ درس جاری رکھا (اسی لئے انھیں امام الحرمین کہتے ہیں) جب نظام الملک طوسی وزیر ہوا جو اشعری عقاید کا حامی تھا تو یہ بھی نیشاپور واپس آئے اور نظام الملک نے ایک خاص مدرسہ ان کے لئے تعمیر کرادیا، جس کا نام مدرسۂ نظامیہ تھا۔ جوینی اس مدرسہ میں آخر عمر تک تعلیم دیتے رہے۔ ان کی تصانیف کی کثرت و اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سبکی کہا کرتا تھا کہ جوینی کی تصانیف کا سمجھنا معجزہ سے کم نہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان کی کتابیں باقی نہ رہیں۔ ان کی تصانیف میں "کتاب البرہان فی اصول الفقہ" اور "کتاب الورقات فی اصول الفقہ" کا ذکر سبکی نے بڑے اہتمام سے کیا ہے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان — طبقات (سبکی) — ابن اثیر)

۱۱۰۔ الجوینی۔ عبداللہ بن یوسف الشافعی

مشہور فقیہ تھے۔ مرو و نیشاپور میں تعلیم پائی اور ۴۰۷ھ/۱۰۱۶ء میں نیشاپور ہی میں مستقل قیام کرلیا۔ ان کے فضل و کمال کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ غزالی کا قول تھا کہ اگر رسول اللہ کے بعد کوئی نبی آتا تو وہ الجوینی ہوتا۔ ان کی تصانیف میں سے صرف ایک تصنیف "کتاب الجمع والفرق" باقی رہی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان — طبقات (سبکی))

---

۱۱۱ - حاجی خلیفہ، مصطفےٰ بن عبداللہ - (کاتب چلپی) ــــــــ ولادت: ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۹ء ــ وفات (قسطنطنیہ): ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء

مشہور ترکی النسل مورخ و تذکرہ نگار تھے - یہ ترکی فوج میں سلحدار کی حیثیت سے مامور تھے اور مختلف جنگوں میں شریک رہے - بڑے علمی ذوق کے شخص تھے - انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں :

فضلکہ - حاشیہ بیضاوی - حاشیہ محمدیہ (ہیئت) - تقویم التواریخ - جہاں نما (ہیئت) - سلم الوصول الی طبقات الفحول (تاریخ اکابر) - تحفۃ الاخیار فی الحکم والامثال - کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون - لوامع النور - رونق السلطنت (تاریخ قسطنطنیہ) - دستور العمل (مالیات) - تحفۃ الکبار - میزان الحق -

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۱۲ - حافظ آبرو، شہاب الدین عبداللہ بن لطف اللہ بن عبدالرشید الخوافی ــــــــ وفات: ۸۳۳ھ/۱۴۳۰ء

فارس کے مشہور مورخ و جغرافی تھے - ہرات میں پیدا ہوئے اور ہمدان میں تعلیم پائی - شطرنج بہت اچھی کھیلتے تھے اور تیمور کے خاص مصاحب دوست تھے - انھوں نے تیمور اور شاہرخ کی آخری مہموں کا ذکر عینی شاہد کی حیثیت سے کیا ہے -

۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء میں شاہرخ کے حکم سے بلخی اصطخری کی کتاب کا خلاصہ دو حصوں میں کیا - پہلے حصہ میں مختلف ملکوں کا جغرافیہ اور سیاسی تاریخ درج کی دوسرے حصہ میں خراسان و ماوراءالنہر کے جغرافیہ و تاریخ کو لکھا، لیکن اس کتاب کا کوئی مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہوا - ۸۲۰ھ/۱۴۱۷ء میں شاہرخ نے تاریخ عالم لکھنے کا حکم دیا - چنانچہ انھوں نے تاریخ طبری، جامع التواریخ (رشید الدین) اور ظفرنامہ (نظام الدین شامی) کے بیانات کو نقل کرنے کے بعد تیمور کی تخت نشینی تک کے واقعات کا اضافہ کیا اور ظفرنامہ میں ۸۰۷ھ سے ۸۱۶ھ تک کے واقعات شامل کئے - ۸۲۶ھ میں ایک تاریخ عالم چار جلدوں میں لکھی جس کا نام زبدۃ التواریخ تھا - ۸۲۹ھ میں جامع التواریخ کا دوسرا اڈیشن ترتیب دیا -

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۱۳ - حریری، ابو محمد القاسم بن علی بن محمد بن الحریری ــــــــ ولادت: ۴۴۶ھ/۱۰۵۴ء ــ وفات: ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء

عرب کے مشہور نحوی و ادیب تھے - مشان (بصرہ کے قریب) میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم پائی، بصرہ میں یہ "صاحب الاخبار" یا وقایع نویس کی خدمت پر مامور تھے اور اس سلسلہ میں اکثر اکابر سے ان کے تعلقات پیدا ہوگئے تھے -

"مقامات حریری" ان کی نہایت مشہور کتاب ہے جو "مقامات بدیع الزماں ہمدانی" کے انداز پر لکھی تھی، اس میں ابو زید سروجی کے کارنامے درج ہیں - اس کتاب کی تصنیف ۴۹۵ھ میں شروع کی گئی اور ۵۰۴ھ میں ختم ہوئی - یہ کتاب اپنے ادبی محاسن کی وجہ سے کلاسک میں شمار کی جاتی ہے اور عربی ادب کے نصاب میں شامل ہے - یہ کتاب ادبی خوبیوں کی وجہ سے عبرانی و لاطینی زبانوں میں بھی منتقل کی گئی - ان کی ایک اور کتاب "درۃ الغواص" بھی ہے جس میں عرب محاورات و الفاظ کے غلط استعمال پر روشنی ڈالی گئی ہے -

حوالہ جات: (یاقوت - ابن خلکان)

---

۱۱۴ - الحسن بن یوسف بن علی بن المطہر الحلی الشیعی جمال الدین ابو المنصور ــــ ولادت (حلہ): ۶۴۸ھ/۱۲۵۰ء ــ وفات (حلہ): ۷۲۶ھ/۱۳۲۵ء

اپنے عہد کے نہایت مشہور شیعی فقیہ اور علامہ کے لقب سے مشہور تھے - سلطان غیاث الدین خدابندہ محمد (۷۰۳ھ/۱۳۰۴ء - ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء) نے ایک بار شیعہ سنی مناظرہ کرایا تو علامہ شیعی فریق کی طرف سے شریک ہوئے اور غیاث الدین ان کے طرز استدلال سے اتنا متاثر ہوا کہ بہت سے مسایل میں وہ شیعوں کا ہمنوا ہوگیا - مشہد میں مدفون ہیں - کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ۵۰۰ تصانیف کیں جن میں خاص خاص یہ ہیں :-

کشف الیقین فی فضایل امیر المومنین - منہاج الصلاح فی اختصار المصباح - منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامامۃ - منہاج الیقین فی اصول الدین - معارج الفہم - نہج الحق و کشف الصدق - نظم البراہین فی اصول الدین - تذکرۃ الفقہاء -

حوالہ جات: (منتخب المقال - عمل العامل - روضۃ الجنات)

۱۱۵ - الحسن بن الخصیب ابوبکر ————— (تیسری صدی ہجری)

ایرانی النسل تھے اور مشہور ہیئت داں — جنھیں مستشرقین یورپ ALBUBATHAR کہتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے وسط میں پائے جاتے تھے کیونکہ احمد بن ابی طاہر طیفور (جس کا انتقال ۲۸۰ھ / ۸۹۳ء میں ہوا تھا) اپنی کتاب بغداد میں اس کو اپنا ہمعصر بتاتا ہے۔

حوالجات: (ابن القفطی - کتاب بغداد)

---

۱۱۶ - الحلبی، نورالدین بن برہان الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن عمر القاہری الشافعی

ولادت (قاہرہ): ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء — وفات (قاہرہ): ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۴ء

عرب مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ ان کی سیرت رسول "انسان العیون فی سیرت الامین المامون" ہے اور عام طور پر سیرت حلبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ تصوف پر بھی دو رسالے لکھے:

النصیحۃ العلویہ فی بیان حسن طریقۃ السادۃ الاحمدیہ — عقد المرجان فیما یتعلق بالجان۔

انھوں نے بہت سی کتب متداولہ پر حاشیے بھی لکھے، جن میں صرف ایک باقی رہا۔ حاشیہ شرح منہاج الطالبین (نوویی)

حوالہ: (خلاصۃ الآثار (محبی))

---

۱۱۷ - حمداللہ بن ابوبکر بن حمد بن نصر مستوفی قزوینی ————— (آٹھویں صدی ہجری)

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مورخ تھے "تاریخ گزیدہ" ان کی نہایت مشہور تاریخی تصنیف ہے۔ یہ غزنوی عہد میں غیاث الدین وزیر کے سکریٹری تھے اور اسی کے نام انھوں نے کتاب منسوب کی۔ تاریخ گزیدہ مشرق کی بہترین تاریخی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یوروپ کے مشہور مستشرق میجر ریگشال نے عہد غزنوی کی بہترین تاریخ قرار دیا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ۷۳۰ھ / ۱۳۳۰ء میں مرتب کی گئی اور ایک کتاب جغرافیہ اور تاریخ طبیعی پر بھی لکھی جس کا نام نزہت القلوب ہے۔

حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

---

۱۱۸ - الخازن، ابوجعفر الخراسانی ————— ولادت: ۳۴۹ھ / ۹۶۰ء

مشہور فلاسفر ریاضی داں و ماہر فلکیات تھے۔ رکن الدولہ کے وزیر ابوالفضل ابن العمید کی رصدگاہ کے مہتمم تھے۔ حساب میں مساوات مکعب (CUBICEQUATION) کے مسئلہ کو حل کیا اور اقلیدس کے دسویں حصہ کی شرح لکھی۔ آلات رصد پر ایک بڑی معرکۃ الآرا کتاب لکھی جس کا نام "کتاب الآلات العجیبۃ الرصدیہ" ہے۔ ہیئت میں ان کی ایک اور نہایت مشہور تصنیف زیج الصفائح جو اصطرلاب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہیئت اور علم الجو COSMOLOGY کے متعلق بھی متعدد کتابیں لکھیں مثلاً: المدخل الکبیر فی علم النجوم — سر العالمین — وہ احکام نجوم بھی صادر کرتے تھے۔ انھیں فلسفہ سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔

حوالجات: (الفہرست (ابن ندیم) - ابن القفطی)

---

۱۱۹ - الخجندی، حامد بن الخضر ابو محمد ————— وفات: ۳۹۱ھ / ۱۰۰۱ء

فخرالدولہ بویہ کے عہد میں (۳۶۶ھ / ۹۷۶ء - ۳۸۷ھ / ۹۹۷ء) رَے کے بہت بڑے مہندس، ہیئت داں اور ماہر فن تعمیر تھے۔ انھوں نے رصد بینی کے کئی آلات طیار کئے تھے۔ ایک کا نام "السدس الفخری" تھا اور دوسرے کا "الآلۃ الشاملۃ"

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۲۰ - الخرقی محمد بن احمد بن ابی البشر ابوبکر بہاؤ الدین ————— وفات (مرو): ۵۳۳ھ / ۱۱۳۸ء

مشہور فلسفی و ہیئت داں تھے۔ قطب الدین محمد خوارزمشاہی اپنے ساتھ مرو لائے اور یہیں ان کی تصنیفی زندگی شروع ہوئی۔ ہیئت پر دو کتابیں لکھیں۔ ایک "تبصرۃ فی علم الہیئت" ہے اور دوسری "منتہی الادراک فی تقسیم الافلاک" یہ ہیئت میں ابن ہیثم کے نظریوں کے متبع تھے۔

حوالہ: (تاریخ حکماء اسلام (بیہقی))

۱۲۱ - خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت ——— ولادت (درزجان متصل بغداد): ۳۹۲ھ / ۱۰۰۲ء - وفات (بغداد): ۴۶۳ھ / ۱۰۷۱ء

بہت کمسنی میں تعلیم ختم کی - جمع احادیث کے لئے بصرہ، نیشاپور، اصفہان، ہمدان و دمشق کا سفر کیا اور پھر بغداد میں مستقل قیام اختیار کر لیا اور محدث ہونے کی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل کی - اساتذۂ حدیث کسی حدیث کو پیش کرنے سے قبل ان سے ضرور استصواب رائے کر لیتے تھے - یہ پہلے حنبلی مسلک رکھتے تھے اور پھر شافعی ہو گئے - بغداد میں حنابلہ کا زور تھا اور یہ اس کے شدید مخالف تھے - تاہم خلیفہ القائم اور اس کے وزیر ابن المسلمہ کی سرپرستی کی وجہ سے وہ مسجد منصور میں علم حدیث پر لکچر دینے پر مامور ہوئے یہ کھلم کھلا حنبلی عقاید کی تردید کرتے تھے، جس کا جواب حنابلہ کی طرف سے بھی دیا جاتا تھا اور اس طرح بغداد ایک مذہبی اکھاڑا ہو کر رہ گیا تھا -

جب البساسیری کی بغاوت میں ابن المسلمہ پر زوال آیا تو یہ بھاگ کر دمشق چلے گئے اور یہاں کے فاطمی گورنر نے گرفتار کرنا چاہا - لیکن یہ کسی ترکیب سے صور اور حلب کی طرف بھاگ گئے اور جب سلاجقہ کا تسلط ہوا تو یہ پھر بغداد آ گئے -

ان کی تصانیف کی تعداد سو کے قریب بتائی جاتی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول تاریخ بغداد ہے - اس میں بغداد کی تاریخ کے علاوہ یہاں کے تمام اکابر علم حدیث کے حالات بھی لکھے ہیں - دوسری اہم تصانیف یہ ہیں: کفایہ فی معرفۃ علم الروایۃ - تقیید العلم - الجامع لاخلاق الراوی والسامع - المتفق والمفترق - الفقیہ والمتفقہ - التفصیل لمبہم المراسیل -

حوالہ جات: (ابن خلکان - طبقات الحفاظ - مرأت الزمان (ابن جوزی))

۱۲۲ - الخلیل بن احمد بن عمر بن تمیم الفراہدی الازدی ولادت: ۱۰۰ھ / ۷۱۸ء - وفات (بصرہ): ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء اور ۱۷۵ھ / ۷۹۱ء کے درمیان

عمان کے باشندے اور مشہور ادیب و نحوی تھے - علم حدیث کی بھی تکمیل کی تھی - پہلے اباضی عقاید رکھتے تھے بعد کو سنی ہو گئے - بڑے زاہد و مرتاض تھے تمام تذکرہ نویس متفق ہیں کہ عربی شاعری میں علم عروض کی بنیاد ڈالنے والے یہی تھے - سب سے پہلے عربی لغت بھی انھوں نے ہی لکھا جس کا نام کتاب العین ہے دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: شرح صرف الخلیل - کتاب فیہ جملۃ آلات الاعراب

حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم) - ابن خلکان - تہذیب الاسماء (نووی))

---

۱۲۳ - خوندمیر، غیاث الدین بن ہمام الدین بن جلال الدین بن برہان محمد شیرازی - ولادت (ہرات): ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء - وفات (دہلی): ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء

مشہور ایرانی مورخ تھے اور میرخوند کے نواسے - ان کے والد عرصہ تک سلطان محمود (سمرقند) کے وزیر رہے اور یہ خود بھی سلطان حسین کے بڑے بیٹے بدیع الزماں کے ملازم ہو گئے - یہ ۱۵۰۲ء سے ۱۵۲۷ء تک افغانستان کی سیاسی و جنگی سرگرمیوں میں جو خانہ جنگیوں کی وجہ سے مختلف خاندانوں میں پائی جاتی تھیں الجھے رہے اور آخر کار گھبرا کر مارچ ۱۵۲۸ء میں ہندوستان چلے آئے - سب سے پہلے یہ بابر سے آگرہ میں ملے اور پھر اسی کے ساتھ ۱۵۲۹ء میں بنگال چلے گئے جب ۱۵۳۰ء میں بابر کا انتقال ہوا تو وہ ہمایوں سے وابستہ ہو گئے اور اس کی عمارات کی تعریف میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہمایوں نامہ ہے -

۱۵۳۵ء یا ۹۴۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور اس کی وصیت کے مطابق انھیں "نظام الدین اولیا" میں دفن کیا گیا - خوندمیر نے اپنی تاریخ کی سب سے پہلی کتاب خلاصۃ الاخبار ۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ء میں لکھی اور علی شیر کے نام منسوب کی جس کے کتب خانہ سے فایدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی تھی - لیکن ان کو مورخ کی حیثیت سے جس کتاب نے دنیا سے روشناس کرایا وہ حبیب السیر ہے - اس کتاب میں عہد قدیم سے لیکر اسماعیل صفوی کے عہد تک کے حالات پائے جاتے ہیں اور اس کا بہترین حصہ وہ ہے جس میں انھوں نے خود اپنے زمانہ کے واقعات و مشاہدات درج کئے ہیں - شیبانی، بابر اور اسماعیل صفوی کے حالات انھوں نے خصوصیت کے ساتھ بہت تفصیل سے لکھے ہیں - روضۃ الصفا کی ساتویں جلد بھی انھیں کے قلم کی مرہون منت ہے -

حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

---

۱۲۴ - خیام ——— وفات: ۵۲۶ھ / ۱۱۳۲ء

عہد سلجوق کے مشہور شاعر، فلسفی، مہندس و ہیئت داں تھے - الجبرا میں وہ اپنا نام "ابوالفتح عمر بن ابراہیم الخیامی" ظاہر کرتے ہیں اور رباعیات میں صرف خیام - چونکہ ان کا خاندانی پیشہ خیمہ دوزی تھا اس لئے خیام تخلص اختیار کیا - بعض کا خیال ہے کہ خیام مجازاً ایک ماہر فن شاعر کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے

یہ خراسانی الاصل تھے اور نیشاپور یا اس کے جوار سے تعلق رکھتے تھے۔ صحیح تاریخ ولادت نامعلوم ہے۔ وہ مہندس و ریاضی داں کی حیثیت سے اتنے مشہور ہو گئے کہ ملک شاہ سلجوقی نے انھیں زیج جلالی کی اصلاح کے لئے طلب کیا۔ سنہ ۵۰۶ھ میں نظامی عروضی بلخ میں ان سے ملا تھا اور سنہ ۵۳۰ھ میں ان کے مزار پر گیا جب انھیں مرے ہوئے ۴ سال ہو چکے تھے، اس لئے ان کی تاریخ وفات ۵۲۶ھ متعین کی جا سکتی ہے۔

نظامی عروضی، خیام کا ہمعصر تھا اور اس نے چہار مقالہ میں جو حالات خیام کے لکھے ہیں وہ بہت صحیح سمجھے جاتے ہیں۔ دوسرا ہمعصر اہم مورخ ابوالحسن علی بیہقی تھا (جس کا انتقال ۵۶۵ھ میں ہوا) ۔ یہ "الدستور الفیلسوف حجۃ الاسلام عمر بن ابراہیم الخیام" کے نام سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ جب ۵۰۷ھ میں بیہقی، خیام سے ملا تو عربی ادب اور ریاضی میں ان کا امتحان لیا اور بہت خوش ہوا۔ ملک شاہ سلجوقی اور بخارا کا شمس الملوک خصوصیت کے ساتھ خیام کے بڑے قدر داں تھے، لیکن سنجر مخالف تھا۔ غزالی اور فرامرز بن علی (خاندان کیقباد) سے بھی خیام کے تعلقات براہ راست تھے۔ وہ مختلف علوم میں بوعلی سینا کے تبع تھے۔ ہر چند وہ حکیم، مورخ اور مہندس سبھی کچھ تھے لیکن انھوں نے تصانیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ بیہقی نے ان کی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے ان میں ایک رسالہ "مختصر فی الطبیعیات" ہے، دوسرا "رسالہ فی الوجود" اور تیسرا "رسالہ فی الکون والوجود"

عماد الدین اصفہانی نے انھیں اپنے عہد کا بے مثل عالم ظاہر کیا ہے۔ شیخ نجم الدین نے "مرصاد العباد" میں انھیں ملحد فیلسوف لکھا ہے۔ قفطی نے "تاریخ الحکماء" میں انھیں فلاسفۂ یونان کا تبع ظاہر کیا ہے۔ خیام، حسن بن صباح اور نظام الملک طوسی تینوں کا ہم سبق ہونا سب سے پہلے رشید الدین مصنف جامع التواریخ نے کیا ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ نظام الملک سنہ ۴۰۸ھ میں پیدا ہوا تھا اور اگر حسن بن صباح و خیام کو بھی اس کا ہمعصر قرار دیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان دونوں نے سو سو سال سے زیادہ کی عمر پائی جو خلاف واقعہ ہے۔ لیکن نظام الملک اور خیام کا حسن بن صباح سے ملنا ضرور ثابت ہے۔

خیام کو عرصہ تک شاعر ہی کی حیثیت سے لوگوں نے جانا اور سب سے پہلے ۱۸۴۸ء میں ان کے مہندس و ہیئت داں ہونے کا علم REINAND کے ذریعہ سے ہوا۔ اور پھر ان کی علمی تصانیف کی جستجو شروع ہوئی، چنانچہ الجبرا، اقلیدس و ریاضی پر ان کے مخطوطات مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ تاریخ الفی میں ان کی ایک تصنیف میزان الحکم کا ذکر پایا جاتا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ جڑاؤ زیوروں کی قیمت جواہرات علٰحدہ کئے بغیر کیونکر متعین ہو سکتی ہے، اسی طرح ایک دوسری کتاب لوازم الاماکن میں انھوں نے بتایا ہے کہ مختلف ممالک میں آب و ہوا کے اختلاف کا سبب کیا ہوتا ہے۔ خیام کی ایک اور کتاب نوروز نامہ ہے جس میں نوروز کی تحقیق کی گئی ہے (BROCKELMAN) نظامی، عروضی اور قزوینی نے ان کی علمی تصانیف کی تعداد ۱۲ ظاہر کی ہے ان میں سے بعض کتابیں جو شایع ہو چکی ہیں یہ ہیں: رسالۃ الکون والتکلیف - رسالۃ الوجود - میزان الحکم۔

خیام کی رباعیاں فارسی ادب میں بڑی شہرت رکھتی ہیں، لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ خود ان کی رباعیاں کتنی ہیں۔ اس باب میں مستشرقین یورپ اور نقادان مشرق کے درمیان بڑا اختلاف ہے اور یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

حوالہ: (چہار مقالہ (نظامی عروضی))

---

۱۲۵ - الدارقطنی، ابوالحسن علی بن احمد بن مہدی ——— ولادت (دار القطن بغداد): ۳۰۵ھ / ۹۱۸ء ——— وفات: ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء

نہایت مشہور محدث تھے اور تجوید و ادبیات کے ماہر۔ اس وقت کے اصول کے مطابق انھوں نے بھی مختلف مقامات کا سفر کر کے احادیث جمع کیں اور محدثین کی صف اول میں جگہ پائی۔ انھوں نے جمع احادیث میں زیادہ تر اصول درایت سے کام لیا اور ان کی یہ وہ خصوصیت ہے جو بہت کم دوسرے محدثین میں پائی جاتی ہے۔

ان کی تصانیف یہ ہیں:

السُّنن (صرف فقہی احکام کی احادیث) ——— الالزامات علی الصحیحین ——— کتاب الاربعین ——— کتاب الافراد ——— کتاب الامالی ——— کتاب المستنجد ——— کتاب الرویۃ ——— کتاب الضعفاء ——— کتاب القرات۔

حوالہ جات: (تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) - انساب (سمعانی) - ابن خلکان)

۱۲۶ - الدارمی ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد التمیمی —— ولادت (سمرقند): ۱۸۱ھ / ۷۹۷ء - وفات: ۲۵۵ھ / ۸۶۹ء

مشہور محدث تھے اور احادیث کی جستجو میں انھوں نے خراسان، شام، عراق، حجاز و مصر کا سفر کرکے بڑے بڑے ائمۂ حدیث سے استفادہ کیا۔
مُسلم، ابوداؤد، الترمذی، نسائی مشہور ائمۂ حدیث انھیں کے شاگردوں میں سے تھے۔

یہ سمرقند کے قاضی بھی مقرر ہوئے، لیکن صرف ایک مقدمہ کا فیصلہ کرکے استعفا دیدیا۔ بڑے زاہد و مرتاض انسان تھے۔

ان کا مجموعۂ احادیث "المسند" مشہور کتاب ہے، انھوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی تھی اور ان کی ایک اور تصنیف "کتاب الجامع" بھی تھی جو ضایع ہوگئی

حوالہ جات: (تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) - الکامل (ابن اثیر) - تاریخ الخمیس (دیار بکری) - تاریخ ابو الفداء)

---

۱۲۷ - الدمشقی، ابو عبداللہ محمد بن ابی طالب الانصاری الصوفی شمس الدین —— وفات (شام): ۷۲۷ھ / ۱۳۲۷ء

عرب مورخ و جغرافیہ داں تھے - یہ رُبوۃ (شام) کے امام تھے اور یہیں انھوں نے انتقال کیا۔

ان کی کتاب "نخبۃ الدہر فی عجائب البر و البحر" بڑی مشہور کتاب ہے - ان کی ایک کتاب سیاسیات پر بھی ہے: کتاب السیاسۃ فی علم الریاسۃ۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۲۸ - الدمیری، محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین —— ولادت (قاہرہ): ۷۵۰ھ / ۱۳۴۹ء — وفات: ۸۰۸ھ / ۱۴۰۵ء

شافعی عالم تھے اور بہاؤالدین سبکی کے شاگرد۔ جامع ازہر میں تفسیر، حدیث، فقہ اور فلسفہ کے استاد تھے۔ متعدد حج کئے اور مکہ میں رہ کر بھی سلسلۂ درس و تدریس قایم کیا۔ یہ اپنے زہد و ورع کے لئے بہت مشہور تھے۔ المقریزی ان کا ہمعصر تھا اور ان سے استفادہ کرتا تھا۔

ان کی نہایت مشہور و اہم تصنیف "حیوۃ الحیوان" ہے جس میں تمام مشہور حیوانات کے نام، ان کی عادات و خصوصیات سے بحث کی گئی ہے

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۱۲۹ - الدوّانی، محمد بن اسعد جلال الدین —— ولادت (دوّان ضلع کازرون): ۸۳۰ھ / ۱۴۲۷ء — وفات (شیراز): ۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء

یہ فارس کے قاضی تھے اور "مدرسۃ الایتام" کے پروفیسر بھی۔ انھوں نے فلسفہ و تصوف کی متعدد کتابوں کی شرحیں لکھیں اور فلسفہ و تصوف پر خود بھی متعدد رسایل عربی میں تصنیف کئے۔

ان کی بعض تصانیف یہ ہیں:

"حاشیہ تہذیب المنطق و الکلام" (تفتازانی) — "رسالۃ الزوراء" (فلسفہ) — "اخلاق ناصری کا اڈیشن"

حوالہ: (حبیب السیر (خوندمیر))

---

۱۳۰ - الدیناوری، ابو حنیفہ احمد بن داؤد —— ولادت (دیناور)، آغاز تیسری صدی ہجری — وفات: ۲۸۲ھ / ۸۹۵ء

لسانیات کی تعلیم کوفہ میں حاصل کی۔ ۲۳۵ھ میں اصفہان آکر ہیئت کے مطالعہ میں مصروف ہوئے اور "کتاب الرصد" تالیف کی۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن چلے گئے جہاں ان کی قایم کی ہوئی رصد گاہ صدیوں تک قایم رہی۔

ان کی تصنیف "الاخبار الطوال" تاریخ عالم کی بڑی مشہور کتاب ہے۔

حوالہ جات: (ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب - بغیۃ الوعاۃ (سیوطی) - خزانۃ الادب)

---

۱۳۱ - الذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قیماز بن عبداللہ الترکمانی الفارقی الدمشقی الشافعی

ولادت (میافارقین): ۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء —— وفات (دمشق): ۷۴۸ھ / ۱۳۴۸ء

نہایت مشہور عرب محدث و مورخ تھے - ابتداءً دمشق میں حدیث کی تعلیم پائی اور پھر اساتذۂ بعلبک، حلب، نابلس، اسکندریہ و قاہرہ سے استفادہ کیا۔ ابوالفداء اور السبکی ان کے ہمعصر تھے - جب ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء میں ان کی بینائی جاتی رہی تو انھوں نے اپنے ہمعصر اکابر کے حالات بھی قلمبند کئے۔

ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں: طبقات الحفاظ - المشتبہ فی اسماء الرجال - میزان الاعتدال فی نقد الرجال — تجرید اسماء الصحابہ —

الطب النبوی ـــ تاریخ الاسلام ـــ الاخبار السیاست عن الدول اسلامیہ ـــ مختصر العبر ـــ طبقات القراء ـــ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ـــ المسترجل فی القرآن ـــ معجم ـــ کتاب العلوم ـــ مختصر المستدرک ۔

حوالہ جات : (بدایع الزہور ـ کتاب المتبیان ـ فوات الوفیات ـ تاریخ ابو الفداء)

---

۱۳۲ ۔ الرازی ، ابو بکر محمد بن زکریا ـــــــــ ولادت (رے) : ۲۵۱ھ / ۸۶۴ء ـــ وفات (رے) : ۳۱۳ھ / ۹۲۵ء

مشہور طبیب ریاضی داں ، فیلسوف ، ہیئت داں اور ماہر علم الکیمیا ۔ حالات زندگی بہت تاریکی میں ہیں ۔ ریاضی ، فلسفہ ، ہیئت و ادبیات کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا اور عمر میں پختگی پیدا ہونے کے بعد طب کی طرف بھی توجہ کی ۔ پہلے رَے اور پھر بغداد کے شفاخانوں کے مہتمم ہو گئے ، ان کے طبیب حاذق ہونے کی شہرت تمام ممالک میں پھیل گئی تھی لیکن امراء کے تلون طبع اور اس عہد کی گھڑی گھڑی بدلتے رہنے والی سیاسی فضا کی وجہ سے وہ ایک جگہ جم کر نہ رہ سکے اور بار بار اپنے وطن واپس آنا پڑا ۔ کہا جاتا ہے کہ فن طب ، علی بن ربان الطبری سے حاصل کیا تھا لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے ۔ فلسفہ کی تعلیم حسب بیان ابن ندیم و ناصر خسرو ، بلخ کے کسی شخص سے پائی تھی ۔ ان کے شاگردوں کا حال نہیں معلوم لیکن یقینی ہے کہ اس عہد کا فلسفہ ان کے خیالات سے بہت متاثر تھا اور خصوصیت کے ساتھ شیعی حلقے میں ان کا اثر بہت زیادہ تھا ، چنانچہ ابو اسحاق ابراہیم بن نوبخت نے جو اثنا عشری فقیہہ تھا ، اپنی تصنیف الیاقوت میں ان سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے ۔ فارابی ، ابن ہیثم اور علی بن رضوان نے البتہ ان کے بعض نظریوں سے اختلاف کیا ہے ۔

فن طب میں وہ بڑی زبردست اہلیت و شخصیت رکھتے تھے ۔ اس فن پر متعدد کتابیں تصنیف کیں ۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب الجدری والحصبہ" (چیچک و خسرہ) ہے ۔ ان کا سب سے بڑا طبی کارنامہ تصنیف حاوی (طب کی انسائیکلوپیڈیا) جس کی تالیف میں انھوں نے پندرہ سال صرف کئے اس میں عرب و یونانی اطباء کے تجربات کے ساتھ خود اپنے ذاتی تجربات بھی قلمبند کئے ہیں ۔ طب کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی کتابوں میں بھی زیادہ تر اپنے ہی تجربات پر بھروسہ کیا ہے اور دوسرے حکماء کے اقوال پر بھروسہ نہیں کیا ۔

طبیعیات ، ریاضی ، ہیئت وغیرہ پر متعدد کتابیں لکھیں جو سب کی سب ضایع ہو گئیں ۔ البتہ "علم الحیل والحرکات" (MECHANICS) پر ان کی کتاب "میزان طبیعی" کا خلاصہ ہم تک پہونچا ہے "مابعد الطبیعیات" پر جو کچھ لکھا اس کا بھی بہت تھوڑا حصہ باقی رہا جس کا ذکر البیرونی نے کیا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پانچ چیزوں کو قدیم تسلیم کرتے تھے (خالق ، روح ، مادہ ، وقت اور فضا) کیونکہ خدا کے تصور کے ساتھ ان چیزوں کو قدیم تسلیم کرنا ضروری ہے ۔ طبیعیات میں وہ افلاطون و سقراط کے نظریوں کو صحیح سمجھتے تھے اور متکلمین کے مخالف تھے ۔ تخلیق کے باب میں وہ اس بات کے قایل تھے کہ کائنات (ہیولیٰ مطلقہ) کی تخلیق سے قبل منتشر اجزاء لا یتجزیٰ (ATOMS) پائے جاتے تھے اور انھیں اجزاء سے بعد کو زمین ، ہوا ، پانی ، آگ اور ستارے وجود میں آئے ۔

اخلاقیات میں وہ ترک دنیا کے قایل نہ تھے ۔ مذہبیات میں انھوں نے معتزلہ کی بھی مخالفت کی ہے اور غالی شیعوں کی بھی ۔ ان کے دہریہ یا ملحد ہونے کے ثبوت میں ان کی دو کتابیں پیش کی جاتی ہیں :

"مخارق الانبیاء" ـــ "نقد الادیان" ـــ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) ان کے نزدیک تمام انسان فطرتاً یکساں و برابر ہیں ۔ (۲) انبیاء کسی خاص ذہنی یا روحانی برتری کے حامل نہیں تھے ۔ (۳) معجزے مکر و فریب ہیں یا محض قصے کہانیاں ۔ (۴) دنیا میں جنگ کا فساد کا باعث صرف مذہب ہے ۔ (۵) عقل و مذہب میں تطابق ممکن نہیں ۔ (۶) الہامی کتابوں سے زیادہ انسانی خدمت افلاطون ، ارسطو ، اقلیدس اور بقراط نے کی ہے ۔

حوالہ جات : (فہرست (اخبار ندیم) ـ تاریخ الحکماء (قفطی) ، ابن خلکان)

---

۱۳۳ ۔ الراغب الاصفہانی ابو القاسم الحسین بن محمد بن المفضل ـــــــــ وفات : ۵۰۲ھ / ۱۱۰۸ء (غالباً)

عرب فقیہہ تھے ۔ ان کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں ۔ بعض انھیں معتزلی کہتے ۔ لیکن فخر الدین رازی نے اپنی کتاب اساس التقدیس میں اس کی تردید کی ہے ۔ ان کا مطالعۂ قرآن بہت وسیع تھا اور ان کی تصنیف "مقدمۃ التفسیر" سے بیضاوی نے بہت استفادہ کیا ۔ انھوں نے ایک لغت قرآن

بھی مرتب کیا تھا جس کا نام "مفردات الفاظ القرآن" تھا۔ ان کی دوسری اہم تصانیف یہ ہیں:

حل مشتبہات القرآن ۔ کتاب الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ ۔ محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء ۔ ادب الشطرنج ۔ تحقیق البیان ۔

حوالہ جات: (بغیۃ الوعاۃ (سیوطی) ۔ طبقات المفسرین (ذہبی))

---

۱۳۴ ۔ الرازی، احمد بن محمد التاریخی ——— ولادت (اسپین): ۲۷۴ھ / ۸۸۸ء — وفات: ۳۴۴ھ / ۹۵۵ء

——— اندلس کے مشہور مورخ تھے اور اساتذۂ قرطبہ سے تعلیم پائی تھی۔ تاریخ کی متعدد کتابیں لکھیں: تاریخ ملوک الاندلس، کتاب الاستیعاب (اسپینی عرب خاندانوں کے نسب نامے)۔ جغرافیہ پر بھی انھوں نے ایک کتاب "مسالک الاندلس" لکھی تھی۔

حوالہ جات: (تاریخ علماء اندلس (ابن الفرضی)، بغیۃ الملتمس (ضبی)، نفح الطیب (مقاری))

---

۱۳۵ ۔ رشید الدین طبیب، فضل اللہ رشید الدین بن عماد الدولہ ابوالخیر ——— ولادت (ہمدان): ۶۴۵ھ / ۱۲۴۷ء

ایران کے مشہور طبیب و مورخ تھے۔ مغل فرمانروا اباغا خاں کے زمانہ میں ان کی شہرت شروع ہوئی اور غازان خاں کے عہد میں مورخ دربار ہوگئے۔ جب اولجیتو فرمانروا ہوا تو ان کا ستارہ انتہائی عروج پر پہونچ گیا اور بے اندازہ دولت کمائی۔ چنانچہ جب نیا پایۂ تخت سلطانیہ تعمیر ہونے لگا تو اس کا ایک حصہ خود انھوں نے اپنے صرف سے بنوایا جسے "ربع الرشیدیہ" کہتے ہیں اور ہزاروں مکانات کے علاوہ مدرسہ، مسجد اور اسپتال بھی قائم کیا۔ ان کا اثر اتنا قوی تھا کہ اولجیتو کو شافعی بنا دیا۔ اسی زمانہ میں شہاب الدین سہروردی اور جمال الدین مصر سے سازباز کرنے کے الزام میں ماخوذ تھے لیکن رشید الدین کی سفارش سے ان کی جان بچ گئی۔ ان کے اس زبردست اقتدار کی وجہ سے ان کے دشمن بہت ہوگئے، اس لئے جب اولجیتو کا انتقال ہوا تو اس کا زوال شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۳۱۸ء میں انھیں خواجہ ابراہیم کے اس الزام پر قتل کرا دیا گیا کہ انھوں نے اپنے آقا اولجیتو کو زہر دیا تھا۔ اور اس کا آباد کیا ہوا محلہ ربع الرشیدیہ لوٹ کر مسمار کرا دیا گیا۔ ان کا بڑا لڑکا غیاث الدین رہ گیا تھا، لیکن ۱۳۳۶ء میں اسے بھی قتل کرا دیا۔ اس کے ۸۰ سال بعد تیمور کے بیٹے میران شاہ نے قبر کھدوا کر ان کی ہڈیاں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرا دیں۔

جامع التواریخ ان کی نہایت مشہور تاریخ ہے جو مغلوں کی بڑی مستند تاریخ ہے۔ انھوں نے اس کتاب کی متعدد نقلیں کرا کے مختلف شہروں میں روانہ کیں تاکہ وہ ضائع نہ ہوسکے، لیکن پھر بھی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور اس وقت اس کتاب کا کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب الاحیاء والآثار (معدنیات، فلاحت، فن تعمیر، جہاز سازی، شہد کی مکھیاں پالنے کے متعلق عام معلومات)۔ توضیحات (تصوف و فقہ)

مفتاح التفاسیر ۔ رسالۃ السلطانیہ (فقہی مناظرہ)۔ لطائف الحقایق ۔

حوالہ: (براؤن)

---

۱۳۶ ۔ الزمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمر ——— ولادت (خوارزم): ۴۶۷ھ / ۱۰۷۵ء — وفات (خوارزم): ۵۳۸ھ / ۱۱۴۴ء

ایرانی النسل تھے اور فقہ و ادبیات کے ماہر۔ فقہ میں اصول اعتزال کے مؤید تھے اور ادبیات میں عرب کے بڑے بڑے صاحب زبان ادیبوں کے ہم پایہ سمجھے جاتے تھے۔

ان کی تفسیر "کشاف" بڑی مشہور کتاب ہے اور درسیات میں شامل ہے۔ قواعد میں ان کی کتاب "المفصّل" ان کی بہترین تصانیف میں شمار کی جاتی ہے۔ ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں:

مقدمات الادب ۔ المستقصیٰ فی الامثال ۔ نوابغ الکلم ۔ ربیع الابرار۔

حوالہ جات: (ابن خلکان ۔ سیوطی ۔ یاقوت)

---

۱۳۷ ۔ السبکی، تقی الدین ابوالحسن علی ——— ولادت: ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء

سبک (ضلع منوف) کا ایک مشہور و ممتاز خاندان تھا جس کے اکثر افراد عہدۂ قضا و افتا تک پہونچے۔ یہ سب شافعی مسلک کے پیرو تھے۔ ان میں تقی الدین نے خاص شہرت حاصل کی اور کثیر تصنیفیں اپنے بعد چھوڑیں۔ ان کی تعلیم قاہرہ میں ہوئی اور دمشق و قاہرہ میں مفتی و قاضی کے عہدہ پر ممتاز

رہے۔ ۱۰۰ تصانیف کیں جن میں سے بعض یہ ہیں:
الدر النظیم (تفسیر) ۔ ابتہاج فی شرح المنہاج ۔ الاعتبار فی بقاء الجنۃ والنار ۔ کشف الدسائس فی ہدم الکنائس ۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۳۸۔ سجاوندی، ابوالفضل محمد بن طیفور الغزنوی ــــــ وفات: ۵۶۰ھ / ۱۱۶۴ء

علم قرأت کے ماہر تھے اور قرآن میں علامات "اوقاف" وغیرہ کے بڑے عالم۔ انھوں نے اپنی کتاب "کتاب الوقف والابتداء" میں اوقاف کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور ان کی علامات بھی مقرر کی ہیں
حوالہ جات: (کشف الظنون (حاجی خلیفہ) ۔ طبقات المفسرین (سیوطی))

۱۳۹۔ سجاوندی، سراج الدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عبدالرشید ــــــ (چھٹی صدی ہجری)

حنفی فقیہ تھے ۔ ۵۹۰ھ کے قریب پائے جاتے تھے ۔ ان کی تصنیف کتاب الفرائض جو سراجیہ کے نام سے بھی مشہور ہے، مسئلۂ وراثت میں بڑے معرکہ کی کتاب ہے جو درس نظامی میں بھی شامل ہے اور اب تک پڑھائی جاتی ہے ۔
حوالہ: (کشف الظنون (حاجی خلیفہ))

۱۴۰۔ سرخسی، شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل ــــــ وفات: ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء

پانچویں صدی ہجری میں ماوراء النہر کے مشہور حنفی فقیہ تھے ۔ حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں ۔ بخارا میں عبدالعزیز حلوانی سے تعلیم پوری کی اور پھر اُوزجند کے قراخانی دربار سے وابستہ ہوگئے ۔ لیکن خاقان حسن فرمانروائے اوزجند نے قید کر دیا کیونکہ انھوں نے خاقان کی ایک شادی کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا وہ گیارہ سال تک مقید رہے لیکن وہ قید ہی میں طلبہ کو درس دیتے اور اپنی تصانیف زبانی تحریر کراتے رہتے تھے ۔ ان کی کتابوں میں مبسوط (فقہ ۱۴ جلدیں) ۔ اصول الفقہ (۲ جلد) اور شرح السیر الکبیر بہت مشہور ہیں ۔ جب وہ سیر کی چوتھی جلد لکھوا رہے تھے تو رہا ہوئے اور اس کے باقی حصے مرغینان کے فرمانروا امیر حسن کے دربار میں رہ کر پورے کئے ۔
انھوں نے طحاوی کی مختصر، خصاف کی کتاب الحیل، شیبانی کی کتاب الکسب کی شرحیں بھی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں ۔
حوالہ جات: (فوائد البہیہ (عبدالحی لکھنوی))

۱۴۱۔ سفیان الثوری، ابوعبداللہ سفیان بن سعید ــــــ ولادت: ۹۵ھ / ۷۱۵ء ــــ وفات: ۱۶۱ھ / ۷۷۸ء

دوسری صدی ہجری کے نہایت مشہور صوفی فقیہ و محدث تھے اور اپنے زہد و ورع کے لحاظ سے خاص شہرت کے مالک تھے ۔ حدیث کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جو اپنے وقت کے مشہور محدث تھے ۔ وہ امراء سے دور رہتے تھے نہ انھوں نے کوئی دنیاوی عہدہ قبول کیا اور نہ کسی امیر کی امداد طلب کی۔
فن حدیث میں بعض انھیں مالک بن انس پر بھی ترجیح دیتے تھے اور بعض نے ان کو دوسرے درجہ کا محدث قرار دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں تدلیس پائی جاتی ہے ۔ حدیث میں الجامع الکبیر ۔ الجامع الصغیر ان کی مشہور کتابیں ہیں ۔ انھوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی اور "کتاب الفرائض" بھی ۔
کہا جاتا ہے کہ فقہ میں انھوں نے ایک خاص مسلک ایجاد کیا تھا جو چل نہ سکا ۔ سلسلۂ تصوف ان کا شمار اکابر صوفیہ میں ہوتا ہے ۔
حوالہ: (تذکرۃ الحفاظ (ذہبی))

۱۴۲۔ سلیمان المہری ــــــ (نویں صدی ہجری)

فن جہازرانی کے مشہور ماہر تھے اور سمندروں کے راستے سے وہ اتنا واقف تھے کہ "معلم الابحار" کے لقب سے مشہور ہوگئے ۔ ان کا زمانہ نویں صدی ہجری کا تھا ۔ ان کے حالات زندگی نامعلوم ہیں، لیکن جو تصانیف وہ چھوڑ گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے فن کے کتنے بڑے ماہر تھے
ان کی ایک تصنیف "تحفۃ الفحول" ہے جس میں سیاروں کے سمت و رفتار کے پیش نظر جہازرانی کے اصول بتائے گئے ہیں ۔
دوسری تصنیف "قلادۃ الشموس واستخراج قواعد الاسوس" ہے ۔ اس میں مختلف زمانوں کی تقویم سے گفتگو کی گئی ہے ۔

تیسری تصنیف "العمدۃ المہریہ فی ضبط العلوم البحریہ" ہے۔ اس میں فن جہاز رانی و سیاحت بحری کے اصول بتائے گئے ہیں۔
چوتھی کتاب "المنہاج الفاخر فی علم البحر الزاخر" ہے۔ اس میں مختلف ملکوں کے بحری راستوں اور سواحل کا تفصیلی ذکر پایا جاتا ہے۔
پانچویں کتاب "شرح تحفۃ الفحول" ہے۔
ان کی تمام تصانیف بڑی استنادی حیثیت رکھتی ہیں اور یوروپ کی تمام زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
حوالہ (دائرۃ المعارف اسلامی)

۱۴۳۔ سمہودی، نورالدین ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد ——— ولادت (سمہود): ۸۴۴ھ ——— وفات: ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

۹ سال کی عمر میں یہ قاہرہ گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے تحصیل علم کی۔ یہ عراقی کے مرید ہوئے اور سند خلافت حاصل کی۔ مدینہ کے دوران قیام میں مدینہ کی ایک مبسوط تاریخ لکھی اور اس کا خلاصہ وفاء الوفا کے نام سے مرتب کیا۔ انھوں نے اور بھی متعدد کتابیں حدیث، فقہ اور نحو پر تصنیف کیں۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۴۴۔ سنائی، ابوالمجد مجدود بن آدم ——— وفات: ۵۲۵ھ / ۱۱۳۱ء

دربار غزنی کے مشہور فلسفی شاعر تھے۔ ابتداءً [illegible] کی مدح میں رہا لیکن بعد کو یہ مشغلہ ترک کر کے مرو چلے گئے اور مرتاض زندگی شروع کی۔ دیوان کے علاوہ (جو ۳۰ ہزار ابیات پر مشتمل ہے) ایک اور منظوم کتاب لکھی جس کا نام حدیقۃ الحقیقت ہے اور جو حدیقۂ حکیم سنائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انھوں نے مذہب و اخلاق کے متعلق ایسے نظریے پیش کئے جو قدامت پرست علماء کے نزدیک گمراہ کن [illegible]
کتاب کو مردود قرار دیا [illegible] باپ نہ ہو سکے۔ اخیر عمر میں [illegible]

ان کی دوسری [illegible]: [illegible] التحقیق۔ غریب نامہ۔ [illegible] المعاد۔ کارنامہ۔ عشق نامہ۔ عقل نامہ۔
حوالہ جات: (تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ)۔ آتشکدہ [illegible]۔ لباب الالباب (عوفی))

۱۴۵۔ السہروردی، شہاب الدین یحییٰ بن حبش بن امیرک (المقتول) ——— ولادت: ۵۴۹ھ ——— وفات: ۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء

مراغہ میں فلسفہ و تصوف کی تعلیم پائی۔ پہلے اصفہان میں قیام کیا، پھر بغداد و حلب میں۔ اول اول حلب کے گورنر الملک الظاہر (صلاح الدین کے بیٹے) نے ان کی بڑی قدر افزائی کی، لیکن بعد کو جب ان کے عقائد کی بنا پر قدامت پرست علماء نے احتجاج کیا تو ان کو قتل کرا دیا (۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء) جبکہ ان کی عمر صرف ۳۶ یا ۳۸ سال کی تھی۔

وہ فلسفہ میں ارسطو، افلاطون اور ابن سینا کے متبع تھے، انھوں نے فلسفہ، مذہب اور تصوف تینوں کو ملا کر ایک نیا نظریہ مذہب و اخلاق کا پیش کیا جس پر انھوں نے اپنی مشہور کتاب حکمۃ الاشراق میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ انھوں نے افلاطونیت جدیدہ (NEOPLATONISM) کو نیا رنگ دے کر ایک جدید راہ فلسفہ کی پیدا کی جسے حکمت اشراق کہتے ہیں اور اسی لئے انھیں جماعت اشراقیین کا مؤسس و بانی کہا جاتا ہے۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۴۶۔ سیبویہ، ابوبشر عمر بن عثمان بن قنبر ——— وفات: ۱۷۷ھ / ۷۹۳ء

عربی زبان کے نہایت مشہور و مقبول نحوی۔ یہ قبیلۂ حارث بن کعب کے موالی تھے — سیبویہ عرفیت تھی جس کے مفہوم میں بہت اختلاف ہے بعض ادبیات عرب کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس کے معنی "سیب کی خوشبو" کے ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور زندگی کے دوسرے حالات تاریکی میں ہیں تاہم اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ شیراز کے مضافات موضع البیضاء میں پیدا ہوئے تھے۔ عنفوان شباب میں بصرہ گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے تحصیل علم کی جن میں خلیل بن احمد (مشہور ماہر زبان) کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ خلیل کا انتقال ۱۷۵ھ / ۷۹۱ء میں ہوا اور کہا جاتا ہے کہ اس کے دو سال بعد سیبویہ کا بھی انتقال ہو گیا جبکہ ان کی عمر صرف ۳۲ سال کی تھی۔ ان کی جاء وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض ساوہ بتلاتے ہیں اور بعض شیراز۔ سیبویہ کے فضل و کمال کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کا انتقال عین عالم شباب میں ہوا لیکن پھر بھی انھوں نے عربی دنیا میں اتنی شہرت حاصل کر لی کہ ان کی

مرتب کی ہوئی نحو آج تک رائج ہے اور ہر عربی مدرسہ کا طالب عالم اس سے مستفید ہوتا ہے، کسائی بھی اسی زمانہ کے دوسرے بہت مشہور نحوی تھے اور یحییٰ برمکی کے دربار میں ان دونوں کے درمیان زبان کے ایک خاص مسئلہ پر بحث بھی ہوئی تھی جس میں سیبویہ کو شکست کھانا پڑی کیونکہ ایک بدوی نے کسائی کے حق میں رائے دی تھی۔ ہر چند یحییٰ نے انھیں بہت انعام دیا لیکن اپنی شکست کا اثر لیا کہ وہ اپنے گھر چلے گئے اور پھر عراق واپس نہ آئے نحو میں بصرہ اور کوفہ کے دو اسکول بڑے مشہور تھے۔ سیبویہ بصرہ اسکول کے نحوی تھے اور بڑی زبردست استادی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا کمسنی میں انتقال ہوگیا اس لئے خود طلبہ کو درس دینے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اس کے بعد ان کے استاد اخفش نے سیبویہ کی کتاب نحو میں بہت کچھ اضافہ کرکے طلبہ کو پڑھانا شروع کیا۔

سیبویہ کی کتاب النحو کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور یورپ کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ انھوں نے اپنے اصول قواعد کی ترتیب میں چونکہ قرآن کی آیات اور قدیم کلاسکل شاعروں سے مدد لی تھی اس لئے کسی کو ان کی کتاب پر حرف رکھنے کی جرأت نہ ہوسکی اور تمام دنیا نے ان کی پابندی وتقلید کی، چنانچہ المبرد - الاخفش - الرمانی - ابن السراج - زمخشری - ابن الحاجب - ابوالعلا والمعری - ایسے اکابر ادب سب کے سب سیبویہ کے مقلد تھے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - کشف الظنون - حاجی خلیفہ)

۱۴۷- سیرافی، ابوسعید الحسن بن عبداللہ بن المرزبان ———— ولادت (سیراف): ۲۸۰ھ/۸۹۳ء یا ۲۹۰ھ/۹۰۳ء

ابتدائی تعلیم نحو وفقہ کی وطن میں ہوئی۔ ۲۰ سال کی عمر سے پہلے پہلے عمان چلے گئے اور وہاں حنفی فقہ کی تکمیل کی اس کے بعد وہ معسکر گئے اور نحو کی تعلیم پوری کی۔ پھر بغداد آ گئے اور ابوبکر ابن درید کے شاگرد ہوگئے۔ انھوں نے ادبیات کے علاوہ ریاضی، فقہ، حدیث اور علوم قرآنیہ میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معتزلی تھے لیکن ان کی تحریروں سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ ۵۰ سال تک بغداد میں مفتی کی خدمات انجام دیں۔ وہ بڑے زاہد ومتاض شخص تھے اور کتابوں کی نقلیں کرکے جو کچھ ملتا تھا اسی پر قناعت کرتے تھے۔ ان کے علم وفضل کا شہرہ اس قدر عام تھا کہ دنیائے اسلامی کے اکثر سلاطین و امراء ان سے مراسلت کرنا اپنا فخر جانتے تھے۔ سامانی فرمانروا نوح بن نصر نے ایک بار ان سے ۴۰۰ سوالات کئے اور انھوں نے ان سب کا جواب دیا۔ اسی طرح امراء دیلم ومصر ذریعہ تحریر ان سے علمی استفادہ کرتے رہتے تھے۔

ان کے سوانح نگاروں نے ان کی ۱۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں صرف ایک یعنی شرح کتاب النحو (سیبویہ) باقی رہی۔ دوسری تصانیف کے نام یہ ہیں:

المقصورہ (شرح قصیدہ ابن درید) - الفات القطع والوصل (نحو) - شواہد سیبویہ - المدخل الی کتاب سیبویہ - الوقف والابتداء (قرات) - صناعۃ الشعر والبلاغۃ - اخبار النحاۃ البصریین - الجزیرۃ العرب (جغرافیہ)

حوالہ جات: (انباری - سیوطی - ابن ندیم - یاقوت)

۱۴۸- السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد جلال الدین الشافعی — ولادت (قاہرہ): ۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء — وفات: ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء

عہد مملوک میں مصر کے نہایت مشہور مصنف ومورخ۔ ان کا خاندان فارسی تھا جو پہلے بغداد میں رہتا تھا اور پھر سیوط میں رہنے لگا تھا۔ ان کے باپ مدرسہ شیخونیہ میں فقہ کے مدرس تھے والد کے انتقال کے بعد ان کے ایک صوفی منش دوست نے سیوطی کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ ۸۶۴ھ/۱۴۶۰ء میں تعلیم شروع ہوئی اور تکمیل مصر کے مختلف مقامات میں جاکر کی۔ ۸۷۲ھ/۱۴۶۷ء میں اپنے باپ کی جگہ مدرسہ شیخونیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۸۹۱ھ/۱۴۸۶ء میں مدرسہ بیبرسیہ کے مہتمم ہوگئے۔

انھوں نے ۱۷ سال کی عمر سے لکھنا شروع کیا اور مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے کی وجہ سے بہت متنوع مباحث پر قلم اٹھایا۔ ان کی چھوٹی بڑی جملہ تصانیف کی تعداد فلوگل (FLUGEL) نے ۵۶۱ بتائی ہے۔ ان کی تصنیف "ترجمان القرآن فی التفسیر المسند" بڑی مشہور کتاب تھی جس میں تمام وہ احادیث جمع کی تھیں جن سے تفسیر قرآن میں مدد لی جاتی ہے۔ بعد کو اس کا خلاصہ انھوں نے "الدر المنثور" کے نام سے مرتب کیا

انھوں نے اسی سلسلہ میں ایک کتاب " مفاہمات الاقران فی مبہمات القرآن" بھی تحریر کی اور دوسری آیات کی شان نزول پر لباب النقول فی اسباب النزول" تصنیف کی۔ یہ کتاب دراصل ان کے استاد المحلی جلال الدین نے شروع کی تھی لیکن اس کو پورا کیا سیوطی نے ۔ اسی لئے یہ کتاب تفسیر الجلالین کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ اسے جلال الدین نام کے دو آدمیوں نے مرتب کیا تھا۔ سیوطی نے ایک اور نہایت بسیط تفسیر" مجمع البحرین و مطلع البدرین" کے نام سے لکھنا شروع کی تھی مگر وہ پوری نہ ہوئی یا ضایع ہوگئی اس کا حال معلوم نہیں ۔ صرف اس کا دیباچہ ہم تک پہونچا ہے جس کا نام " التحبیر فی علوم التفسیر" ہے اور جسے انھوں نے علٰحدہ شایع کیا تھا۔ بعد کو علامہ زمخشری کی "کتاب البرہان فی علوم القرآن" سے استفادہ کرکے اسی موضوع پر ایک نہایت بسیط تصنیف اتقان کے نام سے کی ۔ اسی سلسلہ میں ان کی ایک کتاب "طبقات المفسرین" بھی ہے اور دوسری ذہبی کی "طبقات الحفاظ" کی شرح ۔

انھوں نے ایک کتاب میں اقوال رسول بھی ایک جگہ اکٹھا کئے تھے جس کا نام جامع المسانید ہے اسی کو جامع الجوامع اور جامع الکبیر بھی کہتے ہیں اس کتاب کا اختصار بھی انھوں نے جامع الصغیر کے نام سے کیا تھا۔ انھوں نے ایک اور کتاب "کنز العمال" کے نام سے مرتب کی جس میں رسول اللہ کے اقوال و اعمال کو جمع کرایا تھا۔

ایک کتاب خصائص نبوی پر بھی انھوں نے لکھی جس کا نام " کفایت الطالب اللبیب" تھا۔ نقد حدیث پر بھی انھوں نے ایک تصنیف کی جس میں موضوع احادیث پر گفتگو کی گئی ہے، اس کا نام " لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ" ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ عقاید معاد پر بھی انھوں نے متعدد رسایل لکھے مثلاً : " شرح الصدور فی شرح حال الموتی فی القبور" — " الدرر الحسان فی البعث ونعیم الجنان"

ادبیات و لسانیات کے سلسلہ میں ان کی کتاب " المزہر فی علوم اللغۃ" ۔ ادبی انسائکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی ایک نہایت مشہور کتاب اس سلسلہ کی "بغیۃ الوعاۃ" ہے جو ادبی تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ علم نحو پر بھی ان کی ایک تصنیف پائی جاتی ہے "الفریدہ فی النحو والتصریف والخط"

تاریخ میں انھوں نے تین کتابیں بڑے معرکہ کی لکھیں ایک دُنیا کی تاریخ " بدائع الظہور فی وقائع الدہور" ۔ دوسری "تاریخ الخلفاء" اور تیسری تاریخ مصر " حسن المحاضرہ"

جنسیات و شہوانیات پر بھی ان کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اسلامی دُنیا میں سیوطی کا سا علم و فضل اور ذوق تصنیف رکھنے والے کم لوگ پیدا ہوئے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۱۴۹۔ شافعی الامام ابو عبداللہ محمد بن ادریس ———— ولادت (غزہ): ۱۵۰ھ/۷۶۷ء — وفات (فسطاط): ۲۰۴ھ/۸۲۰ء

شافعی فقہ کے امام تھے ۔ ان کے حالات زندگی غیر مصدق روایات کا مجموعہ ہیں، اس لئے صحیح تاریخی حیثیت متعین کرنا مشکل ہے۔ مسعودی سب سے پہلا مورخ ہے جس نے ان کا ذکر کیا ہے، یہ نسباً ہاشمی تھے ۔ باپ کا انتقال بہت کمسنی میں ہوگیا اس لئے ماں نے نہایت عزت کے عالم میں ان کی پرورش کی اور ان کو بدوی قبایل کے سپرد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم ادبیات عربی کے ماہر ہوگئے یہاں تک کہ اصمعی ایسے لوگوں نے ان سے عربی ادب کے رموز و نکات حاصل کئے ۔ مکہ میں انھوں نے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی ۔ ۲۰ سال کی عمر میں مدینہ گئے اور مالک بن انس کی وفات (۱۷۹ھ/۷۹۵ء) تک ان کے ساتھ رہے ۔ اس کے بعد وہ یمن گئے اور علویین کے شریک ہوگئے اور ۱۸۴ھ/۸۰۰ء میں مصر گئے، سات سال کے بعد یہ بغداد واپس آئے اور مدرس ہوگئے ۔ ۱۹۵ھ/۸۱۰ء میں یہ پھر مصر گئے لیکن جلد ہی یہ واپس آئے اور ۲۰۰ھ/۸۱۵ء میں دوبارہ مصر گئے اور آخیر وقت تک یہیں رہے یہ اصول فقہ کے بانی سمجھے جاتے ہیں اور مسایل فقہیہ میں روایت کے ساتھ رائے سے کام لینے کا اصول انھوں نے رائج کیا۔ ان کی تصنیف کتاب الام ان کے مسلک کی بنیادی چیز ہے ۔ جس کا ذکر سب سے پہلے بیہقی اور غزالی نے کیا ۔ ان کی یہ کتاب مجموعہ ہے ان متعدد رسایل کا جو مکالمہ کی صورت میں تحریر کئے گئے اور جس میں تمام فقہی مسایل پر بحث کی گئی ہے ۔ اس میں مسند شافعی بھی شامل ہے جس میں انھوں نے مختلف ذرایع سے احادیث جمع کی تھیں ۔ معلم حدیث کی حیثیت سے بغداد اور قاہرہ ان کے خاص مرکز تھے اور احمد بن حنبل انھیں کے شاگرد تھے ۔ شافعی مسلک مصر و عرب میں بہت مقبول ہوا چنانچہ

نسائیؔ (محدث)، اشعریؔ - ماوردیؔ، الشیرازیؔ، امام الحرمینؔ، غزالیؔ، رافعیؔ، نوویؔ سب شافعی مسلک کے علماء تھے۔
حوالہ جات: (کتاب الانساب (سمعانی) - ارشاد الاریب (یاقوت) - ابن خلکان)

۱۵۰ - الشعبی، ابو عمر عامر بن شراحیل بن عمر الشعبی ——— ولادت: ۱۹ھ / ۶۴۰ء — وفات: ۱۰۳ھ / ۷۲۱ء

ابتداء عہد اسلام کے قاری و محدث تھے۔ ان کے باپ بھی کوفہ کے نہایت مشہور قاری تھے۔ جب حجاج کوفہ کا گورنر ہو کر آیا تو شعبی کو بلایا اور انکی معلومات کو دیکھ کر کچھ وظیفہ مقرر کر دیا۔ جب عبدالرحمان بن الاشعث نے حجاج کے خلاف فوجکشی کی تو شعبی، حجاج کے خلاف ہو گئے اور اشعث کی شکست کے بعد یہ جان بچا کر فرغانہ چلے گئے، لیکن حجاج ان کو گرفتار کرا لیا، لیکن بعد کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد یہ خلیفہ عبدالملک کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور خلیفہ کے انتقال پر پھر کوفہ چلے گئے۔ شعبی نے ۵۰۰ صحابہ سے احادیث روایت کی ہے۔ ابو حنیفہ انھیں کے شاگرد تھے۔
حوالہ جات: (کتاب الاغانی - انساب (سمعانی) - ابن خلکان - تہذیب (ابن حجر))

۱۵۱ - الشہرستانی محمد بن عبدالکریم ——— ولادت (شہرستان): ۴۷۹ھ / ۱۰۸۶ء — وفات (شہرستان): ۵۴۸ھ / ۱۱۵۳ء

مشہور مورخ تھے۔ فقہ و دینیات انھوں نے جرجانیہ اور نیشاپور میں حاصل کیں۔ ابن خلکان انھیں اشعری اسکول سے متعلق کہتا ہے اور سمعانی ان کو اسماعیلیہ مسلک کی طرف مایل پاتا ہے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد تین سال بغداد میں صرف کئے اور پھر اپنے وطن آگئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔

متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن ان کی شہرت و عظمت کا مدار "کتاب الملل والنحل" پر ہے جو مختلف مذاہب و مسالک کی بڑی جامع و مشہور کتاب ہے۔ اس تصنیف کا اہم ترین حصہ وہ ہے جس میں انھوں نے معتزلہ، شیعہ ثانوی اور صابیین کے عقاید سے بحث کی ہے۔ اس میں بودھ کی تعلیمات پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور ہندوؤں کے مذہبی مراسم کا بھی ذکر پایا جاتا ہے۔

ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں: "نہایت الاقدام فی علم الکلام" - "مصارعۃ الفلاسفہ" - "تاریخ الحکماء"۔
حوالہ جات: (ابن خلکان - یاقوت - سمعانی)

۱۵۲ - شیبانی، ابو عمر اسحاق بن مرار ——— ولادت: ۱۰۰ھ / ۷۱۸ء — وفات: ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء

ایرانی النسل تھے لیکن قبیلۂ شیبان کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے شیبانی کہلانے لگے۔ کوفہ کے بڑے زبردست نحوی اور محدث ہونے کی حیثیت سے بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ انھوں نے زبان سیکھنے کے لئے کافی زمانہ قبایل میں صرف کیا اور بڑے بڑے علماء کوفہ سے تحصیل علم کی۔ انھوں نے شعراء قدیم کا ایک بڑا اچھا انتخاب مرتب کیا تھا جس سے تذکرہ نگاران مابعد نے بڑا استفادہ کیا۔

ان کی صرف ایک تصنیف باقی رہی جس کا نام کتاب الجیم ہے۔ یہ عربی زبان کا لغت تھا جسے وہ پورا نہ کر سکے۔ ان کی دوسری تصانیف جو ضایع ہو گئیں یہ تھیں: غریب المصنف - کتاب الخیل - غریب الحدیث - کتاب الکتاب - کتاب اللغات - کتاب النوادر۔
حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم) - طبقات النحاۃ (زبیدی) - نزہت (انباری))

۱۵۳ - شیبانی، ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد ——— ولادت (واسط): ۱۳۲ھ / ۷۴۹ء — وفات (خراسان): ۱۸۹ھ / ۸۰۴ء

قبیلۂ بنو شیبان کے مولیٰ تھے اور حنفی فقہ کے بڑے ماہر۔ ابتدائی تعلیم کوفہ میں ہوئی اور ۱۴ سال کی عمر میں امام ابو حنیفہ کی شاگردی اختیار کی لیکن فقہ کی تکمیل ابو یوسف سے کی۔ حدیث سفیان ثوری اور مالک بن انس سے پڑھی۔ ۲۰ سال کی عمر میں وہ مسجد کوفہ میں فقہ و حدیث پر لکچر دیا کرتے تھے۔ ایک بار ہارون الرشید نے زیدی امام یحییٰ بن عبداللہ کے بارہ میں دریافت کیا تو انھوں نے خلیفہ کے منشاء کے خلاف رائے دی اور خلیفہ ان سے ناخوش ہو گیا۔ جب ہارون الرشید نے پایۂ تخت رقہ کو قرار دیا تو انھیں یہاں کا قاضی بنا دیا۔ ۶ - ۷ سال بعد ۱۸۷ھ / ۸۰۳ء میں اس خدمت سے سبکدوش ہو کر تو بغداد چلے گئے۔ اس کے بعد ۱۸۹ھ / ۸۰۴ء میں خراسان کا قاضی مقرر کیا گیا اور اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

وہ اصول فقہ میں "رائے" سے کام لینے کے موید تھے۔ حنفی فقہ کی تدوین میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ امام شافعی انھیں کے شاگرد تھے۔

ان کی بعض اہم تصانیف جن میں امام ابوحنیفہ کے فقہی نظریوں کو پیش کیا گیا ہے یہ ہیں: "کتاب الاصل فی الفروع" - کتاب جامع الکبیر - جامع الصغیر - کتاب السیر الکبیر - کتاب الآثار -

انھوں نے اپنے استاد مالک بن انس کی موطا کا نسخہ بھی کافی حذف و اضافہ کے ساتھ مرتب کیا جو بہت مقبول ہوا -

حوالہ جات: (طبقات (ابن سعد) - معارف (ابن قتیبہ) - طبری - فہرست (ابن ندیم) - سمعانی - خطیب بغدادی - ابن خلکان)

۱۵۴ - الشیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی —— ولادت (فیروز آباد): ۳۹۳ھ / ۱۰۰۳ء - وفات: ۴۷۶ھ / ۱۰۸۳ء

مشہور شافعی فقیہ تھے - فقہ کی تعلیم شیراز و بصرہ میں حاصل کی اور پھر اصول فقہ سیکھنے کے لئے بغداد گئے اور وہیں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا (۴۳۰ھ / ۱۰۳۸ء) - چند دن میں ان کی شہرت اتنی بڑھی کہ تمام دنیائے اسلامی سے نہ صرف طلبہ بلکہ قضاۃ تک ان کے پاس کھنچ کھنچ کر آنے لگے ۴۵۹ھ / ۱۰۶۶ء میں وزیر نظام الملک نے انھیں بغداد میں بلاکر مدرسۂ نظامیہ کے افتتاح کی دعوت دی لیکن وہ نہ آسکے اور ابن الصباغ کے ہاتھوں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا - بعد کو جب طلبہ نے مجبور کیا تو مدرسۂ نظامیہ کا چارج اپنے ہاتھ میں لیا -

بغداد میں جب علامۂ اشعری کی تعلیمات کے بارہ میں ابونصر قشیری اور حنابلہ کے درمیان اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ باہم کشت و خون شروع ہوگیا تو شیرازی نے اشعریوں کا ساتھ دیا اور وزیر سے کہکر حنبلی شیخ کو قید کرادیا - ۴۷۵ھ / ۱۰۸۲ء میں خلیفہ نے ایک خاص ضرورت سے نیشاپور روانہ کیا اور وہاں ان کا بڑا زبردست خیر مقدم کیا گیا، یہاں تک کہ امام الحرمین نے ان کی دست بوسی کی - یہاں سے بغداد لوٹ کر ان کا انتقال ہوگیا -

ان کی بعض اہم تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب التنبیہ فی الفقہ - کتاب المذہب فی المذہب - کتاب تذکرۃ المسئولین (حنفی و شافعی مسالک کے اختلافات پر) - طبقات الفقہا -

حوالہ جات: (کتاب الانساب (سمعانی) - معجم (یاقوت) - ابن اثیر - ابن خلکان)

۱۵۵ - الشیرازی، ابوالحسین عبدالملک بن محمد —— (پانچویں صدی ہجری)

—— مشہور ریاضی داں اور ماہر فلکیات تھے - اس وقت تک یونانی حکماء و علماء کی بعض کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہوچکا تھا اور انھیں کی مدد سے انھوں نے یونانی علم ہندسہ و فلکیات کو حاصل کیا - انھوں نے افلاطون کی مشہور کتاب المجسطی کا بھی ترجمہ عربی میں کیا - یونانی حکیم اپالونیس نے CONIC SECTION (مخروطیات) پر ایک نہایت مشہور کتاب لکھی تھی جس کا ترجمہ عربی میں ہوچکا تھا - شیرازی نے اس کا خلاصہ بھی مرتب کیا

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامیہ)

۱۵۶ - صدرالدین محمد بن ابراہیم (ملا صدرہ) —— وفات (بصرہ): ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء

عہد صفوی کے مشہور فقیہ و فیلسوف - شیراز میں پیدا ہوئے - ان کے باپ فارس کے گورنر تھے - انھوں نے عمر کا بڑا حصہ جبل قم کے غاروں میں بسر کیا - اصفہان میں انھوں نے شیخ بہائی اور امیر محمد باقر داماد سے تعلیم پائی - جب اللہ وردی خاں، گورنر فارس نے شیراز میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی تو ملا صدرہ کو بلاکر پروفیسر مقرر کیا -

تقریباً ۲۰ کتابیں لکھیں جن میں بعض رسالے تفسیر کے بھی ہیں -

حوالہ: (روضۃ الصفا، ناصری (رضا قلی خاں))

۱۵۷ - صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ ابوالصفا —— ولادت: ۶۹۶ھ / ۱۲۹۶ء - وفات (دمشق): ۷۶۴ھ / ۱۳۶۳ء

ترکی النسل تھے - ان کے باپ نے ان کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں کی - لیکن جب ان کی عمر ۲۰ سال کی ہوگئی تو خود انھیں شوق پیدا ہوا اور اکابر علماء سے تحصیل علم کی - مشہور مورخ شمس الدین ذہبی اور تاج الدین سبکی ان کے احباب میں سے تھے - پہلے وہ صفد، قاہرہ، حلب میں سکریٹری کی خدمت پر [illegible] رہے اور پھر دمشق کے مہتمم خزانہ ہوگئے - وہ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے اور ان کی تصانیف بھی اس لحاظ سے بہت متنوع

تھیں۔ خود ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۱۰۰ کتابیں مختلف موضوع پر تصنیف کیں، لیکن ان کی جو کتابیں ہم تک پہونچی ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں :- "الوافی بالوفیات" (تذکرۂ اکابر علم و ادب) اس کی تیس جلدیں تھیں - "اعیان العصر و اعوان النصر" (وافی کا خلاصہ) "مسالک الابصار" (جغرافیہ) - "تاریخ الوافی" (وافی کا خلاصہ) - "تحفۃ ذوی الالباب" (فرمانروایان مصر پر) - "کتاب الشعور فی العور" (نابینا علماء کا تذکرہ) - "تذکرۃ الصلاحیہ" (اقتباسات) - "دیوان الفصحاء" (تذکرہ) - "کشف الحال فی وصف افعال" (انتخاب کلام شعراء) "کشف التنبیہ" (تشبیہی اشعار کا انتخاب) - "رشف الزلال فی وصف الہلال" (پہلی تاریخ کے چاند پر انتخاب شعر) - "جنان الجناس" (علم بدیع) "طوق الحمام" (ابن بدرون کی ایک نظم کی شرح کا خلاصہ) - "نجد الفلاح" (خلاصہ صلاح جوہری)

حوالہ جات : (درر الکامنہ (ابن حجر) - حبیب السیر (خوندمیر))

۱۵۸- الصّولی، ابوبکر محمد بن یحییٰ ــــــــــ وفات : ۳۳۶ھ / ۹۴۶ء

مشہور ادیب، مورخ اور ماہر شطرنج تھے - یہ ترکی النسل تھے اور ان کے آبا و اجداد خلفاء کے عہد میں کاتب کی خدمت پر مامور رہ چکے تھے - انھوں نے اکابر علم و ادب سے تعلیم حاصل کی ان میں المبرّد اور ابن المعتز بھی شامل تھے - ان کی رسائی خلیفہ المکتفی کے دربار تک ماوردی کو شطرنج میں شکست دینے کی وجہ سے ہوئی، عمر کے آخری سال میں وہ بصرہ چلے گئے اور وہیں حضرت علی کے بارہ میں بعض نامناسب الفاظ استعمال کرنے پر قتل کر دیا گیا -

مورخ کی حیثیت سے وہ عہد عباسیہ کی تاریخ کے ماہر مانے جاتے ہیں اور ان کی تصنیف "کتاب الاوراق فی اخبار العباس و اشعارہم" بڑی استنادی حیثیت رکھتی ہے - ان کی دوسری تاریخی تصنیف "کتاب الوزراء" ہے - ان کی تصنیف "ادب الکتاب" میں توقیعات و فرامین وغیرہ لکھنے کے طریقے بتائے ہیں - ان کی ادبی خدمات بھی بہت اہم ہیں - عہد عباسیہ کے شعراء کا کلام بھی انھوں نے جمع کیا اور "اخبار الشعراء" کے نام سے ایک تذکرہ بھی لکھا -

حوالہ جات : (اغانی - یاقوت - ابن خلکان - ابن ندیم)

۱۵۹- الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر ــــــــــ ولادت (آمل، طبرستان) : ۲۲۴ھ / ۸۳۹ء - وفات : ۳۱۰ھ / ۹۲۳ء

مشہور مورخ و مفسر تھے - سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا - ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اس کے بعد رَے، بغداد، کوفہ اور مصر میں تمام علوم کی تکمیل کی - ابتدا میں انھوں نے حدیث پر توجہ کی اور جب اس سے فارغ ہوئے تو درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، بہت قانع انسان تھے اور امراء و رؤساء کی امداد قبول نہ کرتے تھے - ان کا مشغلہ صرف تصنیف و تالیف تھا اور شاید ہی کوئی ایسا علم ہو جس پر کوئی کتاب نہ لکھی ہو، تاریخ، فقہ، تفسیر، ادب، نحو، شاعری، اخلاقیات، ریاضی اور طب، تمام چیزیں ان کے دائرۂ تصنیف و تالیف میں شامل تھیں، مصر سے لوٹنے کے بعد دس سال تک یہ شافعی مسلک کے مقلد رہے اور پھر خود اپنا مسلک علٰحدہ قایم کیا جسے جریریہ کہتے ہیں، لیکن چونکہ یہ مسلک قریب قریب شافعی مسلک ہی تھا اس لئے چل نہ سکا - احمد بن حنبل کو یہ صرف محدث مانتے تھے، ان کے علم فقہ کے قایل نہ تھے اسی لئے حنابلہ ان کے مخالف تھے اور ان کے درپئے آزار رہتے تھے -

انھوں نے "جامع البیان" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو "تفسیر طبری" کے نام سے مشہور ہے - انھوں نے اپنی تفسیر کی بنیاد صرف احادیث پر رکھی تھی جس سے تمام مفسرین مابعد نے استفادہ کیا -

ان کی نہایت مشہور تاریخی کتاب "تاریخ الرسل والملوک" ہے - جو انبیاء قدیم سے لیکر عہد عباسیہ تک کے حالات پر مشتمل ہے - اس کتاب کے ترجمے تمام مغربی زبانوں میں ہو چکے ہیں -

حوالہ جات : (یاقوت - سمعانی - ابن ندیم)

---

۱۶۰ - طحاوی ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک الازدی ——— ولادت: ۲۳۹ھ / ۸۵۳ء — وفات: ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء

مصر کے حنفی فقیہ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں سے شروع کی۔ اس کے بعد حنفی فقہ ابوجعفر بن ابی عمران سے پڑھی۔ اس کے بعد وہ مصر گئے اور وہیں حدیث پڑھی۔ پھر شام، یروشلم، غزہ جاکر تکمیل علوم کی اور مصر واپس آئے۔ یہاں ان کو عہدۂ قضا تو نہیں ملا لیکن مفتی کی حیثیت سے انھوں نے آخر وقت تک کام کیا اور حکومت وارباب حکومت نے ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا ان کی تصانیف کی فہرست بڑی طویل ہے۔ خاص خاص یہ ہیں:

معانی الآثار — اختلاف العلماء — احکام القرآن — مختصر فی الفقہ — شرح جامع الصغیر — الشروط الکبیر — الشروط الاوسط — الشروط الصغیر — نقد کتاب المدلسین — التاریخ الکبیر (تذکرۂ فقہا) — مناقب ابی حنیفہ — النوادر الفقہیہ — اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین — مشکل الآثار (آخری تصنیف) — اصول الدین — النوادر والحکایات۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سمعانی - ذہبی - حسن المحاضرہ (سیوطی) - یاقوت)

---

۱۶۱ - الطنطاوی، محمد بن سعید بن سلیمان الشافعی ——— ولادت (نجریہ متصل طنطا): ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء — وفات (سنٹ پیٹرزبرگ): ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء

تیرھویں صدی کے مشہور عربی عالم تھے۔ ۶ سال کی عمر میں مکتبی تعلیم شروع ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر میں اپنے چچا کے پاس قاہرہ چلے گئے اور جامع ازہر میں داخل ہوئے۔ بعد تکمیل یہیں پروفیسر ہوگئے۔ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں عربی کے پروفیسر ہوکر سنٹ پیٹرزبرگ چلے گئے۔ عربی ادبیات کے ماہر تھے اور فن شعر سے خاص مناسبت رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں: "لذیذ الطرب فی نظم بحور العرب" — "تحفۃ الاذکیا باخبار بلاد روسیہ"

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامیہ)

---

۱۶۲ - الطوسی، محمد بن الحسن بن علی ابوجعفر ——— ولادت (طوس): ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء — وفات: ۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء

ابتدائی تعلیم طوس میں ہوئی، اور تکمیل بغداد میں۔ اس کے بعد السید المرتضیٰ (ابوالقاسم علی بن الحسین) کی صحبت وشاگردی میں ۲۳ سال گزارے اور السید المرتضیٰ کے انتقال کے بعد بارہ سال تک شیعیت کی تبلیغ کی۔ ایک بار خلیفہ القائم سے لوگوں نے شکایت کی کہ انھوں نے اپنی تصنیف "کتاب المصباح" میں خلفائے ثلثہ کی برائی کی ہے۔ خلیفہ نے ان کو بلاکر پوچھا تو انھوں نے اپنے جواب سے خلیفہ کو مطمئن کر دیا۔ لیکن عوام کی برہمی بدستور قایم رہی، ان کے گھر میں آگ لگادی گئی۔ یہ بغداد چھوڑکر نجف چلے گئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ شیعی مسلک کے یہ بڑے زبردست عالم تھے اور شیخ الطائفہ کے نام سے مشہور تھے۔

ان کی تصانیف "تہذیب الاحکام" اور "الاستبصار" شیعی فن حدیث کی بڑی اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں:

کتاب المبسوط (فقہی احکام) — النہایۃ فی الفقہ — فہرست کتب الشیعہ — دعاء الجوشن الکبیر — دعاء الجوشن الصغیر (امام موسیٰ کاظم کے اوراد) — کتاب الفصول فی الاصول — مصباح المتہجد الکبیر — کتاب الحل والعقد — کتاب التبیان فی تفسیر القرآن (۲۰ جلدوں میں) — عدۃ الاصول — الامالی فی الاحادیث۔

حوالہ جات: (رجال النجاشی - منتہی المقال - روضۃ الجنات)

---

۱۶۳ - الطوسی، نصیر الدین ابوجعفر محمد بن محمد بن الحسن ——— ولادت (طوس): ۵۹۷ھ / ۱۲۰۱ء — وفات (بغداد): ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴ء

ماہر علم نجوم اور شیعی مسلک کے مشہور فیلسوف ومنطقی۔ ابتدا میں یہ اسماعیلی گورنر ناصر الدین کے دربار میں ایک منجم کی حیثیت سے مامور ہوئے لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ وہ خلافت بغداد کے دربار تک پہونچنے کی سعی کر رہے ہیں تو ناصر الدین برہم ہوگیا لیکن خدمت سے معزول نہیں کیا اور قلعہ الموت میں نظربند کر دیا۔

جب ہلاکو کی تاخت شروع ہوئی تو انھوں نے حشیشین کے لیڈر رکن الدین خورشاہ کو گرفتار کرا دیا اور خود ہلاکو کے ساتھ بغداد چلے گئے۔ جب بغداد فتح ہوگیا تو ہلاکو نے انھیں وزیر اوقاف بنا دیا اور مراغہ میں رصدگاہ قایم کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آباقہ کے عہد میں بھی ان کا اقتدار بدستور قایم رہا۔ یہ ایران کے اثنا عشری جماعت کے بڑے ذی اثر لیڈر تھے اور جب مغلوں نے حملہ کیا تو جنوبی عراق کے بہت سے شیعی افراد انھیں کی وجہ سے محفوظ رہے۔ شیعی عقاید پر ان کی دو کتابیں "تجرید العقاید" اور "قواعد العقاید" بہت شہرت رکھتی ہیں۔ عقاید معاد پر بھی انھوں نے ایک کتاب الفصول کے نام سے

فارسی میں لکھی۔ فلسفہ و منطق میں وہ ابن سینا کے متبع تھے۔ انھوں نے ابن سینا کی اشارات کی بھی ایک شرح لکھی (حل اشارات) جس میں فخرالدین رازی کی مخالفت اور ابن سینا کی حمایت کی ہے۔ فارسی میں ایک کتاب "اوصاف الاشراف" لکھی جس میں "دوازدہ امام" کے خصائص پر گفتگو کی ہے۔

فن رمل پر بھی ان کی ایک تصنیف "کتاب ذیل" پائی جاتی ہے۔ ان کی مشہور ترین تصنیف جو اب تک مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اخلاق ناصری ہے طبیعیات، ریاضی، طب اور ہیئت پر بھی انھوں نے بہت کچھ لکھا۔

حوالہ جات: (نقد الرجال۔ مجالس المومنین (نوراللہ شوستری)۔ روضۃ الجنات (محمد باقر))

۱۶۴۔ الطیالسی، سلیمان بن داؤد ــــــــ ولادت (بصرہ): ۱۳۳ھ / ۷۵۰ء ــ وفات: ۲۰۴ھ / ۸۲۲ء

مشہور جامع احادیث تھے اور مسند احمد بن حنبل کے بارہ میں سندی حیثیت رکھتے تھے۔ ۴۰ ہزار حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔ ۷۲ سال کی عمر پائی۔ انھوں نے ایک بڑا زبردست مجموعہ احادیث اپنے بعد چھوڑا جسے "مسند طیالسی" کہتے ہیں۔

حوالہ جات: (ذہبی۔ عسقلانی)

۱۶۵۔ عبدالرحمان الصوفی۔ (ابوالحسین عبدالرحمان بن عمر الصوفی الرازی) ــ ولادت (رے): ۲۹۱ھ / ۹۰۳ء ــ وفات: ۳۷۶ھ / ۹۸۶ء

عرب کے بڑے مشہور ہیئت داں و منجم۔ عضد الدولہ بویہ کے بڑے مقرب تھے۔ تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب الکواکب الثابتۃ المصور۔ کتاب التذکرہ و مطارح الشعاعات۔ مدخل فی الاحکام ... رسالۃ فی الاسطرلاب۔

حوالہ جات: (فہرست۔ ابن القفطی۔ ابوالفرج۔ البیرونی)

۱۶۶۔ علی بن محمد القوشجی ــــــــ وفات: ۸۷۹ھ / ۱۴۷۴ء

مشہور ہیئت داں تھے۔ سمرقند میں تعلیم پائی اور پھر کرمان چلے گئے۔ یہاں نصیرالدین طوسی کی کتاب تجرید الکلام کی شرح لکھی۔ اس کے بعد وہ سمرقند واپس گئے اور الغ بیگ کے نام پر ایک زیج طیار کی۔ پھر تبریز گئے اور آق قیونلی خاندان کے امیر اوزن حسن نے انھیں ایلچی بناکر سلطان محمد ثانی فرمانروائے ترکی کے پاس روانہ کیا۔ سلطان نے انھیں ایاصوفیہ کا پروفیسر بنا دیا اور یہاں انھوں نے فارسی عربی میں متعدد رسایل ہیئت کے لکھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف۔ اسلامیہ)

۱۶۷۔ علی بن ظافر الازدی ابوالحسن جمال الدین ــــــــ ولادت: ۵۶۷ھ / ۱۱۷۱ء

مورخ تھے۔ پہلے قاہرہ میں مدرسہ مالکیہ کے پروفیسر رہے اور پھر الملک الاشرف مظفرالدین موسیٰ کے وزیر ہوگئے۔ انھوں نے ایک بڑی اہم تاریخی کتاب چار جلدوں میں لکھی جس کا نام "کتاب الدول المنقطعہ" ہے۔ اس میں مسلم حکمراں خاندانوں کے حالات درج ہیں۔ ایک کتاب ادبیات پر بھی تصنیف کی جس کا نام "بدائع البدائع" تھا۔

حوالہ: (فوات الوفیات (کتبی))

۱۶۸۔ عمادالدین محمد بن محمد الکاتب الاصفہانی ــــــــ ولادت (اصفہان): ۵۱۹ھ / ۱۱۲۵ء ــ وفات: ۵۹۷ھ / ۱۲۰۱ء

مشہور مورخ و صاحب طرز ادیب تھے۔ ابتدائی زمانہ اپنے وطن اور کاشان میں بسر کیا اور فقہ کی تعلیم بغداد اور موصل میں حاصل کی جب سلجوق سلطان محمد ثانی نے بغداد کا محاصرہ کیا تو انھوں نے اس کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور وزیر ابن ہبیرہ نے واسط میں انھیں اپنا نائب مقرر کیا۔ ابن ہبیرہ کی وفات پر وہ شام چلے گئے اور یہاں کے ایوبی فرمانروا العزیز نے ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ بعد کو نورالدین نے اپنا کاتب مقرر کیا۔ نورالدین کے بعد یہ موصل چلے گئے۔ جب سلطان صلاح الدین نے شام پر حملہ کیا تو یہ بھی ساتھ ساتھ تھے۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے۔ ایک تذکرۂ شعراء لکھا: "خریدۃ القصر و جریدۃ اہل العصر"۔ فتح شام کی بھی ایک تاریخ لکھی "الفتح القسی فی الفتح القدسی" اور ایک کتاب سلاجقہ کی تاریخ کی بھی تحریر کی: "نصرۃ الفترۃ و عصرۃ الفطرۃ"۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۱۷۹- عمار - ابوالقاسم عمار بن علی الموصلی ——— (زمانہ چوتھی پانچویں صدی ہجری)

عرب کے بڑے مشہور ماہر "بصریات" تھے اور امراض چشم کے علاج میں موجد کی حیثیت رکھتے تھے۔ انھوں نے خراسان، مصر اور فلسطین کی سیاحتیں کیں اور آنکھ کے آپریشن کئے۔ یہ علی بن عیسیٰ ماہر بصریات کے ہمعصر تھے۔

ان کی تصنیف "کتاب المنتخب فی علاج العین" بڑی جامع تصنیف ہے جس میں آنکھ کی تشریح اور جملہ امراض چشم پر بحث کی ہے۔ یہ (نزول الماء) موتیا بند کا آپریشن بھی کرتے تھے اور غیر متحجر موتیا بند کا پانی دھات کی ایک نلکی کے ذریعہ سے جو خود اس کی ایجاد تھی، کھینچ لیتے تھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۸۰- عمرو بن عبید، ابو عثمان ——— ولادت: ۸۰ھ / ۶۹۹ء — وفات: ۱۴۴ھ / ۷۶۱ء

ان کے دادا کا نام باب تھا جو کابل سے گرفتار ہو کر فارس لائے گئے تھے۔ ان کے والد عبید، بصرہ میں سپاہی تھے۔ یہ بچپن ہی سے بہت زاہد و مرتاض تھے۔ جاحظ کا بیان ہے کہ انھوں نے ۴۰ سال تک مغرب کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور ۴۰ حج پیادہ پا کئے۔ یہ حد درجہ صاف گو شخص تھے اور امراء و خلفاء کی صحبت سے دور رہتے تھے۔ ایک بار خلیفہ منصور عباسی نے بلایا اور بہت کوشش کی کہ وہ امداد قبول کریں لیکن انکار کر دیا اور کہا کہ آپ کا بڑا انعام یہی ہے کہ مجھے دوبارہ دربار میں طلب نہ کریں۔ اس وقت کے نہ صرف حلقۂ فضل و کمال بلکہ سیاسی حلقوں میں بھی ان کی راستبازی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور ان کی بیغرضی و بےنفسی مشہور تھی۔

وہ واصل کی طرح قدریہ تھے۔ ایک شخص نے اس مسئلہ پر ان سے بحث کی، انھوں نے کہا کہ خدا نے قضا و قدر کے بارہ میں جو کچھ کہا ہے وہ مسلمانوں کی تسلی و اطمینان کے لئے کافی ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

"فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون" - یعنی ہم ان کاموں کا سوال کریں گے جو وہ کرتے تھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "ہم نے جو کچھ ان کے مقدر میں لکھ دیا تھا"۔ اس سے انسان کا اپنے افعال میں خود مختار ہونا ظاہر ہے۔

ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا انتقال ہوا تو خود خلیفہ منصور نے مرثیہ لکھا۔ معتزلہ کی ایک شاخ عمریہ انھیں سے منسوب ہے۔

ان کے بعض مشہور شاگرد یہ تھے: خالد بن صفوان - صالح بن عمر - طلحہ بن زید - ابو غسان - بشر بن خالد - عثمان بن حکم

حوالہ جات: (ابن خلکان - الخطط و الآثار (مقریزی))

۱۸۱- عیاض بن موسیٰ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی السبتی المالکی

ولادت (سبتہ): ۴۷۶ھ / ۱۰۸۳ء ——— وفات (مراکش): ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء

مشہور شاعر، ادیب، محدث، مورخ، و فقیہ تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی اور پھر قرطبہ میں۔ انھوں نے سیکڑوں اساتذہ سے علوم و فنون حاصل کئے۔ وطن واپس آئے تو قاضی بنا دئے گئے۔ ۵۳۱ھ / ۱۱۳۶ء میں قرطبہ کا عہدۂ قضا ان کے سپرد کیا گیا۔ یہ الموحدین کے بڑے طرفدار تھے اس لئے جب انکی حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو مراکش چلے گئے۔

ان کی ۲۰ تصانیف میں سے صرف حسب ذیل چند تصانیف باقی رہیں: کتاب الشفاء (سیرت رسول) - مشارق الانوار (احادیث کے اصطلاحات کا لغت) - ترتیب المدارک (مالکی علماء کا تذکرہ) - الالماع فی معرفۃ اصول الروایۃ - اکمال المعلم (شرح صحیح مسلم) - التنبیہات المستنبطۃ علی الکتب المدونۃ - کتاب الاعلام (اصول پنجگانۂ اسلام پر)

حوالہ جات: (ابن خلکان - بغیۃ الملتمس - المعجم - ذہبی)

۱۸۲- عیسیٰ بن عمر الثقفی ——— وفات: ۱۴۹ھ / ۷۶۶ء

دبستان بصرہ کے پہلے نحوی تھے اور سیبویہ مشہور نحوی کے استاد۔

حوالہ: (یاقوت)

۱۶۳۔ الغزالی، ابو حامد محمد ابن محمد الطوسی الشافعی ——— ولادت (طوس): ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء — وفات (طوس): ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء

اسلام کے نہایت مشہور مفکر و متکلم۔ ابتدائی تعلیم طوس و نیشاپور میں ہوئی اور زیادہ تر استفادہ امام الحرمین سے کیا۔ ابتدا ہی سے ہر مسئلہ میں خود اپنے غور و فکر سے کام لیتے تھے اور تقلید کے قایل نہ تھے۔ نیشاپور سے یہ نظام الملک طوسی (وزیر سلاجقہ) کے دربار میں پہونچے جو فقہا و متکلمین کا مجمع تھا اور ۴۸۴ھ میں مدرسۂ بغداد میں استاد کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب ان کی تشکیکی کیفیت پورے عروج پر تھی۔ جب نظام الملک اور ملک شاہ دونوں قتل ہوئے (۴۸۵ھ) تو انھوں نے باطنیہ، اسماعیلیہ اور امامیہ مذاہب کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں اس وقت وہ زیادہ تر فلسفہ کے مطالعہ میں مصروف تھے اور عقاید مذہبی سے بالکل منحرف ہو چکے تھے۔ ان کا یہ دور کئی سال تک قایم رہا، لیکن آخر کار جب علوم ظاہری سے ان کی تشفی نہ ہوئی تو تصوف کی طرف مایل ہوئے اور پھر خدا، رسول، حشر و نشر تمام باتوں کے قایل ہوگئے۔

۴۸۸ھ میں یہ بغداد چھوڑ کر تلاش حق میں باہر نکل پڑے اور خدا جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی، یہاں تک کہ ان میں اک کیفیت سکون کی پیدا ہوگئی اور اشعری نے جس فلسفۂ مذہب کی ابتدا کی تھی اسے انھوں نے انجام تک پہونچایا۔ ان کی کتاب "المنقذ من الضلال" ان کے انھیں تجربات کی آئینہ دار ہے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں سلجوقی حکومت میں بعض اہم سیاسی انقلابات رونما ہوئے جنھوں نے ان کے ذہن و افکار کو بہت متاثر کیا اور یہ کامل دو سال تک شام میں گوشہ نشین رہے۔ اس کے بعد ۴۹۰ھ کے اخیر میں یہ حج کے لئے گئے اور پھر دنیا سے کٹ کر ۹ سال تک شام میں گوشہ نشین رہے۔ اسی زمانہ میں انھوں نے احیاء العلوم اور دوسری کتابیں لکھیں۔ ۴۹۸ھ میں محمد (برقیارق کا بھائی) تخت نشین ہوا جو سخت مذہبی آدمی تھا۔ اور یہ اگلے سال نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں پھر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے، لیکن پھر دل اُچاٹ ہوا اور چند دن بعد طوس واپس آکر گوشہ نشین ہوگئے۔

ان کی تصانیف کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکا، لیکن جو کتابیں ان کی شایع ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں: احیاء العلوم۔ المنقذ من الضلال۔ کتاب الوجیز (فقہ)۔ المستصفیٰ من علم الاصول۔ معیار العلم (منطق)۔ محک النظر۔ مقاصد الفلاسفہ۔ تہافۃ الفلاسفہ۔ القسطاس المستقیم۔ رسالۃ القدسیہ۔ قواعد العقاید۔ الاقتصاد فی الاعتقاد۔ مضنون بہ علی غیر اہلہ (الٰہیات)۔ المضنون الصغیر۔ مشکوٰۃ الانوار۔ جواہر القرآن۔ کتاب الاربعین۔ المقصد الاسنیٰ فی اسماء اللہ الحسنیٰ۔ الحکمۃ فی مخلوقات اللہ۔ الدرۃ الفاخرہ۔ الکشف والتبیین فی غرور الخلق اجمعین۔ الجام العوام عن علم الکلام۔ رسالۃ فی الوعظ و التقلید۔ الرسالۃ اللدنیہ۔ کیمیائے سعادت (فارسی)۔ ایہا الولد۔ مکاشفۃ القلوب۔ بدایۃ الہدایہ۔ میزان العمل۔ خلاصۃ التصانیف فی التصوف۔ منہاج العابدین۔ التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ۔ التبر المسبوق۔ سر العالمین وکشف ما فی الدارین۔ التحبیر فی علم التعبیر۔

حوالہ جات: (ابن عساکر۔ طبقات (سبکی)۔ لٹریری ہسٹری آف عربس (نکلسن)۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا (براؤن))

۱۶۴۔ غیلان دمشقی ——— (پہلی صدی ہجری)

قبطی النسل تھے اور دمشق کے رہنے والے۔ معبد جہنی کے بعد جو مسئلۂ قدر کا موجد تھا انھوں نے اول اول نہایت شد و مد سے اس کی اشاعت کی اور مذہب اعتزال کی تاریخ اسی وقت سے شروع ہوئی۔ علم کلام انھوں نے حسن بن محمد بن حنیفہ سے حاصل کیا تھا۔ ان کی فضیلت کا یہ عالم تھا کہ حسن بصری کہا کرتے تھے کہ وہ اہل شام کے لئے "علمی حجت" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بڑے متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے ایک بار دربار میں طلب کرکے کہا کہ امور سلطنت میں میرا ہاتھ بٹاؤ، انھوں نے کہا کہ آپ کوئی خدمت میرے سپرد کرتے ہیں تو وہ یہ ہو سکتی ہے کہ میں توشہ خانہ کی تمام نمائشی چیزوں کو فروخت کردوں اور وہ روپیہ لوگوں کو واپس کردوں جن سے بہ جبر حاصل کرکے خزانۂ عامرہ میں داخل کیا گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اور ایک ایک چیز نیلام کردی۔ جب ۱۰۵ھ میں ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے غیلان کو سخت ایذائیں پہونچانے کے بعد قتل کرا دیا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۶۵۔ فارابی، محمد بن محمد بن ترخان ابو نصر ——— ولادت (اندازاً): ۲۵۹ھ / ۸۷۲ء — وفات (دمشق): ۳۳۹ھ / ۹۵۰ء

بہت بڑے حکیم و فلاسفر تھے۔ یہ ترکی النسل تھے اور وسیج ضلع (فاراب) میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً بغداد میں عیسائی طبیب یوحنا بن حیلان سے تعلیم

پائی - اس کے بعد سیف الدولہ ہمدانی کے دربار سے وابستہ ہوگئے اور یہیں ۸۰ سال میں انتقال کیا -

فارابی شارح تصانیف ارسطو کی حیثیت سے بہت مشہور ہیں اور اس سلسلہ میں جو تصانیف انھوں نے کی ہیں ان کی بنا پر انھیں معلم الثانی کہا جاتا ہے، انھیں تصانیف میں شرح ایسا غوجی بھی ہے جو منطق کی مشہور کتاب ہے - انھوں نے اخلاقیات، نفسیات اور سائنس کی یونانی کتابوں پر بھی حاشئے لکھے جن میں بطلیموس کی المجسطی بھی شامل ہے -

انھوں نے صرف یونانی کتابوں ہی کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ انھوں نے بہت سی تصانیف خود بھی کیں جو نفسیات، ما بعد الطبیعیات اور فلسفہ و حکمت کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں - وہ افلاطون کے بڑے معتقد تھے -

DIETERICI نے فارابی کے ۹ رسایل مرتب کئے ہیں جن میں فصوص الحکم بہت مشہور ہے - وہ نہ صرف حکیم وفیلسوف تھے بلکہ ریاضی کا بھی تھے، طبیب بھی تھے اور ماہر موسیقی بھی (جس پر انھوں نے ایک اہم رسالہ لکھا تھا) مولوی طبقہ کے درویش اب تک ان کی بنائی ہوئی دھنیں گاتے ہیں - یہ مسلمانوں میں فلسفۂ "افلاطونیت جدیدہ" کے امام تھے جس کا آغاز الکندی نے کیا تھا اور بعد کو بوعلی سینا نے اس کو ترقی دی -

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۱۷۶- فتح اللہ شیرازی ———— وفات (کشمیر): ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء

بڑے عالم متبحر تھے اور ہیئت و ہندسہ، نجوم و نیرنجات اور جرثقیل کے بھی ماہر تھے، ادبیات اور حدیث و تفسیر کے بھی عالم تھے - انھوں نے ایک چکی بھی ایجاد کی تھی کہ خود حرکت کرتی تھی - ایک آئینہ ایسا بنایا کہ دور و نزدیک سے اس میں عجیب و غریب شکلیں نظر آتی تھیں - ایک بندوق ایسی بھی بنائی تھی کہ ایک گردش میں بارہ فیر کرتی تھی -

حوالہ: (بیل)

۱۷۷- فرزدق، ہمام بن غالب بن صعصعہ ———— ولادت: ۲۰ھ / ۶۴۱ء - وفات (بصرہ): ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء

عرب کے ہجو نگار شاعر بہت مشہور ہیں، جریر، اخطل اور فرزدق - ان کے ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں، جب زیاد گورنر عراق ان سے برہم ہوا تو انھوں نے بصرہ سے بھاگ کر سعید بن العاص گورنر مدینہ کے پاس آکر پناہ لی لیکن بعد کو مروان بن الحکم نے انھیں یہاں سے بھی نکال دیا اور یہ پھر بصرہ چلے گئے کیونکہ زیاد کا انتقال ہوگیا تھا -

ان کی ہجو گوئی سے اکثر اموی خلفاء ان کے خلاف رہے لیکن سلیمان کے عہد میں یہ اس کے دربار سے وابستہ ہوگئے - یہ فطرتاً بڑے حاسد و بزدل تھے یہ امراء کی ہجو بھی کہتے تھے اور پھر ڈر کر بھاگ بھی جاتے تھے - لیکن شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ وہ جو کہتے تھے لوگوں کے دلوں پر نقش ہو جاتا تھا - جریر اور اخطل سے ہمیشہ ان کی بگڑی الجھی رہی اور اپنی جنگجو فطرت کی وجہ سے ہمیشہ مبتلائے مصائب رہے - انھوں نے اپنے بعد ایک بسیط دیوان چھوڑا

حوالہ جات: (اغانی، ابن خلکان)

۱۷۸- الفرغانی، ابوالعباس احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی ———— (تیسری صدی ہجری)

عہد وسطی کے بڑے مشہور ہیئت داں تھے اور خلیفۂ المامون کے عہد میں پائے جاتے تھے - انھوں نے المتوکل کا زمانہ بھی دیکھا تھا اور اسی کے زمانہ میں انھوں نے (NILOMETRE) دریائے نیل کی سطح ناپنے کا ستون قایم کیا - ہیئت پر انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں:

جوامع علم النجوم والحرکات السماویہ - اصول علم النجوم - المدخل الی علم ہیئت الافلاک - کتاب الفصول الثلاثین -

حوالہ جات (ابن قفطی - ابوالفرج - ابن ابی اصیبعہ - ابوالمحاسن)

۱۷۹- الفیروزآبادی، ابوالطاہر محمد بن یعقوب، بن محمد بن ابراہیم مجدالدین الشیرازی الشافعی

ولادت (قازرون): ۷۲۹ھ / ۱۳۲۹ء ———— وفات: ۸۱۷ھ / ۱۴۱۴ء

مشہور عرب لغت نویس و ماہر لسانیات تھے - انھوں نے پہلے شیراز میں تعلیم پائی پھر واسط میں اور اس کے بعد بغداد و دمشق میں - یروشلم میں

دس سال تک پروفیسر رہے اس کے بعد انھوں نے ارض روم اور قاہرہ کی سیاحت کی اور پھر ۷۷۰ھ/۱۳۶۸ء میں مکہ چلے گئے اور ۱۳ سال تک یہاں رہے۔ اس کے بعد وہ دہلی آئے اور ۵ سال تک یہاں مقیم رہے۔ ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء میں وہ بغداد گئے، پھر یہاں سے ایران پہونچے اور تیمور نے ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ لیکن چونکہ ان کا وطن مغلوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا تھا اس لئے وہ ہرمز چلے گئے۔ بعد کو الیمن کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۸۰۲ھ/۱۴۰۰ء میں انھوں نے پھر مکہ کا سفر کیا لیکن جلد ہی زبید لوٹ آئے اور ۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء میں انتقال کر گئے۔

ان کا عربی لغت قاموس بڑا مشہور لغت ہے جو خلاصہ ہے ان کی دوسری لغت "اللامع المعلم العجاب الجامع بین المحکم والعباب" کا جو ۶۰ یا ۱۰۰ میں تمام ہوئی تھی۔

حوالہ جات: (الروضۃ العاطر (نعمانی) - بغیۃ الوعات (سیوطی))

۱۹۰۔ القبیسی، عبدالعزیز بن عثمان بن علی ابو الصقر ——— وفات: ۳۵۶ھ/۹۶۷ء (?)

ایرانی النسل تھے اور مشہور ماہر فلکیات۔ عیسائی مصنفین ان کو "ALCABITIUS" کہتے ہیں۔ یہ عرصہ تک سلطان سیف الدولہ بن ہمدان کے دربار سے وابستہ رہے اور اپنی مشہور کتاب "المدخل الی صناعۃ احکام النجوم" اسی کے نام سے منسوب کی۔ علم نجوم پر اور بھی متعدد رسایل لکھے۔ ان کی تاریخ ولادت نامعلوم ہے۔ یہ چوتھی صدی ہجری کے وسط (دسویں صدی عیسوی کے اختتام) میں پائے جاتے تھے۔

حوالہ جات: (تاریخ حکماء اسلام (بیہقی) - ابن خلکان - فہرست (ابن ندیم))

۱۹۱۔ القدوری، ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری — ولادت: ۳۶۲ھ/۹۷۲ء (?) — وفات (بغداد): ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء (?)

مشہور حنفی فقیہ و محدث تھے اور خطیب بغدادی کے استاد۔ ان کی تصانیف میں سے دو باقی رہیں:

(۱) المختصر (فقہ) - (۲) کتاب التجرید (حنفی و شافعی فقہ کا تقابلی مطالعہ)

حوالہ جات: (ابن خلکان - الانساب (سمعانی) - ابو الفداء)

۱۹۲۔ القزوینی، ابو حاتم محمود بن الحسن الطبری ——— (پانچویں صدی ہجری)

شافعی فقیہ تھے۔ آمل (طبرستان) کے رہنے والے تھے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بغداد کے اکابر علماء سے تکمیل علوم کی اور بغداد و آمل میں سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا۔

ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں: کتاب تجرید التجرید (فقہ) - کتاب الحیل فی الفقہ۔

حوالہ جات: (طبقات الفقہاء (شیرازی) - سبکی)

۱۹۳۔ القزوینی، حمد اللہ بن ابی بکر بن احمد بن نصر المستوفی القزوینی ——— ولادت اندازاً: ۶۸۰ھ/۱۲۸۱ء (?)

مورخ و جغرافیہ داں تھے۔ مذہباً شیعہ تھے۔ سلسلۂ نسب حر بن یزید سے ملتا ہے، حمد اللہ کے دادا، عراق میں مستوفی (اکاؤنٹنٹ) کے عہدہ پر مامور تھے اسی لئے انھیں بھی مستوفی کہتے ہیں۔ یہ خود بھی قزوین میں مشیر مالیات کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں لیکن تاریخ ولادت کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ انھوں نے ظفرنامہ پندرہ سال کی محنت کے بعد ۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء (?) میں مکمل کیا۔ جس کی ترتیب ۴۰ سال کی عمر میں شروع کی تھی۔

ظفرنامہ ان کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے جسے شاہنامہ فردوسی کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔ اس میں رسول اللہ، خلفاء اور ایرانی و مغل فرمانرواؤں کی فتوحات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کا دوسرا تاریخی کارنامہ "تاریخ گزیدہ" ہے جو آفرینش سے ۷۲۹ھ/۱۳۲۹ء تک تمام دنیائے اسلام کی تاریخ ہے۔

ان کی آخری تصنیف "نزہۃ القلوب" ہے جو جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہے۔

حوالہ: (اسلامی ہند (نیاز))

۱۹۴۔ القزوینی، زکریا بن محمد بن محمود ابو یحییٰ ——— ولادت: ۶۰۰ھ/۱۲۰۳ء — وفات: ۶۸۲ھ/۱۲۸۳ء

جغرافیہ داں تھے۔ ان کے حالات تاریکی میں ہیں۔ ابتداء عمر میں وطن چھوڑ کر دمشق گئے (۶۳۰ھ/۱۲۳۲ء (?)) اور ابن عربی سے متعارف ہوئے۔ آخری عباسی

خلیفہ المستعصم کے زمانہ میں یہ واسط کے قاضی تھے۔

احوالِ عالم (COSMOGRAPHY) میں ان کی نہایت مشہور کتاب "عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات" ہے جو فارسی میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جغرافیہ میں ان کی تصنیف عجائب البلدان بھی بہت مقبول ہوئی جس کا دوسرا نام اخبار البلاد بھی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی دنیا کی اکثر زبانوں میں پایا جاتا ہے۔

حوالہ: (کشف الظنون (حاجی خلیفہ))

---

۱۸۵ - القسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب شہاب الدین الشافعی ——— ولادت (قاہرہ): ۸۵۱ھ/۱۴۴۸ء — وفات (قاہرہ): ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء

محدث وفقیہ تھے۔ صحیح بخاری کی شرح (ارشاد الساری) لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی۔ فن حدیث پر ایک اور کتاب لکھی جس کا نام مقدمہ ہے۔ لیکن ان کی نہایت مقبول ومشہور تصنیف "مواہب اللدنیہ" (سیرۃ رسول) ہے۔

ترمذی کی شرح کتاب الشمائل، فن قرأت پر لطائف الاشارات تصوف میں مقامات العارفین، ان کی دوسری مشہور کتابیں ہیں۔

حوالہ: (الخطط التوفیقیہ (علی پاشا مبارک))

---

۱۸۶ - قشیری، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحہ بن محمد ——— ولادت: ۳۷۶ھ/۹۸۶ء — وفات: ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء

فقہ میں ابو بکر بن فورک اشعری کے شاگرد تھے اور تصوف میں "ابو علی دقاق" کے جن کی لڑکی سے ان کی شادی بھی ہو گئی تھی۔ حنبلی واشعری جماعتوں اور عمال سلجوق نے انھیں کامل ۱۵ سال تک طرح طرح کے مصائب میں مبتلا رکھا۔ ان کی بہترین تصانیف یہ ہیں: رسالۃ الی جماعۃ الصوفیہ ببلدان الاسلام۔ اس رسالہ میں اشعری مسلک کے مابعد الطبیعیاتی عقاید اور متصوفانہ عقاید دونوں کو ملا کر پیش کیا ہے۔ (۲) شکایۃ الی اہل السنۃ بحکایۃ ما نالہم من المحنۃ۔ اس کتاب میں ان الزامات کو دور کیا ہے جو اشاعرہ کی طرف سے ان پر عاید کئے جاتے ہیں۔

ایک تفسیر قرآن بھی صوفیانہ نقطۂ نظر سے لکھی جس کا نام "لطایف الاشارات" ہے۔

حوالہ: (طبقات الشافعیہ (سبکی))

---

۱۸۷ - القطبی، صلاح الدین محمد بن شاکر الحلبی ——— وفات: ۷۶۴ھ/۱۳۶۳ء

مورخ وتذکرہ نگار تھے۔ ان کے حالات زندگی صرف ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الدرر الکامنہ" میں ملتے ہیں۔ انھوں نے حلب ودمشق میں تعلیم پائی اور کتب فروش کی حیثیت سے بڑی کامیاب زندگی بسر کی۔ متعدد کتابیں لکھیں لیکن سب سے زیادہ مشہور ومفید وہ ہے جو ابن خلکان کے تذکرہ وفیات کے تکملہ کے طور پر لکھی تھی اور جس کا نام فوات الوفیات ہے۔ یہ کتاب ۷۵۳ھ تک کے شعراء وادبا کا تذکرہ ہے۔

دوسری تصانیف کے نام یہ ہیں: "روضۃ الاذکار وحدیقۃ الاشعار" اور "عیون التواریخ" (چھ جلدوں میں)

حوالہ: (دائرۃ المعارف۔ اسلامی)

---

۱۸۸ - قطب الدین شیرازی، محمود بن مسعود بن مصلح ——— ولادت (شیراز): ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء — وفات (تبریز): ۷۱۰ھ/۱۳۱۱ء

فلسفہ، ہیئت وطب کے عالم تھے اور مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنے کی بنا پر انھیں ابو الفداء "متفنن" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ طب وہیئت میں نصیر الدین طوسی کی بھی شاگردی اختیار کی۔ ابتدائے عمر سے انھوں نے بو علی سینا کی مشہور کتاب قانون کو از سر نو مرتب کرنے کا اہم کام شروع کیا اور آخیر وقت تک جاری رکھا۔ الک خانی دورِ حکومت میں یہ سیواس کے قاضی مقرر ہوئے اور اس وقت کی سیاسیات میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ اخیر عمر میں تبریز میں قیام کر لیا اور حدیث کا مطالعہ شروع کیا اور ناقدانہ بصیرت اس میں پیدا کی۔ یہ مذہباً آزاد خیال تھے اور شراب کے بھی عادی تھے، نماز روزہ کے بھی زیادہ پابند نہ تھے شطرنج بھی خوب کھیلتے تھے اور رباب بھی اچھا بجاتے تھے۔

ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام فتح المنان تھا اور ایک رسالہ ان آیات پر بھی لکھا جو ایک دوسرے کی متعارض ہیں۔ اس کا نام مشکلات القرآن تھا۔ زمخشری کی کشاف پر بھی حاشیہ لکھا۔ ہیئت پر بھی دو کتابیں اپنے بعد چھوڑیں: نہایت الادراک فی درایت الافلاک — التحفۃ الشاہیہ فی الہیئت —

طب میں بھی متعدد کتابیں لکھیں جن میں ایک آنکھ کی بیماریوں سے متعلق ہے۔

حوالہ جات: (ابوالفداء۔ طبقات (سبکی)۔ بغیۃ الوعاۃ (سیوطی))

۱۹۹۔ قطرب، ابو علی محمد بن احمد المستنصر ———— ولادت (بصرہ) نامعلوم — وفات: ۲۰۶ھ (عہد مامون الرشید میں)

نحو، سیبویہ سے حاصل کی اور اعتزال کی تعلیم نظام سے۔ عہد مامون الرشید میں اس کے وزیر ابو دلاف کے بچوں کے اتالیق رہے۔ قرآن کی ایک تفسیر بھی معتزلہ عقاید کے نقطۂ نظر سے لکھی تھی اور اپنے ان عقاید کی تبلیغ بھی اپنے مواعظ و خطبات میں آزادی سے کی۔

عربی لٹریچر پر ایک ایسی کتاب بھی لکھی جس میں قرآن اور قبل اسلام کے شعراء سے مدد لے کر بتایا تھا کہ محض اعراب کے اختلاف سے ایک لفظ کے معنی کس طرح بدل جاتے ہیں مثلاً کَلام (گفتگو) کِلام (زخم) کُلام (چٹان)۔ اس کتاب کا نام المثلث تھا۔ ایک اور تصنیف کتاب الاضداد بھی ہے جس میں متضاد معنی والے الفاظ جمع کئے ہیں۔

حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم)۔ وفیات (ابن خلکان)۔ حیات الحیوان (دمیری))

۲۰۰۔ القفطی، علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبدالواحد ———— ولادت (قفط): ۵۶۵ھ / ۱۱۷۲ء

یہ اس خانداں کے فرد تھے جو ایوبیوں کے عہد میں عہدۂ قضا تین نسلوں سے سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ خود بھی اسی عہدہ پر ممتاز تھے لیکن ان کا رجحان زیادہ تر علمی تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن اور قاہرہ میں حاصل کی۔ پھر اپنے باپ کے ساتھ بیت المقدس چلے گئے اور یہاں سلسلۂ تعلیم جاری رکھا۔ چند سال بعد یہ حلب گئے جہاں ان کا مربی و قدر دان (فارس الدین میمون) صلاح الدین کے بیٹے، ملک الظاہر غازی کا وزیر تھا اور عہدۂ میر افشا پر فائز ہو گئے۔ جب فارس الدین کا انتقال ہو گیا تو سلطان نے انھیں خازن و دیوان بنا دیا۔ یہ بڑا عالمانہ و مورخانہ ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے محمود بن سبکتگین اور اس کے خاندان کی ایک تاریخ لکھی جو ضایع ہو گئی۔ ایک کتاب سلاجقہ کی تاریخ کی بھی لکھی تھی جو باقی نہ رہی۔ ایک تاریخ عربی ادب کی بھی مرتب کی تھی، لیکن ان کی معرکۃ الآرا کتاب "اخبار العلماء باخبار الحکماء" ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم یونانی سے علماء عرب نے کتنا فایدہ اٹھایا۔ اب اس کتاب کا صرف خلاصہ موجود ہے جسے "محمد علی الزوزنی" نے مرتب کیا تھا۔

حوالہ جات: (ارشاد الاریب (یاقوت)۔ حسن المحاضرہ (سیوطی))

۲۰۱۔ القلقشندی، شہاب الدین ابو العباس احمد بن علی بن احمد بن عبداللہ بن ابی غدہ ———— وفات: ۸۲۱ھ / ۱۴۱۸ء

بڑی وسیع معلومات کے مصنف و ادیب تھے۔ ان کی تصنیف "صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء" مشہور کتاب ہے جو اہل دفاتر کے لئے لکھی گئی تھی اور جس میں تمام جغرافی، تاریخی و ادبی معلومات اکٹھا کر دی تھیں۔ ان کی ایک اور تصنیف ہے: نہایت الارب فی معرفۃ قبایل العرب۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۰۲۔ القلیوبی، احمد بن احمد بن سلامہ شہاب الدین ———— وفات: ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء

فقہ، جغرافیہ، طب اور ادبیات پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں ۱۲ باقی رہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: کتاب المجربات (طب)۔ معراج النبی۔ معرفۃ اسماء البلاد۔ کتاب الحکایات۔ کتاب الصلوات۔ التذکرۃ فی الطب۔ نوادر القلیوبی

حوالہ جات: (خلاصۃ الآثار (محبی)۔ خطط الجدیدہ (علی پاشا مبارک))

۲۰۳۔ الکاشی، جمشید بن مسعود بن محمود غیاث الدین ———— وفات: ۸۴۰ھ / ۱۴۳۶ء

ایرانی النسل ماہر فلکیات تھے اور الغ بیگ کی رصدگاہ کے سب سے پہلے مہتمم۔ ریاضی اور ہیئت کے مطالعہ کے بڑے شایق تھے، ہیئت کے متعدد زیج اور نقشے طیار کئے۔ علم طب کے بھی ماہر تھے۔

خاص تصانیف یہ ہیں: زیج الخاقانی (فارسی)۔ مفتاح الحساب۔ الرسالۃ الکمالیہ۔ رسالۃ فی استخراج جیب درجۂ واحدہ۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

194

۔ الکرخی، ابوبکر محمد بن الحسن ———— وفات: ۴۱۰ھ/۱۰۱۹ء اور ۴۲۰ھ/۱۰۲۹ء کے درمیان

عرب کے نہایت مشہور ریاضی داں تھے۔ بُویہ حکومت کے زمانہ میں جب فخرالملک وزیر تھا تو یہ بغداد میں موجود تھے۔ ان کی دو کتابیں ریاضی پر اب بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک "کافی فی الحساب" اور دوسری الفخری (جبر و مقابلہ)۔ ان کا ترجمہ جرمن زبان میں بھی ہو چکا ہے۔

حوالہ: (ابن خلکان)

195

۔ الکسائی، علی بن حمزہ بن عبداللہ بن رحمان بن فیروز ———— وفات (کوفہ) ۱۸۹ھ/۸۰۵ء

مشہور نحوی و ماہر زبان تھے۔ ابتدائی تعلیم کوفہ میں پائی، پھر بصرہ میں خلیل بن احمد (مشہور نحوی) سے تحصیل علم کی، خلیل نے انھیں نجد کے بدوی قبایل کے پاس زبان سیکھنے کے لئے بھیجدیا۔ جب یہ بصرہ واپس آئے تو خلیل کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کی جگہ کسائی کو ملی اور بغداد میں مستقل قیام کرلیا۔ یہاں مشہور قاری حمزہ زیات کی قرأت کے مطابق درس دینا شروع کیا، لیکن بعد کو خود ایک نیا طریقہ قرأت کا پیدا کیا، چنانچہ قرآن کے سات قاریوں میں سے ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ ہارون الرشید نے اپنے لڑکوں امین و مامون کی تعلیم کے لئے بھی انھیں مامور کیا تھا۔ سیبویہ مشہور نحوی ان کا معاصر و رقیب تھا اور ان دونوں میں چلتی رہتی تھی۔ متعدد تصانیف کیں جن میں صرف ایک کتاب رسالۃ فی لحن العامۃ (قرأت) پر باقی رہی۔

حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم) - الاغانی - تہذیب التہذیب (ابن حجر))

196

۔ کمال الدین الفارسی، محمد بن الحسن، ابوالحسن ———— وفات: ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء

یہ ابن ہیثم کے مرتبہ کے عالم تھے۔ ریاضیات، فلکیات کے بڑے ماہر۔ بصریات (OPTICS) پر متعدد رسایل لکھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف)

197

۔ الکندی، ابوعمر محمد بن یوسف ———— وفات (فسطاط): ۳۵۰ھ/۹۶۱ء

محدث و مورخ تھے یہ عرب کے قبیلۂ کندہ سے متعلق تھے اور عمر بن العاص کے ساتھ مصر آگئے تھے۔ حدیث کی تعلیم ابن قدید اور نسائی سے حاصل کی اور اخیر عمر میں خود بھی حدیث کا درس دینے لگے۔ لیکن تاریخ کا مطالعہ ان کا خاص ذوق تھا۔ ان کی دو تاریخی کتابیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: ایک امراء مصر (مصر کے گورنروں کے حالات میں) اور دوسری القضاۃ (مصر کے قاضیوں کے حالات میں)

حوالہ جات: (الخطط (مقریزی)۔ تاریخ الاسلام (ذہبی))

198

۔ ماتریدی، ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الحنفی المتکلم الماتریدی السمرقندی ———— وفات (سمرقند): ۳۳۳ھ/۹۴۴ء

فقہ و کلام کے ماہر تھے اور ماتریدی مسلک کے امام۔ ماتریدی اور اشعری دراصل دونوں اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن ماوراءالنہر میں اس کو ماتریدی ہی کہتے ہیں۔

اشعری، طحاوی اور ماتریدی تینوں ہم عصر تھے اور معتزلی عقاید کے مخالف۔ لیکن مورخین نے ماتریدی کا ذکر بہت کم کیا ہے۔

ماترید، سمرقند کا ایک قصبہ تھا اور یہیں یہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں۔ حنفی مسلک کو ماتریدی کیوں کہنے لگے اس کا صحیح علم حاصل نہیں۔ لیکن اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ ابو حنیفہ کا شمار بھی متکلمین میں ہوتا تھا اور ماتریدی بھی اسی جماعت کے فرد ہونے کی بنا پر دوسری فقہا کے مقابلہ میں ابو حنیفہ کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے حنفی اور ماتریدی دونوں ایک مسلک سمجھے جانے لگے۔ تاہم ان دونوں کے عقاید اور بعض مسایل فقیہہ میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے۔

ان کی بعض تصانیف کی فہرست یہ ہے:

کتاب التوحید - کتاب المقالات - کتاب رد اوائل الادلۃ - الکعبی - کتاب بیان وہم المعتزلہ - کتاب تاویلات القرآن۔

حوالہ جات: (انساب (سمعانی) - معجم (یاقوت) - ابن خلکان)

۲۱۰ (۱۹۶) - مالک بن انس، ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن الحارث بن غیمان بن خثیل بن عمر بن الحارث الاصبحی

ولادت: (۹۰ھ اور ۹۷ھ کے درمیان) -- وفات (مدینہ): ۱۷۹ھ

مشہور فقیہ و محدث - مالکی فقہ کے امام - ان کے چچا اور دادا بھی محدث تھے اس لئے ابتداءً انھوں نے بھی حدیث پڑھی - صاحب اغانی کا بیان ہے کہ اول اول انھیں مغنی بننے کا خیال پیدا ہوا، لیکن چونکہ بہت بدصورت تھے اس لئے ان کی ماں نے فقہ کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے مشہور فقیہ ربیعہ بن فرخ کے ساتھ فقہ حاصل کی۔ یہ ربیعہ وہی ہیں جنھوں نے فقہ میں رائے سے کام لینے کو بھی جایز قرار دیا اور اس طرح ان کا نام ہی "ربیعۃ الرائے" پڑ گیا۔ ان کے استادوں کی فہرست بہت طویل ہے یہاں تک کہ بعض نے ۹۰۰ کی تعداد ظاہر کی ہے جن میں ۳۰۰ تابعین بھی شامل تھے۔ انھوں نے قرأت کا فن بھی حاصل کیا اور ۹۵ شیوخ سے احادیث کی روایت کی

جب ۱۴۵ھ میں محمد اور ابراہیم بن عبداللہ (علوئین) نے خروج کیا تو خلیفہ منصور عباسی نے انھیں کو طرف ار حسین کے پاس مکہ روانہ کیا تھا کہ یہ دونوں بھائی حکومت کے حوالہ کر دئے جائیں لیکن اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس خدمت کے صلہ میں عبداللہ کی ضبط شدہ جایداد کا کچھ حصہ انھیں بھی مل گیا۔ ۱۴۵ھ میں محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں اقتدار پیدا کر لیا تو انھوں نے فتویٰ دیا کہ منصور کی خلافت پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ اسکی پابندی پر مجبور نہیں ہیں کیونکہ یہ بیعت بہ جبر حاصل کی گئی تھی۔ جب یہ بغاوت ۱۴۵ھ میں ختم ہوئی تو جعفر بن سلیمان گورنر مدینہ نے مالک بن انس کو بھی گرفتار کرکے کوڑے لگوائے جس سے ان کا ایک شانہ اتر گیا۔ لیکن بعد کو حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات پھر استوار ہو گئے کیونکہ جب خلیفہ مہدی نے خانۂ کعبہ کی عمارت میں کچھ تبدیلی پیدا کرنا چاہی تو ان سے مشورہ کیا اور جب ہارون الرشید مکہ گیا تو وہ بھی ان سے ملا لیکن ان روایات کو بعض مستشرقین نے صحیح قرار نہیں دیا۔ انھوں نے ۸۵ سال کی عمر پائی اور ۱۷۹ھ میں انتقال کیا جو زمانہ امام شافعی کے شباب کا تھا۔

ان کی شہرت کا انحصار ان کی مشہور کتاب موطا پر ہے جو اسلام کا سب سے پہلا مجموعہ مسایل فقہیہ کا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی کافی چھان بین کر لی تھی۔ ابوحنیفہ کی طرح انھوں نے بھی کوئی علیحدہ فقہی مسلک اپنا قایم نہیں کیا تھا، بلکہ بعد کو ان کے شاگردوں نے بعض مسایل فقہ میں امام شافعی سے اختلاف کرکے مالکی فقہ کی بنیاد ڈالی۔ مالکی مسلک شمالی افریقہ و اسپین میں زیادہ مقبول ہوا۔

حوالہ جات: (کتاب المعارف (ابن قتیبہ) - کتاب الفہرست (ابن ندیم) - کتاب الانساب (سمعانی) - ابن خلکان - تزئین الممالک (سیوطی))

۲۰۵

۲۱۱ - الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ——— وفات (بغداد): ۴۵۰ھ (عمر ۸۶ سال)

شافعی فقیہ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بغداد و بصرہ میں درس دینے لگے اور پھر متعدد شہروں (نیشاپور وغیرہ) میں قاضی ہو گئے۔ اخیر میں بغداد کو اپنا مستقر بنا لیا۔ یہ زمانہ القادر (عباسی) کی خلافت کا تھا اور عراق میں بویہ حکومت کا۔ جب جلال الدین بویہ نے خلیفہ المقتدر کو لکھا کہ اسے شہنشاہ کا خطاب ملنا چاہیئے تو الماوردی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور اس طرح بویہ حکومت اس کی مخالف ہو گئی۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے: تفسیر القرآن۔ کتاب الحاوی الکبیر فی الفروع۔ کتاب الاحکام السلطانیہ۔ نصیحۃ الملوک۔ تسہیل النظر۔ قوانین الوزارۃ۔ اعلام النبوۃ۔ ادب القاضی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - یاقوت - السبکی)

۲۰۶

۲۱۲ - محمد باقر مجلسی

اصفہان کے شیخ الاسلام اور ایران کے نہایت نامور شیعی علماء میں سے تھے اور ادبیات، فقہ اور دینیات کے بڑے زبردست ماہر۔ ان کے فضل و کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شاہ سلیمان نے اپنی لڑکی کا عقد ان سے کرنا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ ان کی تصنیف "حق الیقین" شیعی جماعت میں بڑی زبردست استنادی حیثیت رکھتی ہے جس میں شیعی فقہ کی صداقت کو مناظرہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۲۶ جلدوں پر مشتمل ہے۔ حدیث پر بھی انھوں نے ایک کتاب "بحار الانوار" کے نام سے لکھی تھی۔

حوالہ: (بیل)

202

۲۰۲ - محمد عبدہ ——— ولادت: ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۹ء — وفات: ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

زیریں حصہ مصر کے ایک فلاح کے لڑکے تھے - ان کا لڑکپن ایک قریہ محلۃ النصر میں بسر ہوا، اور وہیں قرآن حفظ کیا - ۱۸۶۲ء میں وطنطہ کے اسکول میں بھیجدئے گئے۔ لیکن ڈیڑھ سال کے بعد اسے چھوڑ دیا اور اپنے چچا کی نگرانی میں تعلیم پانے لگے - ۱۸۶۶ء میں جامع ازہر چلے گئے - یہ وہ زمانہ تھا جب مصر میں جدید تحریکات شروع ہوگئی تھیں اور جدید علوم و فنون کی طرف لوگ متوجہ ہو رہے تھے - یہاں پہونچ کر ان کا میلان تصوف کی طرف ہوگیا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ لیکن انکے چچا نے اس ارادہ سے باز رکھا اور دنیا میں کچھ کام کرنے کی طرف آمادہ کیا۔ اتفاق سے اسی وقت (۱۸۷۲ء میں) سید جمال الدین افغانی مصر آئے اور انھوں نے عبدہ کو جدید علوم و فنون، زمانہ کے جدید رجحانات اور دنیائے اسلام کے سیاسی مسایل کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ محمد عبدہ نے اپنی تصنیف رسالۃ الواردات میں جمال الدین کو اپنا ہادی و مرشد ظاہر کیا ہے۔ جب خدیو اسماعیل کے آخری زمانہ میں مصر کے سیاسی حالات میں کچھ انقلاب کے آثار پیدا ہوئے تو عبدہ نے صحافت اختیار کی -

جامع ازہر سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد وہ دار العلوم میں پروفیسر ہوگئے (جو چند سال قبل اس لئے قایم کیا گیا تھا کہ مذہبی تعلیم معقولات کے پیش نظر دیجائے)، لیکن اسماعیل کے بعد جب توفیق خدیو ہوا تو عبدہ کو ان کے گاؤں بھیجدیا گیا اور جلال الدین کو مصر سے نکال دیا گیا، لیکن اس کے بعد ہی مصر میں لبرل وزارت قایم ہوئی تو ۱۸۸۰ء میں عبدہ کو بلاکر سرکاری جریدہ "وقایع المصریہ" کا چیف اڈیٹر بنا دیا گیا۔

جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ دونوں اسلامی ممالک کی ترقی و آزادی کے خواہاں تھے، لیکن ان دونوں کے طریق کار میں اختلاف تھا، جمال الدین فوری انقلاب چاہتے تھے اور عبدہ تدریجی کے قایل تھے اور سب سے پہلے وہ عوام کی ذہنی تربیت اور عام تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے - اتفاق سے اسی وقت عربی پاشا نے خروج کیا اور ہر چند اس تحریک میں محمد عبدہ نے کوئی حصہ نہیں لیا تھا، لیکن جب یہ ہنگامہ فرو ہوا اور عربی پاشا ناکام رہا تو محمد عبدہ کو ۱۸۸۲ء کے آخیر میں مصر سے جلاوطن کردیا گیا۔ یہاں سے نکل کر وہ پہلے بیروت گئے اور پھر پیرس - یہاں ۱۸۸۴ء میں جمال الدین افغانی سے ملکر ایک سوسائٹی عروۃ الوثقیٰ کے نام سے قایم کی اور اسی نام سے ایک اخبار جاری کیا جو آٹھ مہینے تک جاری رہنے کے بعد بند ہوگیا، لیکن اتنے ہی عرصہ میں اس نے مشرق کی اسلامی دنیا میں کافی بیداری پیدا کردی اس کے بعد کچھ دنوں تک عبدہ نے تیونس میں عروۃ الوثقیٰ کا پروپاگنڈا کیا اور پھر ۱۸۸۵ء میں بیروت میں قیام کرکے درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔ اسی زمانہ میں افغانی کے ایک فارسی رسالہ کا عربی ترجمہ "رسالۃ الرد علی الدہریین" کے نام سے کیا اور دو ادبی تصانیف (شرح نہج البلاغہ - شرح مقامات بدیع الزمان الہمذانی) شایع کیں۔

۱۸۸۹ء میں یہ پھر قاہرہ طلب کئے گئے اور جج کا عہدہ تفویض ہوا۔ ۱۸۹۴ء میں یہ جامع ازہر کی مجلس انتظامیہ کے رکن بھی ہوگئے اور انھوں نے وہاں بہت سی اصلاحیں کیں۔ ۱۸۹۹ء میں انھیں مفتی اعظم بنا دیا گیا اور اخیر وقت تک اس خدمت پر مامور رہے، اسی ملازمت کے سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "تقریر فی اصلاح المحاکم الشرعیہ" ہے۔ علاوہ اس کے اور بھی کئی کتابیں شایع کیں مثلاً: رسالۃ التوحید - کتاب البصائر النا صریہ (منطق) الاسلام والنصرانیۃ فی العلم والمدنیۃ -

عبدہ نے تفسیر قرآن بھی لکھنا شروع کی تھی اور جس کے اجزا اخبار المنار میں شایع ہوتے رہتے تھے لیکن یہ کام پورا نہ ہوسکا۔ اس کے بعض مضامین کا ترجمہ فرانسیسی میں بھی شایع ہوئے -

عبدہ، قدامت پرستی کے مخالف تھے اور وہ مذہبی مسایل کو بھی نئی روشنی میں دیکھنا چاہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام رجعت پسند علماء ان کے دشمن ہوگئے اور علامہ رشید رضا اڈیٹر المنارہ کی مخالفت بھی شروع ہوگئی جو عبدہ کے بڑے معرف تھے -

وہ چاہتے تھے کہ مذہب میں جو رسوم غیر شرعیہ رائج ہوگئے ہیں انھیں رد کرکے قرون اولیٰ کی سی سادگی پیدا کی جائے۔ اسی کے ساتھ وہ عربی زبان میں بھی اصلاح و ترقی چاہتے تھے اور سیاسی حیثیت سے وہ مصر کی مکمل آزادی کے خواہاں تھے - مذہب کے باب میں وہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نظریوں سے زیادہ متاثر تھے اور وہ مذہبی اعتقادات میں اتنی لچک پیدا کرنا چاہتے تھے کہ جدید علوم و فنون اور نئی ذہنی ترقیوں کا ساتھ دے سکے - وہ تقلید محض کو برا جانتے تھے زمانہ کے اقتضاء کے لحاظ سے فقہی مسایل میں اجتہاد و تبدیلی کے قایل تھے، تاکہ وہ عوام کی موجودہ ضروریات اور سائنس کی ترقی کا ساتھ دے سکے۔ وہ قبر پرستی

اور پیر پرستی کے بھی سخت مخالف تھے، وہ قرآن کو "مخلوق" کہتے تھے اور الہام وحی کو انسان کا ملکۂ ذاتی قرار دیتے تھے اور معجزوں کے بھی قایل نہ تھے۔

حوالہ (دائرۃ المعارف اسلامی)　　203

۲۱۴- المدائنی، علی بن عبداللہ بن ابی سیف ابوالحسن ——— ولادت (بصرہ): ۱۳۵ھ / ۷۵۲ء — وفات (بغداد): ۲۲۵ھ / ۸۳۹ء

عرب مصنف و مورخ تھے۔ اول اول فقہ کی طرف توجہ کی لیکن پھر تاریخ و ادبیات کی طرف متوجہ ہو گئے وہ کچھ زمانہ تک مدائن میں رہے لیکن پھر بغداد چلے گئے۔ یہ بڑی وسیع تاریخی معلومات رکھتے تھے۔ انھوں نے سیرت رسول، خلفاء کے فتوحات اور شعراء کا تذکرہ بھی کچھ لکھا۔ ابن ندیم نے ان کی تصانیف کی تعداد ۲۳۹ ظاہر کی ہے، لیکن پھر بھی اس نے بہت سی کتابوں کا ذکر نہیں کیا مثلاً:

اخبار زفار بن الحارث (تاریخ) - کتاب الفرج بعد الشدۃ (ادب) - کتاب المغربین (ادب) - خزانۃ الادب۔

ان کی تاریخی تصانیف میں: "اخبار الخلفاء الکبیر" بڑی مفصل تاریخ ہے جس میں خلیفہ معتصم تک کے حالات پائے جاتے ہیں۔

حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم) - ارشاد الاریب (یاقوت))

۲۱۵- المرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی ——— وفات: ۵۹۳ھ / ۱۱۹۷ء

مشہور حنفی فقیہ تھے اور کتاب ہدایہ کے مصنف جو درس نظامی میں شامل تھی۔ انھوں نے فقہ و حدیث سیر و سیاحت کر کے متعدد علماء و فضلاء سے پڑھی۔ بعض تصانیف یہ ہیں:

نشر المذہب - مناسک الحج - کتاب الفرایض - مختصرات النوازل - بدایہ (جس کی شرح ہدایہ ہے)

حوالہ جات: (الجواہر المضیئۃ (القرشی) - فواید البہیہ (عبدالحی فرنگی محلی))　　205

۲۱۶- المسعودی، ابوالحسن علی بن الحسین ——— وفات (فسطاط): ۳۴۶ھ / ۹۵۷ء

چوتھی صدی ہجری کے مشہور سیاح، مورخ و جغرافی تھے یہ بغداد میں پیدا ہوئے، کمسنی میں فارس کا سفر کیا اور ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء کا ایک حصہ اصطخر میں گزارا دوسرے سال وہ ہندوستان میں ملتان و منصورہ تک آئے، اس کے بعد کمبایت، صیمور اور سیلون گئے۔ یہاں سے ایک چینی قافلہ کے ہمراہ بحر چین کی سیاحت کی اور وہاں سے لوٹ کر زنجبار اور عمان گئے، ۳۱۴ھ / ۹۲۶ء میں فلسطین گئے، ۳۳۲ھ / ۹۴۳ء میں انطاکیہ اور شام کے علاقہ کی سیاحت کی اور پھر ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء میں دمشق آئے۔ آخر میں بمقام فسطاط انتقال ہو گیا۔

ان کی سیر و سیاحت کا مقصد زیادہ تر تحصیل علوم و فنون تھا لیکن ان کی معلومات زیادہ تر سطحی تھیں۔ انھوں نے لسانیات، فقہ، فلسفہ، ادب، سیاست و اخلاق پر متعدد موضوع پر لکھا لیکن اکثر تصانیف ضایع ہو گئیں اور آخر کار صرف مورخ کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ۳۳۲ھ / ۹۴۳ء میں تاریخ عالم لکھنا شروع کی جس کا نام "کتاب اخبار الزمان و من ابادہ الحدثان من الامم الماضیہ والاجیال الخالیہ والممالک الداثرہ" تھا اور ۳۰ جلدوں میں پوری ہوئی تھی لیکن اب اس کی صرف ایک جلد پائی جاتی ہے۔ دوسری تصنیف کتاب الاوساط ہے جس میں اسی تاریخ عالم کے اقتباسات سے کام لیا گیا ہے۔ ان کی بہت مشہور تصنیف "مروج الذہب و معادن الجواہر" انھیں دونوں کتابوں کا خلاصہ ہے جسے انھوں نے ۳۳۶ھ / ۹۴۷ء میں پورا کیا تھا۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور تمام مغربی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اخیر عمر میں انھوں نے کتاب التنبیہ والاشراف لکھی جس میں انھوں نے اپنی تمام تصنیفی زندگی کا جایزہ لیا ہے۔ یہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔

حوالہ جات: (الفہرست (ابن ندیم) - ارشاد الاریب (یاقوت) - طبقات الشافعیہ (السبکی))　　205

۲۱۷- مسلم بن الحجاج ابوالحسین القشیری النیشاپوری ——— ولادت (نیشاپور): ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء یا ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء — وفات: ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء

مشہور محدث تھے۔ ان کی صحیح مسلم کا شمار حدیث کی چھ مشہور کتابوں میں سے ہے جنھیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے عرب، مصر، شام و عراق کا سفر کیا اور بڑے بڑے اکابر احادیث سے روایت حاصل کیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے تین لاکھ احادیث فراہم کر کے ان کا انتخاب کیا جسے صحیح مسلم کہتے ہیں جس میں انھوں نے اسناد کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے۔ فقہ اور تذکرہ محدثین پر بھی انھوں نے متعدد تصانیف کیں لیکن باقی نہ رہیں۔

حوالہ جات: (تہذیب (نووی) - ابن خلکان)

۲۱۸ - مُطرزی، ابوالفتح ناصر بن عبدالسید بن علی بن المطرز ——— ولادت (خوارزم): ۵۳۸ھ/۱۱۴۴ء — وفات (خوارزم): ۶۱۰ھ/۱۲۱۳ء

نحوی، فقیہ و ادیب تھے۔ یہ اسی سال پیدا ہوئے جس سال زمخشری کا انتقال ہوا، اسی لئے انھیں خلیفۃ الزمخشری کہنے لگے۔ یہ معتزلہ جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور فقہ حنفی کے موید تھے۔ ان کی کتاب "المغرب فی اللغۃ" بڑی مشہور و مفید تصنیف ہے جس میں فقہ و احادیث کی تمام اصطلاحات جمع کر دی ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب اپنے لڑکے کے لئے بھی لکھی جس کا نام "الاقناع" ہے اس میں عربی کے مترادف الفاظ جمع کر دئے گئے ہیں۔ ایک کتاب نحو پر بھی لکھی جس کا نام "المصباح فی النحو" ہے۔ انھوں نے مقامات حریری کی بھی شرح لکھی تھی۔ وہ خود بھی اچھے شاعر تھے۔

حوالہ: (بغیۃ الوعاۃ (سیوطی))

---

۲۱۹ - معین المسکین، معین الدین محمد امین بن حاجی محمد الفراہی الہروی، المتخلص بہ معینی ——— وفات: ۹۰۷ھ/۱۵۰۱ء

مشہور محدث تھے۔ انھوں نے ... اس فن کو حاصل کیا اور مسجد ہرات میں درس حدیث دیتے رہے۔ ۸۹۱ھ میں اپنے ایک دوست کے کہنے سے رسول اللہ کی سیرت لکھنا شروع کی جو سیرۃ نبوی کے سلسلہ کی بڑی مشہور کتاب ہے۔ اس کا نام "معارج النبوۃ" ہے اور ۲۵ سال اس کتاب کی ترتیب میں صرف کئے۔ ایک تفسیر قرآن بھی لکھی (بحر الدرر) اور ایک مجموعۂ احادیث بھی مرتب کیا: روضۃ الواعظین) ان کے علاوہ انھوں نے موسیٰ کی تاریخ لکھی جس کا نام "تاریخ موسوی" ہے اور یوسف و زلیخا کا قصہ بھی (احسن القصص)

حوالہ: (حبیب السیر)

---

۲۲۰ - معین الدین محمد ہروی[1]

ہرات کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے یہودیوں کی ایک تاریخ لکھی جس کا نام تاریخ موسوی ہے۔ ہرات کی تاریخ میں ایک کتاب روضۃ الجنات کے نام سے تصنیف کی۔ ان کی ایک کتاب معارج النبوۃ ہے اور دوسری روضۃ الواعظین۔ یہ نویں صدی ہجری میں پائے جاتے تھے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

---

۲۲۱ - المفضل بن محمد بن یعلی بن عامر بن سالم بن الرمال الضبی ——— وفات: ۱۶۴ھ اور ۱۷۰ھ کے درمیان

وہ ان کوفہ کے مشہور نحوی اور ماہر لسانیات تھے ... میں سے تھے۔ جب عباسی خلیفہ المنصور کے خلاف علویین نے ابراہیم بن عبداللہ کی قیادت میں خروج کیا تو یہ بھی اس میں شریک تھے۔ جب ابراہیم قتل ہوا تو یہ بھی قید کر دئے گئے، لیکن بعد کو خلیفہ نے ان کا قصور معاف کر کے اپنے بیٹے المہدی کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اخیر عمر میں کوفہ میں قیام کر کے درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔

یہ عہد جاہلیت کی شاعری کے مستند راوی و ماہر سمجھے جاتے تھے اور خود بھی بڑے مرتبہ کے شاعر تھے۔ یہ عربی زبان کے محاورات اور ایام عرب کے انساب کے بڑے ماہر تھے۔ متعدد کتابیں لکھیں: کتاب الامثال - کتاب العروض - کتاب معنی الشعر - کتاب الالفاظ (لغت)، مفضلیات (قدیم شعراء عرب کے کلام کا انتخاب)

حوالہ جات: (کتاب الاغانی - فہرست (ابن ندیم) - ارشاد الاریب (یاقوت))

---

۲۲۲ - المقّاری، ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ التلمسانی المالکی شہاب الدین

ولادت (تلمسان): ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء — وفات (قاہرہ): ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۲ء

ماہر ادبیات و سوانح نگار تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ اس کے بعد مراکش اور فاس میں ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء سے ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ء تک مسجد القرویین کے امام رہے اس کے بعد حج کے لئے مکہ آئے اور ۱۰۲۹ھ میں قاہرہ واپس گئے اور شادی کر لی۔ اس کے بعد کئی بار مکہ گئے اور وہاں حدیث پڑھی۔ پھر قاہرہ گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ان کی بڑی اہم تصنیف اسپین کی مسلم حکومت کی بسیط تاریخ ہے جس کا نام "نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب و ذکر وزیرہا ابن الخطیب" ہے۔ انھوں نے ایک اور اہم کتاب لکھی: "ازہار الریاض فی اخبار القاضی العیاض"

حوالہ جات: (در الثمین (محمد میارہ) - ریحانۃ الالباء (الخفاجی) - خلاصۃ الآثار (المحبی))

---

[1] یہ نام نمبر ۲۱۹ آگیا (ملاحظہ ہو نمبر ۲۱۹)

۲۲۳- المقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی الخراسانی البلخی، ابوالحسن ——— ولادت (بلخ)۔ وفات (بصرہ): ۱۵۰ھ

مفسر و محدث تھے - ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ محدث ہونے کی حیثیت سے ان کی شہرت مجروح ہے - فقہ میں وہ مُرجئہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور سیاسی حیثیت سے وہ زیدیہ جماعت کے طرفدار تھے - انھوں نے ادبیات پر بھی بعض رسایل لکھے اور حدیث و قرآن پر بھی۔ ابن ندیم اور حاجی خلیفہ نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست دی ہے - قدریہ جماعت کے رد میں بھی ایک رسالہ لکھا تھا۔

حوالہ جات: (کتاب الاشتقاق (ابن درید) - ابن اثیر - تہذیب الاسماء (نووی))

۲۲۴- المقدسی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد الشامی، المعروف بہ البشاری ——— ولادت: ۳۳۶ھ / ۹۴۶ء - وفات (اندازاً): ۳۹۱ھ / ۱۰۰۰ء

چونکہ ان کی جائے ولادت یروشلم تھی اس لئے انھیں "مقدسی" کہتے ہیں - ان کے دادا ابوبکر البنا، فلسطین کے ماہر فن تعمیر تھے اور اخیر عمر میں یروشلم چلے گئے تھے یہ خود بھی اس فن کے ماہر تھے - انھوں نے جغرافی تصنیف "احسن التقویم فی معرفۃ الاقالیم" ۳۷۵ھ / ۹۸۵ء میں مکمل کی جس میں انھوں نے ابن مدتک البلخی، الاصطخری اور ابن حوقل کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے - اس کا ترجمہ یوروپ کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے -

حوالہ: (اسلامی ہند (نیاز))

۲۲۵- المقریزی، ابوالعباس احمد بن علی بن عبدالقادر الحسینی تقی الدین ——— ولادت (قاہرہ): ۷۶۶ھ / ۱۳۶۴ء - وفات (قاہرہ): ۸۴۵ھ / ۱۴۴۲ء

مشہور عرب مورخ تھے - ابتدائی تعلیم حنفی فقہ کی ہوئی لیکن بعد کو شافعی مسلک اختیار کر لیا - اول اول وہ قاہرہ کے [illegible] وزیر مقرر ہوئے اور پھر مویدیہ مدرسہ میں حدیث کے معلم ہو گئے، ۸۱۰ھ / ۱۴۰۸ء میں وہ قلانسیہ کے مہتمم اوقاف ہو گئے اور پھر دمشق میں مدرسہ اشرفیہ و اقبالیہ میں درس و تدریس پر مامور ہوئے دس سال کے بعد وہ قاہرہ واپس آئے اور یہیں انتقال ہوا - اخیر عمر تصنیف و تالیف میں صرف کی - سب سے پہلے تاریخ مصر لکھی - ان کی مشہور ترین کتاب خطط ہے جس میں اس نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ قاہرہ و فسطاط کی تاریخ قلمبند کی -

حوالہ: (حسن المحاضرہ (سیوطی))

۲۲۶- الندیم، ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق، البغدادی ——— ولادت (غالباً): ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء

مشہور مورخ و تذکرہ نگار تھے - انھیں ابن ندیم بھی کہتے - ابتدائی حالات بالکل تاریکی میں ہیں - یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس خاندان سے تھے - ان کی تاریخ ولادت کا پتہ بھی خود ہی ان کے بیان سے کچھ کچھ چلتا ہے کیونکہ ۳۷۷ھ میں اوائل عمر میں ایک بزرگ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے - ان کے باپ وراق (کتب فروش) تھے - ان کی جائے ولادت بغداد نہ تھی لیکن عمر کا اکثر حصہ یہیں گزرا، یہیں کے اہل قلم کے ساتھ زندگی بسر کی اور یہیں تعلیم پائی، اسی لئے وہ بغدادی مشہور ہو گئے ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار موصل بھی گئے تھے - لیکن ان دو مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ جانے کا ذکر نہیں ملتا۔ مشہور نحوی سیرافی، ابن المنجم اور ابوسلیمان منطقی سے تعلیم حاصل کرنے کا ذکر انھوں نے کیا ہے - اور احادیث کی روایتیں بھی بعض اکابر حدیث سے کیں اس وقت کے تمام علماء بغداد سے انکے دوستانہ مراسم تھے - تشیع اور اعتزال کی طرف ان کا رجحان زیادہ تھا - اپنے باپ کی طرح وہ بھی کتب فروشی کیا کرتے تھے -

ان کی شہرت کا انحصار تمام تر ان کی تصنیف الفہرست پر ہے جو صرف تاریخ و تذکرہ کی کتاب ہے - یہ مختلف علوم و فنون کے متعلق بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہے -

فہرست دس مقالات پر مشتمل ہے - پہلے چھ مقالات میں قرآن، نحو، تاریخ، شاعری عقاید و دینیات کا ذکر کیا ہے اور باقی چار مقالات میں فلسفہ ادبیات، تاریخ مذاہب اور علم الکیمیا کی معلومات درج کی ہیں - تذکرہ کے سلسلہ میں انھوں نے اکابر علم و ادب کے ساتھ ان کی تصنیفات کا بھی ذکر کیا ہے اور اس لحاظ سے اس کی کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہے - اور تمام دوسرے مشہور مورخین نے (مثلاً یاقوت، ابن قفطی، ابن ابی اصیبعہ، ذہبی، ابن حجر عسقلانی حاجی خلیفہ اور خفاجی) اس کتاب سے بہت فایدہ اٹھایا -

ابن ندیم کی ایک اور تصنیف ہے: "کتاب الاوصاف والتشبیہات" لیکن یہ ضایع ہو گئی -

(دائرۃ المعارف - اسلامی)

۲۲۷ - النسائی، ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان ——— وفات: ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء

ان کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں، مشہور جامع احادیث تھے، جن کا مجموعۂ احادیث صحاح ستہ میں شامل ہے۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے بہت سفر کیا اور عرصہ تک مصر میں رہنے کے بعد دمشق میں اقامت اختیار کرلی۔ چونکہ یہ علویین کے طرفدار تھے اس لئے بنو امیہ کے تشدد کو برداشت نہ کرکے مرگئے یہ مکہ میں مدفون ہیں۔ ان کے مجموعۂ احادیث میں بعض ایسے ابواب بھی ہیں جو دوسرے مجموعوں میں نہیں پائے جاتے۔ انھوں نے ایک کتاب فضایل علی میں بھی لکھی تھی جس کا نام "خصایص امیرالمومنین علی ابن ابی طالب" ہے۔ ایک اور تصنیف "کتاب الضعفاء" بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے

حوالہ جات: (ابن خلکان - طبقات الحفاظ (ذہبی) - کتاب الانساب (سمعانی))

۲۲۸ - النسفی، حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود ——— ولادت (نسف) . وفات (بغداد): ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء

مشہور حنفی فقیہ و ماہر اصول فقہ تھے۔ کرمان کے مدرسہ القطبیۃ السلیمانیہ میں مدرس تھے۔ ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء میں بغداد آئے اور یہیں انتقال کیا۔ مظفر الدین (مصنف مجمع البحرین) اور حسام الدین (شارح ہدایہ) ان کے شاگرد تھے۔

ان کی بہترین تصنیف "کتاب المنار فی اصول الفقہ" ہے جس کی شرح بھی انھوں نے کشف الاسرار کے نام سے لکھی۔ فقہ پر ایک تصنیف کتاب الوافی کے نام سے کی جس کا خلاصہ کنز الدقایق ہندوستان کے درس نظامی میں بھی شامل تھا۔ انھوں نے مدارک التنزیل کے نام سے تفسیر قرآن بھی لکھی۔

حوالہ جات: (کشف الظنون (حاجی خلیفہ) - اعلام الاخیار (کفاوی))

۲۲۹ - نشوان بن سعید بن نشوان الحمیری الیمنی ——— وفات: ۵۷۳ھ / ۱۱۷۸ء

فقہ، لسانیات، تاریخ اور نحو کے بڑے ماہر تھے۔ وہ شاعر بھی تھے انھوں نے آٹھ اور بقول بعض مورخین، ۱۸ جلدوں میں ایک لغت مرتب کیا جس کا نام شمس العلوم تھا۔ فن شعر پر بھی ایک تصنیف کتاب القوافی کے نام سے اپنے بعد چھوڑی۔ ایک کتاب فلسفیانہ انداز کی مذہب پر بھی تصنیف کی جس کا نام: "کتاب حور العین وتنبیہ السامعین" تھا۔

یاقوت کا بیان ہے کہ کوہستان صبر کے ایک بڑے علاقہ پر وہ قابض وحکمراں تھے لیکن حالات زندگی بالکل تاریکی میں ہیں، سیوطی نے معتزلی ظاہر کیا ہے

حوالہ جات: (حاجی خلیفہ - سیوطی - یاقوت)

۲۳۰ - النظام، ابراہیم بن سیار بن حانی بن اسحاق ——— ولادت (بصرہ): ۱۸۵ھ / ۸۰۱ء - وفات (بغداد): ۲۲۱ھ / ۸۳۵ء اور ۲۳۱ھ / ۸۴۵ء کے درمیان

مشہور معتزلی امام تھے۔ بصرہ میں نشو ونما ہوا اور عمر کا آخری حصہ بغداد میں بسر کیا۔ یہ شعر وادب کے بھی بڑے ماہر تھے، لیکن ان کی شہرت کا سبب انکے مذہبی اجتہادات تھے جنھوں نے عہد عباسیہ کے کلچر کو بہت متاثر کیا۔

علم کلام میں اول اول یہ ابوالہذیل العلاف کے شاگرد ہوئے لیکن بعض مسایل میں استاد سے اختلاف ہوگیا اور اعتزال کی ایک نئی شاخ کی بنیاد ڈالی جسے دبستان نظامیہ کہتے ہیں۔

عجیب تربات یہ ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن حافظہ کا یہ عالم تھا کہ قرآن، انجیل، توریت وزبور مع ان کی تفاسیر کے ان کے دماغ میں محفوظ تھیں اس کے علاوہ شعراء عرب کے اشعار، قضاۃ کے فیصلے، فلسفہ وکلام کے تمام مسایل سب یاد تھے۔ ایک بار جعفر برمکی کی مجلس میں ارسطو کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا میں نے ارسطو کی کتاب پر نکتہ چینی کی ہے، جعفر نے کہا "یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ تم اچھی طرح پڑھ بھی نہیں سکتے"۔ نظام نے شروع سے آخر تک ارسطو کی کتاب زبانی سنادی اور ہر مسئلہ پر اپنے اعتراضات بھی سنادئے۔

علم ہندسہ میں انھوں نے طفرہ کا مسئلہ ایجاد کیا۔ طبیعیات میں سب سے پہلے انھوں نے ثابت کیا کہ رنگ، بو، آواز، ذایقہ، روشنی وحرارت وغیرہ اعراض مادی ہیں اور انھیں اعراض سے مادہ مرکب ہوتا ہے۔ وہ اجزاء لایتجزی کے وجود سے منکر تھے اور تناسخ کے قایل۔

ان کے خاص خاص عقاید یہ تھے: (۱) بدی اور گناہ خدا کی قدرت سے خارج ہیں۔ (۲) انسان نام ہے نفس ناطقہ کا اور جسم نفس ناطقہ کے صدور افعال کا آلہ ہے۔ (۳) قرآن کا معجزہ فصاحت وبلاغت نہیں ہے بلکہ یہ کہ اس میں غیب کی باتوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ (۴) اجماع حجت شرعی

نہیں ہے - (۵) احکامِ شرع کے وارد ہونے سے قبل دلایلِ عقل سے خدائی معرفت حاصل کرنا چاہئے - (۶) معجزۂ شق القمر کے وقوع اور جنات کے وجود کے منکر تھے -

ان کی زندگی ہمیشہ فقر و فاقہ میں گزری اور انھوں نے کسی کا احسان لینا کبھی گوارا نہ کیا - علم کلام میں ان کے مشہور شاگرد یہ تھے :

جاحظ - احمد بن حائط (اعتزال کے فرقۂ حائطیہ کے بانی)، ابوعفان نظامی - زرقان -

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامی)

۲۱۹

۲۲۲۱- النعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن احمد المغربی —— وفات (قاہرہ): ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء

فاطمیین مصر کے ابتدائی عہد کے بڑے زبردست فقیہ تھے - یہ پہلے مالکی مسلک رکھتے تھے لیکن بعد کو اسماعیلی ہوگئے - یہ تیسری صدی ہجری کے اخیر میں پیدا ہوئے اور فاطمی خلیفہ المہدی کے نو سال تک ملازم رہے (۳۱۳ھ - ۳۲۲ھ) اور اس دوران میں تاریخ، فلسفہ، فقہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کیا - ۳۳۵ھ / ۹۴۶ء میں یہ قاضی مقرر ہوئے اور المعز (جو تھے فاطمی خلیفہ) کے زمانہ میں ان کا اقتدار بہت بڑھ گیا -

یہ بڑے ذہین و فاضل شخص تھے اور مختلف علوم و فنون کے ماہر - ان کی تصنیف دعائم الاسلام اسماعیلی جماعت میں بڑی مستند کتاب سمجھی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ۴۴ تصانیف چھوڑیں جن میں سے اکثر ضایع ہوگئیں - بعض جو باقی رہ گئیں یہ ہیں : اساس التاویل - تاویل الدعائم - شرح الاخبار - افتتاح الدعوۃ - المجالس والمسایرات -

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامی)

۲۲۰

۲۲۲۲- النووی (النواوی) محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف ... الدمشقی —— ولادت (نوا) ۶۳۱ھ / ۱۲۳۳ء — وفات (نوا): ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء

شافعی فقیہ تھے - ۶۴۹ھ میں دمشق کے مدرسہ رواحیہ میں داخل ہوئے اور طب اور علوم اسلامی حاصل کئے - ۶۵۱ھ میں اپنے باپ کے ساتھ حج کے لئے گئے - ۶۵۵ھ میں لکھنا شروع کیا اور ابو شامہ کے مرنے کے بعد دمشق کے مدرسہ اشرفیہ میں حدیث کے مدرس ہوگئے، لیکن معاوضہ لینے سے انکار کر دیا - ان کی شہرت و عظمت رفتہ رفتہ بہت بڑھ گئی، چنانچہ ایک بار سلطان بیبرس کے پاس جا کر انھوں نے مطالبہ کیا کہ اہلِ شام پر جو فوجی ٹیکس عاید کیا گیا ہے، منسوخ کیا جائے اور مدرسین کی تنخواہوں میں جو کمی کی گئی ہے وہ پوری کی جائے - بیبرس نے انھیں دمشق سے نکال دیا - شادی نہیں کی اور آخر عمر تک مجرد رہے -

محدث ہونے کی حیثیت سے یہ بڑا مرتبہ رکھتے تھے، نقدِ احادیث میں یہ بہت سخت تھے - یہ فنِ حدیث میں صرف چار کتابوں کے قایل تھے - وہ سنن ابن ماجہ اور مسند امام حنبل کو ایک ہی درجہ پر رکھتے تھے اور بخاری کو مسلم پر ترجیح دیتے تھے - صحیح مسلم کی شرح میں انھوں نے علم و تاریخ حدیث پر بھی بڑی مفصل بحث کی ہے - ان کی تصنیف "کتاب الاربعین" بڑی مشہور کتاب ہے - انھوں نے بخاری اور ابوداؤد کے بھی بعض حصوں کی شرح لکھی -

شافعی حلقہ میں ان کی کتاب منہاج الطالبین بڑی وقعت رکھتی ہے - نحو اور فنِ تذکرہ میں بھی متعدد تصانیف پائی جاتی ہیں - تذکرہ میں تہذیب الاسماء واللغات بڑی مشہور و مقبول تصنیف ہے - کتاب الاذکار - ریاض الصالحین - بستان العارفین، ان کی تصانیف تصوف ہیں -

حوالہ جات: ([illegible]) (ابن العطار) - سیوطی - سبکی - ذہبی - یافعی)

۲۲۱

۲۲۲۳- واصل ابن عطا، ابوحذیفہ (لقب غزال) —— ولادت (مدینہ): ۸۰ھ / ۶۹۹ء — وفات: ۱۳۱ھ / ۷۴۸ء

بصرہ میں نشو و نما ہوا - اور ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ سے علم کلام حاصل کیا - وہ بہت خاموش رہتے تھے اور لوگ انھیں گونگا سمجھتے تھے، لیکن ان کے فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ عمرو بن عبید نے ایک دن لوگوں سے کہا کہ لوگ انھیں گونگا کہتے ہیں، حالانکہ شیعہ، خوارج، ملاحدہ، دہریہ وغیرہ مختلف فرقوں کے مذہبی عقاید و اصول کا جاننے والا اور دلایل عقلی سے ان کا رد کرنے والا آج دنیا میں ان سے زیادہ کوئی نہیں - وہ توتلے تھے اور حرف "ر" ان کی زبان سے ادا نہ ہوتا تھا اس لئے جب وہ تقریر کرتے تو بیساختہ ایسے الفاظ استعمال کرتے جو حرف (ر) سے خالی ہوں - ایک شخص نے پوچھا کہ اگر آپ کو یہ کہنا ہو کہ "گھوڑے پر زین لگاؤ" تو "اسرج الفرس" کی جگہ کیا کہیں گے - بولے کہ میں کہوں گا کہ "الْبِدْ الجواد" - ایک شخص نے پوچھا کہ اگر آپ کو یہ کہنا ہو کہ "وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ تانا" تو "رکب فرسہ و جر رمحہ" کے بجائے کیا کہیں گے - انھوں نے جواب دیا کہ میں کہوں گا "استوی علی جوادہ وسحب عاملہ" - چنانچہ ایک شاعر "ابوالطارق ضبی" نے ان کی تعریف میں

ایک شعر کہا تھا: علیم بابدال الحروف وقامع لکل خطیب یغلب الحق باطلہ

(وہ ایک حرف بدل کر دوسرا حرف استعمال کرنے پر قادر ہے اور ہر خطیب کو اس طرح مات دیتا ہے کہ اس کا باطل بھی حق پر غالب آجاتا ہے)

انھوں نے اپنے متعدد شاگردوں کو خراسان، افریقہ، آرمینیا اور کوفہ روانہ کیا تاکہ وہاں اعتزال کی تبلیغ کی جائے اور اس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

واصل اور عمرو بن عبید پہلے دونوں حسن بصری کے حلقۂ درس میں شامل تھے لیکن بعد کو یہ دونوں علحدہ ہو کر معتزلہ کے لقب سے مشہور ہوئے بعد کو واصل اور عمرو بن عبید کے درمیان بھی بعض مسایل میں اختلاف ہو گیا اور ان دونوں میں باہم مناظرے ہوئے جن میں واصل کا پلہ بھاری رہتا تھا۔ ۱۳۱ھ میں انتقال کیا۔

واصل کے بہت سے نامور شاگرد ہوئے جن میں عبداللہ بن حارث۔ حفص بن سالم۔ حسن بن زکوان۔ عثمان طویل، قیس بن عاصم، خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ معتزلہ کا وہ طبقہ جس کے امام واصل بن عطا تھے، واصلیہ کہلاتا ہے۔ اس کے خاص خاص عقاید یہ ہیں:

(۱) نفی صفات۔ یعنی خدا کی صفات عین ذات ہیں ۔۔ (۲) مسئلۂ قدر، یعنی انسان خود اپنے افعال کا ذمہ دار و خالق ہے ۔۔ (۳) گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن ۔۔ (۴) جنگ جمل و صفین میں کوئی ایک فریق ضرور خطا پر تھا۔

ان کی خاص تصنیفات یہ ہیں: کتاب فی الرد علی المانویہ (مانوی مذہب کا رد)۔ اصناف المرجیہ۔ کتاب فی التوبہ۔ کتاب المنزلۃ بین المنزلتین (یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن)۔ معانی القرآن۔ الخطب فی التوحید والعدل۔ کتاب فی الدعوۃ۔ کتاب السبیل الی معرفۃ الحق۔ طبقات اہل العلم والجہل۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ الخطط والآثار (مقریزی))

۲۲۴۔ الواقدی، ابو عبداللہ محمد بن عمر ——— ولادت (مدینہ): ۱۳۰ھ/۷۴۷ء ——— وفات: ۲۰۷ھ/۸۲۲ء

یہ علم قرآن، فقہ و حدیث کے ماہر تھے لیکن یہ مشہور ہوئے مورخ کی حیثیت سے۔ ہارون الرشید اور مامون دونوں ان کے قدر دان تھے اور یحییٰ برمکی وزیر ان کی بڑی مالی امداد کرتا رہتا تھا۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے: التاریخ والمغازی والمبعث۔ اخبار مکہ۔ الطبقات۔ فتوح الشام۔ فتوح العراق۔ الجمل۔ مقتل الحسین۔ السیرۃ۔ ازواج النبی۔ صفین۔ وفات النبی۔ امر الحبش والفیل۔ السقیفہ و بیعۃ ابی بکر۔ سیرۃ ابی بکر۔ مولد الحسن والحسین۔ ضرب الدنانیر والدراہم۔ تاریخ الفقہاء۔ تاریخ کبیر۔

حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم)۔ طبری۔ ابن خلکان)

۲۲۵۔ وہب بن منبہ ابو عبداللہ ——— ولادت (ذمار): ۳۴ھ/۶۵۴ء

جنوبی عرب کے قصص و حکایات اور اہل کتاب کی روایات کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کے زہد و ورع کے بہت سے واقعات بیان کئے جاتے ہیں، صنعا میں عہدۂ قضا پر بھی مامور رہ چکے تھے۔ ان کی تصنیف کتاب المبتدا سے مورخین مابعد نے بکثرت استفادہ کیا۔ انھوں نے اسرائیلیات کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی جس کی روایات طبری، مسعودی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں ان کی ایک تصنیف کتاب الملوک بھی ہے جس میں قدیم عرب کے ملوک کا حال درج ہے۔

حوالہ جات: (معارف (ابن قتیبہ)۔ طبری۔ یاقوت۔ ابن حجر۔ ابن خلکان)

۲۲۶۔ ہشام بن الحکم ابو محمد ——— (دوسری صدی ہجری)

نہایت مشہور شیعی فقیہ و متکلم۔ واسط میں پیدا ہوئے، لیکن عمر کا بڑا حصہ کوفہ میں بسر کیا۔ ۱۹۹ھ/۸۱۴ء میں وہ بغداد چلے گئے، لیکن اس کے بعد ہی چند دنوں میں انتقال کر گئے۔ یحییٰ بن خالد برمکی ان کا بڑا قدر دان تھا اور تمام مذہبی مباحث میں جو یحییٰ کے سامنے ہوتے تھے ان میں یہی صدارت کیا کرتے تھے۔ یہ موسیٰ بن جعفر کے بڑے مخلص دوست تھے اور شیعی مذہب کے بڑے صاحب درک عالم۔ وہ قرآن کو صفات خداوندی میں شامل کرتے تھے اور جبریہ عقیدہ رکھتے تھے (غالباً اس لئے کہ ابتدا میں انھوں نے جہم بن صفوان سے تعلیم حاصل کی تھی)

انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں لیکن سب ضایع ہو گئیں۔

حوالہ: (فہرست (ابن ندیم))

۲۳۷- الہروی، ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور مت الانصاری ہروی الحنابلی

ولادت: ۳۹۶ھ/۱۰۰۵ء ——— وفات (ہرات): ۴۸۱ھ/۱۰۸۹ء

حنبلی مسلک کے مشہور محدث اور مفسر قرآن تھے۔ بڑے بڑے علماء وقت سے تعلیم حاصل کی۔ تاریخ، ادب، فقہ و تصوف پر بھی بڑا عبور تھا۔ چونکہ احناف کے مخالف تھے اور خدا کی تجسیم کے قایل اس لئے وہ بلخ کی طرف جلاوطن کر دئے گئے اور بارہا قتل کی دھمکی بھی انھیں دی گئی۔

ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں:

کتاب منازل السائرین (تصوف) ۔ کتاب ذم الکلام واہلہ (فقہ) ۔ طبقات الصوفیہ ۔

حوالہ جات: (تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) ۔ طبقات الحفاظ (سیوطی) ۔ طبقات المفسرین (سیوطی))

۲۳۸- یافعی، عبداللہ بن اسعد بن علی بن عثمان

ولادت (یمن): ۶۹۸ھ/۱۲۹۸ء ——— وفات: ۷۶۸ھ/۱۳۶۷ء

مشہور مصنف اور صوفی تھے۔ ابتدائی تعلیم قرآن اور دینیات کی عدن کے بعض اکابر علماء سے پائی، تصوف کا ذوق انھیں ابتدا ہی سے تھا۔ ۷۱۲ھ/۱۳۱۲ء میں مکہ گئے اور علی الطواشی کے مرید ہو گئے۔ بعد کو یہیں شادی بھی کر لی۔ ۷۳۴ھ/۱۳۳۵ء میں دمشق، یروشلم اور مصر کا سفر کیا۔ وہاں سے لوٹ کر دوبارہ شادی کی۔ انھوں نے عقاید اور تصوف پر متعدد کتابیں لکھیں۔ وہ اشعری اصول کے پابند تھے اور اس لئے ابن تیمیہ کے خلاف انھوں نے ایک رسالہ لکھا وہ ابن عربی کے بھی بڑے معتقد تھے۔ ان کی خاص تصانیف یہ ہیں:

روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین ۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ۔ نشر المحاسن الغالیہ ۔ مرہم العلل فی رد المعتزلہ ۔ الارشاد ۔ در النظیم فی فضایل القرآن ۔ شمس الایمان ۔ نور الیقین ۔

حوالہ جات: (درر الکامنہ ۔ طبقات (سبکی))

۲۳۹- یاقوت الرومی، شہاب الدین ابو عبداللہ

ولادت: ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء ——— وفات (حلب): ۶۲۶ھ/۱۲۲۹ء

عرب کے مشہور مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ بازنطینی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔ لڑکپن میں غلام کی حیثیت سے بغداد لائے گئے اور ایک تاجر عسکر نامی نے انھیں مول لے لیا اور بڑی اچھی تعلیم دلائی۔ انھوں نے بہ سلسلۂ تجارت مختلف مقامات کی سیاحت کی اور اکابر علم و ادب سے استفادہ کیا۔ آخر عمر میں موصل کو اپنا مستقر قرار دیا اور وہیں انتقال کیا۔

انھوں نے متعدد تصانیف کیں لیکن اکثر ضایع ہو گئیں۔ فہرست یہ ہے:

کتاب المبدا والمآل ۔ کتاب الدول (تاریخ) ۔ اخبار الشعراء ۔ معجم الادباء ۔ معجم الشعراء ۔ ارشاد الاریب ۔ معجم البلدان ۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۲۴۰- الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر

وفات: ۲۸۴ھ/۸۹۷ء

عرب مورخ تھے۔ یہ خراسان میں طاہری خاندان سے متوسل تھے۔ طاہری خاندان کے زوال کے بعد یہ مصر چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ انھوں نے ایک کتاب جغرافیہ کی کتاب البلدان کے نام سے لکھی اور دوسری تاریخ عالم (تاریخ یعقوبی) لکھی جو ۲۵۹ھ/۸۷۲ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

حوالہ جات: (ارشاد الاریب (یاقوت))

حصۂ چہارم

(الف)

229

۲۴۱- آلوسی، محمود بن عبداللہ شہاب الدین الحسنی الحسینی البغدادی ـــــــ ولادت: ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء ـ وفات (بغداد): ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء

نہایت ذہین اور فاضل شخص تھے اور معمولی درجہ سے ترقی کرکے بغداد کے مفتی ہو گئے تھے۔ لیکن بعد کو پاشائے بغداد سے کسی اختلاف کی بناء پر علٰحدہ کردئے گئے۔ وہ مرافعہ کے لئے قسطنطنیہ گئے، لیکن ناکام واپس آئے۔

ان کی خاص تصانیف یہ ہیں: روح المعانی (تفسیر قرآن) ـ مقامات ـ

حوالہ: (دائرۃ المعارف ـ اسلامیہ)

230

۲۴۲- ابراہیم الموصلی، ابراہیم بن ماہان بن بہمان (الندیم الموصلی) ـــــــ ولادت (کوفہ): ۱۲۵ھ/۷۴۲ء ـ وفات (بغداد): ۱۸۸ھ/۸۰۴ء

ایرانی النسل تھے اور عرب کے نہایت مشہور ماہر موسیقی۔ انھوں نے یہ فن ایرانی ماہرین سے حاصل کیا تھا اور گانے کے علاوہ عود بجانے میں بھی کمال رکھتے تھے عباسی خلفاء (مہدی۔ ہادی اور ہارون الرشید) ان کے بڑے قدردان تھے۔ ان کا بیٹا اسحاق موصلی بھی اس فن کا بڑا ماہر تھا۔ ابراہیم کے فنی کمالات کے متعلق اغانی نے بہت سے عجیب واقعات درج کئے ہیں۔

حوالہ جات: (ابن خلکان ـ اغانی ـ فہرست ؒ)

231

۲۴۳- الابشیشی، ابہاؤ الدین ابوالفتح محمد بن احمد بن منصور بن احمد بن عیسی المحلی الشافعی ـــــــ ولادت: ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء ـ وفات: ۸۵۰ھ/۱۴۴۶ء کے بعد

نحوی و فقیہ تھے، دس سال میں قرآن حفظ کرنے کے بعد نحو و فقہ کی تکمیل کی۔ اپنے وطن میں باپ کی جگہ خطیب مقرر ہوئے، اور تمام عمر علم و ادب کی خدمت میں صرف کردی۔ "المستطرف فی کل فن مستظرف" ـ "اطواق الازہار علی صدور الانہار" ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

حوالہ: (السخاوی)

232

۲۴۴- ابن جُبیر ابوالحسین محمد بن احمد الکندی ـــــــ ولادت: ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ء

مشہور عرب سیاح تھے اور فقہ و حدیث کے عالم۔ گورنر غرناطہ ابوسعید بن عبدالمومن کے سکریٹری تھے۔ مکہ، قاہرہ، جدہ، ایذاب، مدینہ، کوفہ، بغداد، موصل حلب، دمشق، اسکندریہ وغیرہ کی سیاحت کرکے انھوں نے اپنا سفرنامہ مرتب کیا، جس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

233

۲۴۵- ابن جزری، شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری ـــــــ ولادت (دمشق): ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء ـ وفات: ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء

یہ حافظ قرآن اور فاضل دینیات تھے اور قرآن کی تیرہ قراءتوں کے ماہر۔ ۷۶۸ھ/۱۳۶۷ء میں حج کے لئے مکہ گئے اور وہاں سے دمشق پہونچکر علم حدیث کی تکمیل کی۔ یہاں سے قاہرہ گئے اور ادبیات و اصول فقہ حاصل کئے۔ ۷۹۳ھ/۱۳۹۰ء میں دمشق کے قاضی مقرر ہوئے۔ انگورہ کی لڑائی کے بعد (۸۰۴ھ/۱۴۰۲ء) تیمور نے ماوراء النہر بھیجدیا اور پھر سمرقند۔ تیمور کی وفات کے بعد یہ خراسان، ہرات، یزد، اصفہان گئے اور پھر شیراز کے قاضی مقرر ہو گئے۔ تصانیف یہ ہیں:

کتاب النشر فی القراءۃ العشر ـ تحبیر التیسیر فی القرأت ـ الدرۃ المضیۃ فی قراءۃ الائمۃ الثلاثۃ المرضیہ ـ ہدایات المہارۃ فی زیادۃ العشرۃ ـ منجد المقرئین و مرشد الطالبین التمہید فی علم التجوید ـ مختصر طبقات القراء ـ عقد اللآلی (حدیث) ـ المولد الکبیر ـ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین ـ مختصر النصیحۃ بالادلۃ الصحیحہ ـ

الزہر الفائح - الاصابہ فی لوازم الکتابتہ -

حوالہ جات: (الشقائق النعمانیہ - ابن خلکان - سیوطی)

۲۳۴

۲۴۶ - ابن حبان محمد بن احمد البستی ــــــ ولادت: ــــــ وفات: ۳۵۴ھ / ۹۶۵ء

محدث تھے اور سمرقند میں عہدۂ قضا پر مامور - بعد کو یہ عزت قرار دیئے گئے کیونکہ وہ عہدۂ رسالت کے لئے علم و عمل دونوں کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا مجموعۂ احادیث "کتاب التقاسیم والانواع" مشہور کتاب ہے۔ ان کی دو تصانیف اور بھی مقبول ہوئیں: "کتاب الثقات" - "مشاہیر علماء الامصار"۔ ادب پر بھی ایک کتاب لکھی: "روضۃ العقلاء و نزہۃ الفضلاء"

حوالہ: (السبکی)

۲۳۵

۲۴۷ - ابن حبیب بدر الدین ابو محمد الحسن بن عمر الدمشقی الحلبی ــــــ ولادت (دمشق): ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء - وفات (حلب): ۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء

مورخ تھے - حلب میں تعلیم پائی اور مختلف مقامات میں علم حدیث حاصل کیا مصر کے مملوک سلاطین کی تاریخ لکھی: "درۃ الاسلاک فی ملک الاتراک"

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۳۶

۲۴۸ - ابن الحجر الہیتمی، احمد بن محمد بن محمد بن علی ابن حجر شہاب الدین ابو العباس الہیتمی السعدی

ولادت (المغربیہ): ۹۰۹ھ / ۱۵۰۴ء - وفات (مکہ): ۹۷۴ھ / ۱۵۶۷ء

شافعی فقیہ تھے - ۲۰ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے - بعض تصانیف یہ ہیں: فتاوی الکبریٰ الفقہیہ - الفتاوی الحدیثیہ - الصواعق المحرقہ -

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامیہ)

۲۳۷

۲۴۹ - ابن حیان بن خلف ابو مروان حیان القرطبی ــــــ ولادت: ۳۷۷ھ / ۹۸۷ء - وفات: ۴۶۹ھ / ۱۰۷۶ء

مسلم اسپین کے قدیم مورخ - حالات زندگی تاریکی میں ہیں - انھوں نے ۵۰ کتابیں تصنیف کیں - جن میں ایک تاریخ "المتین" جو ۶۰ جلدوں میں تمام ہوئی - لیکن ان تمام تصانیف میں اب صرف ایک "المقتبس فی تاریخ اندلس" باقی رہ گئی ہے -

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۳۸

۲۵۰ - ابن الدقماق، صارم الدین ابراہیم بن محمد المصری (دُقماق - ہتوڑے کو کہتے ہیں) ــــــ وفات: ۸۰۹ھ / ۱۴۰۶ء

مورخ تھے - ائمہ حنیفہ کی ایک تاریخ تین جلدوں میں لکھی جس کا نام "نظم الجمان" ہے - ایک بار امام شافعی کے متعلق بعض تیز فقرے تحریر کرنے کی وجہ سے یہ قید کر دئے گئے -

ان کی تاریخ مصر "نزہت الانام" (۱۲ جلدوں میں) نہایت اہم کتاب ہے - "سلطان الملک الظاہر برقوق" کی سیرت پر بھی ایک کتاب لکھی تھی - ایک اور کتاب مشہور اماکن اسلام پر بھی ــــ (کتاب الانتصار لواسطات عقد الامصار) اور ایک کتاب صوفیہ کے حالات پر بھی: - (الکنوز المخفیہ فی تاریخ الصوفیہ) - فوجی تنظیم کے متعلق بھی ان کی تصنیف ہے (ترجمان الزمان) اور تعبیر خواب پر بھی ایک کتاب (فرائد الفوائد) تصنیف کی -

حوالہ جات: (حاجی خلیفہ - سیوطی)

۲۳۹

۲۵۱ - ابن سعید ابو الحسن علی بن موسیٰ المغربی ــــــ ولادت (غرناطہ): ۶۱۰ھ / ۱۲۱۴ء - وفات (دمشق): ۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء

مورخ و ادیب تھے - اشبیلیہ میں تعلیم پائی - اپنے باپ کے ساتھ حج کے لئے مکہ گئے - وہاں سے لوٹ کر جب یہ اسکندریہ پہونچے تو باپ کا انتقال ہو گیا تھا اور یہیں رہ گئے - چند دن بعد بغداد، حلب، بصرہ، موصل و مکہ کی سیاحت کی اور پھر تیونس میں ابو عبد اللہ المستنصر کے ملازم ہو گئے - اس کے بعد شام و عراق وغیرہ کا سفر کیا اور دمشق میں وفات پائی -

انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں ان کی تاریخی کتاب "المغرب فی حلی المغرب" بہت مشہور ہے

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۵۲- ابن سیدہ، ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ ——— وفات: ۴۵۸ھ / ۱۰۶۶ء

ادبیات و منطق کے ماہر تھے اور مشہور لغت نویس۔ یہ اندھے تھے اور ان کے باپ بھی نابینا تھے۔ انھوں نے اپنے باپ سے تعلیم پائی جو خود بھی اچھے ادیب تھے اور دوسرے علماء عصر سے بھی۔ یہ پہلے امیر ابوالجیش مجاہد کے دربار سے وابستہ ہوگئے اور پھر اس کے بیٹے امیر الموفق سے۔

ان کی تین کتابیں ہم تک پہونچی ہیں: کتاب المخصص (مشہور لغت) ۱۷ جلدوں میں۔ کتاب المحکم والمحیط الاعظم (یہ بھی نہایت مبسوط لغت ہے) شرح مشکل المتنبی۔ (دیوان متنبی کی شرح)

حوالہ جات: (سیوطی - ابن خلکان - یاقوت - ذہبی)

۲۵۳- ابن شداد، بہاؤالدین ابوالمحاسن یوسف بن رافع ——— ولادت (موصل): ۵۳۹ھ / ۱۱۴۵ء ——— وفات: ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء

مورخ تھے، موصل و بغداد میں تعلیم پائی اور پھر اپنے وطن ہی میں پروفیسر ہوگئے۔ ۵۸۳ھ / ۱۱۸۸ء میں حج کو گئے اور جب دمشق واپس آئے تو صلاح الدین ایوبی نے یروشلم کا قاضی العسکر مقرر کردیا۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد یہ حلب کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے اثرات یہاں بہت وسیع ہوگئے اور انھوں نے متعدد مدارس قایم کرائے۔ ان کی خاص تصنیف وہ ہے جس میں انھوں نے صلاح الدین کے حالات لکھے ہیں۔

حوالہ: (ابن خلکان)

۲۵۴- ابن ابی الرجال احمد بن صالح ——— ولادت (مشبط): ۱۰۲۹ھ / ۱۶۲۰ء ——— وفات: ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء

شاعر، مورخ و فقیہ۔ یمن کے شیعی زیدی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ قرآن، حدیث و فقہ کی تعلیم شافعی، مالکی، حنفی اور زیدی علماء سے حاصل کی۔ صنعاء میں مستقل قیام تھا اور یہیں خطیب کی حیثیت سے مامور تھے۔ آپ کا تذکرہ "مطلع البدور و مجمع البحور" بڑی مشہور کتاب ہے جس میں ۱۳۰۰ اکابر (طبقۂ زیدی) کے حالات درج ہیں۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: تعلیق مشجر (زیدی اماموں کا نسب نامہ)۔ تیسیر الاعلام بتراجم ائمۃ تفسیر الاعلام تفسیر الشریعۃ - الموازین - بغیۃ الطالب - دیوان۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۵۵- ابن ابی رندقہ الطرطوشی ابوبکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب الفہری

ولادت (تورتوسہ): ۴۵۱ھ / ۱۰۵۹ء ——— وفات: ۵۲۰ھ / ۱۱۲۶ء یا ۵۲۵ھ / ۱۱۳۱ء

فقیہ و محدث تھے۔ تعلیم کی تکمیل وطن میں ہوئی۔ ۴۷۶ھ / ۱۰۸۳ء میں حج کے لئے مکہ گئے، پھر بغداد، بصرہ، دمشق کی سیاحت کرکے اسکندریہ میں مقیم ہوگئے اور فقہ و حدیث کا درس دینے لگے۔ ساری عمر درویشانہ انداز سے گزار دی۔

ان کی بارہ تصانیف میں سے صرف تین باقی رہیں: -

تحریم الاستمناء - الکشف والبیان عن تفسیر القرآن (ثعلبی) کا خلاصہ - سراج الملوک۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - حسن المحاضرہ (سیوطی) - معجم (یاقوت)

۲۵۶- ابن الفارس، ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا بن محمد بن حبیب ——— وفات (رے): ۳۹۵ھ / ۱۰۰۴ء

نحوی و ادیب تھے۔ ابتدائی حالات زندگی تاریکی میں ہیں۔ قزوین، ہمدان، بغداد اور مکہ میں تعلیم پائی۔ بدیع الزماں ہمدانی انھیں کے شاگرد تھے۔ پہلے یہ شافعی مذہب رکھتے تھے، بعد کو مالکی مسلک اختیار کرلیا۔

ان کی تصانیف یہ ہیں:

کتاب المجمل فی اللغت - الصاحبی فی فقہ اللغۃ و سنن العرب فی کلامہا - کتاب الثلاثۃ - اوجز السیر لخیر البشر - ذم الخطا فی الشعر - کتاب الاتباع والمزدوجہ - کتاب اللامات۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - انباری - ثعلبی)

۲۵۷- ابن فرح الاشبیلی، شہاب الدین ابو العباس احمد بن فرح بن احمد بن محمد الشافعی ——— ولادت (اشبیلیہ): [illegible]

محدث وادیب تھے۔ [illegible] میں ہسپانی افرنگیوں نے انھیں قید کرلیا لیکن چار سال بعد قید سے بھاگ کر مصر پہونچے اور قاہرہ و دمشق کے علماء سے تحصیل حدیث کی۔ بعد کو مسجد اُمیہ میں حدیث کا درس دینے لگے۔ ان کی نہایت مشہور تصنیف ایک انتقادی نظم ہے جس میں انھوں نے فنِ حدیث پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

حوالہ جات: (ذہبی - سیوطی)

۲۵۸- ابن فرحون، برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن ابو القاسم بن محمد بن فرحون المالکی — وفات (مدینہ): [illegible]

مالکی فقیہہ و محدث تھے۔ [illegible] میں مدینہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں: "تبصرۃ الحکام فی اصول العقیدۃ و مناہج الاحکام" دیباج المذہب — درالغواص — تحصیل المہات۔

حوالہ جات: (نیل الابتہاج (احمد بابا) - کفایت المحتاج (احمد بابا))

۲۵۹- ابن الفرضی، ابو الولید عبد اللہ بن محمد بن یوسف بن نصر الازدی بن الفرضی

ولادت (قرطبہ): [illegible] ——— وفات (قرطبہ): [illegible]

محدث، فقیہہ، مورخ، سوانح نگار۔ قرطبہ، قاہرہ، مکہ و مدینہ میں تعلیم پائی۔ کچھ عرصہ تک قرطبہ میں درس و تدریس کی اور پھر ولنشیا کے قاضی ہوگئے۔ جب قرطبہ کو بربر نے لوٹا تو یہ بھی اسی سلسلہ میں مارے گئے۔

ان کی تصانیف میں صرف ایک باقی رہی: "کتاب تاریخ علماء والاندلس"

حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن فرحون - سیوطی)

۲۶۰- ابن معطی، زین الدین ابو الحسین یحییٰ بن عبد المعطی بن عبد النور الزواوی المغربی ——— ولادت: [illegible] — وفات: [illegible]

مشہور نحوی تھے۔ نحو کی تعلیم الجزائر میں حاصل کی اور حدیث کی تعلیم دمشق میں۔ جب الملک الکامل (ایوبی) دمشق گیا تو انھیں مصر لے گیا اور ادبیات کا پروفیسر مقرر کیا۔ پہلے وہ مالکی تھے، پھر شافعی ہوگئے اور اخیر میں حنفی۔ سب سے پہلے انھوں نے الفیہ لکھی جس میں ایک ہزار ابیات میں نحو کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ نحو پر ایک اور کتاب لکھی: "کتاب الفصول الخمسین"۔ فن شعر پر بھی ایک تصنیف ہے: "البدیع فی صناعۃ الشعر"

حوالہ جات: (سیوطی - ابن خلکان - ابو الفداء)

۲۶۱- ابن منظور، جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم الخزرجی الافریقی ——— ولادت: [illegible] — وفات: [illegible]

ادب و لغت نویس۔ ان کی نہایت مشہور کتاب "لسان العرب" ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامی)

۲۶۲- ابن واصل، جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن سالم ——— ولادت: [illegible] — وفات (حماۃ): [illegible]

عرب مورخ تھے۔ پہلے حماۃ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، پھر قاہرہ میں۔ بیبرس نے انھیں صقلیہ کے فرمانروا مانفرڈ کے پاس ایلچی کی حیثیت سے روانہ کیا۔ یہاں یہ عرصہ تک رہے اور اپنی کتاب "نخبۃ الفکر" منطق پر لکھی۔ وہاں سے لوٹ کر حماۃ کے قاضی ہوگئے۔ انھوں نے ایک کتاب دنیا کی تاریخ پر لکھی اور دوسری کتاب "مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب" (ایوبی فرمانرواؤں کے حالات میں)

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامیہ)

۲۶۳- ابن حجّا، ابو المحاسن تقی الدین ابوبکر بن علی بن عبد اللہ الحموی ——— ولادت (حماۃ): [illegible] — وفات: [illegible]

ملوک عہد کے نہایت مشہور صاحب طرز شاعر۔ سلطان موید شاہ کے عہد میں یہ دیوان وزارت کے میر منشی ہوگئے تھے۔ ان کے منظومات کے مجموعہ کا نام: "خزانۃ الادب وغایات العرب" ہے۔ شعراء کا تذکرہ بھی لکھا جس کا نام "ثمرات الاوراق" ہے۔

حوالہ: (روضۃ المعاطر (النعمانی))

۲۶۴- ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری البصری ——— ولادت (بصرہ) وفات (فسطاط): ۲۱۸ھ/۸۳۳ء

نحوی تھے۔ ابن اسحاق کی سیرتِ نبوی کے ترجمہ کے علاوہ ایک مجموعہ بائبلی روایات کا بھی مرتب کیا تھا جس کا نام "کتاب التیجان" ہے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی)

۲۶۵- ابنِ ایاس، محمد بن احمد ——— ولادت: ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء - وفات: ۹۳۰ھ/۱۵۲۴ء

سلاطین مملوک کے آخری عہد کے مشہور مورخ تھے۔ ان کی خاص تصنیف "بدائع الزہور فی وقایع الدہور" ہے جس میں مصر کی تاریخ قلمبند کی گئی ہے۔

دوسری تصانیف یہ ہیں: نشق الازہار فی عجائب الاقطار - مرجع الزہور فی وقائع الدہور - نزہتہ الامم فی العجائب والحکم۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۶۶- ابن برّی، ابومحمد عبداللہ بن برّی بن عبدالجبار بن برّی المقدسی المصری ——— ولادت (دمشق): ۴۹۹ھ/۱۱۰۶ء - وفات (قاہرہ): ۵۸۲ھ/۱۱۸۷ء

نحوی و ادیب تھے۔ مولف لسان العرب نے ان کی تصانیف سے بہت فایدہ اُٹھایا۔ بعض تصانیف یہ ہیں:

کتاب التنبیہ والایضاح عما وقع من الدہم فی الصحاح ——— حواشی علی المعرب - کتاب غلط الضعفاء عن الفقہاء۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - سیوطی - ابوالفداء)

۲۶۷- ابن عبدالحکم عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین ابوالقاسم ——— وفات (فسطاط): ۲۵۷ھ/۸۷۱ء

مصر کے نہایت قدیم مورخ۔ ان کے باپ مشہور محدث و فقیہ تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے اور چاروں بڑے فاضل تھے۔ لیکن واثق کے عہد میں یہ خاندان معتوب ہوگیا کیونکہ یہ خلق قرآن کے قایل نہ تھے۔ ان کی تاریخی کتاب "فتوح مصر" بہت مشہور ہوئی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - حسن المحاضرہ - الکندی)

۲۶۸- ابن عبدربہ، احمد بن محمد ابوعمر ——— ولادت (قرطبہ): ۲۴۶ھ/۸۶۰ء - وفات: ۳۲۸ھ/۹۴۰ء

اسپانیہ کے ادیب و تذکرہ نگار۔ ان کا تذکرۃ الشعراء "العقد الفرید" بڑی مشہور کتاب ہے، جو ۲۵ حصوں میں منقسم ہے اور عربی ادبیات میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ شاعر بھی تھے۔ ان کی نظموں میں موشحات اور مخمسات کا حصہ بہت مقبول ہوا جن میں حسن و عشق کے جذبات قلمبند کئے گئے تھے۔

حوالہ جات: (یتیمۃ الدہر (ثعلبی) - ارشاد الاریب (یاقوت) - بغیۃ الوعاۃ (سیوطی))

۲۶۹- ابن غانم، عزالدین عبدالسلام بن احمد المقدسی ——— وفات: ۶۷۸ھ/۱۲۸۰ء

علم نباتات و حیوانات کے ماہر تھے۔ ایک بڑی مشہور کتاب لکھی "کشف الاسرار عن الحکم الطیور والازہار"

حوالہ: (دائرۃ المعارف)

۲۷۰- ابوداؤد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی ——— ولادت: ۲۰۲ھ/۸۱۷ء - وفات (بصرہ): ۲۷۵ھ/۸۸۹ء

بغداد میں امام احمد بن حنبل سے تعلیم پائی اور پھر بصرہ میں مستقل قیام اختیار کیا۔ انھوں نے جمع احادیث کے لئے ابتدائی عمر میں بڑے بڑے سفر اختیار کئے ان کا مجموعۂ احادیث "کتاب السنۃ" بہت مشہور ہے جس میں صرف احکام کو جمع کیا گیا ہے۔ ابوداؤد نے راویوں کی چھان بین میں زیادہ کاوش نہیں کی اور ہر راوی کو انھوں نے ثقہ قرار دیا۔ ان کی کتاب السنۃ کو صحاح ستہ (حدیث کی چھ مستند کتابوں) میں شامل ہے، لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے کمتر درجہ کی چیز سمجھی جاتی ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۷۱- ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر ——— ولادت (میہنا - خراسان): ۳۵۷ھ/۹۶۷ء - وفات (خراسان): ۴۴۰ھ/۱۰۴۹ء

فارسی کے مشہور صوفی شاعر تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی اور پھر مرو میں شافعی مذہب کی دینیات پڑھی۔ مرو سے وہ سرخس گئے اور یہاں ایک مجذوب لقمان مجنوں نے ان کا تعارف ایک مشہور بزرگ صوفی ابوالفضل بن حسن سے کرایا جو جنید بغدادی کے سلسلہ کے درویش تھے۔ ابوسعید نے

ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور پیر کے حکم سے اپنے وطن واپس گئے اور کامل سات سال تک ریاضت کی۔ اس کے بعد وہ پھر اپنے پیر کے پاس گئے اور ان کے حکم سے نیشاپور جا کر عبدالرحمان السلمی سے خرقہ حاصل کیا۔

خرقہ حاصل کر کے پھر وطن واپس آئے اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی شہرت اتنی بڑھی کہ لوگ جوق در جوق آکر ان سے بیعت کرنے لگے لیکن انھوں نے پھر وطن چھوڑ کر صحرا کی راہ لی اور سات سال تک صرف جنگل کے گھاس پات پر زندگی بسر کی۔

جب ان کے پیر کا انتقال ہوا تو یہ شیخ ابوالعباس قصاب سے ملنے آمل گئے اور ان سے خرقہ لیکر نیشاپور واپس آئے۔ اب یہاں انھوں نے عام رشد و ہدایت شروع کر دی اور لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے، لیکن ان کے صوفیانہ خیالات سے قرامطہ اور شیعہ بہت برہم ہوئے اور انھوں نے سلطان محمود غزنوی کو شکایت نامہ لکھ بھیجا۔ شکایت یہ تھی کہ وہ قرآن و احادیث کی غلط تاویل کرتے ہیں، دوران وعظ میں اپنے اشعار پڑھتے ہیں، لوگوں کی پر تکلف دعوتیں کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کے ساتھ حال و قال کی مجالس برپا کرتے ہیں۔ محمود نے حکم دیا کہ علماء نیشاپور تحقیقات کر کے سزا دیں، لیکن کسی کو ان کے خلاف کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور معاملہ ٹل گیا۔

نیشاپور میں ان کی ملاقات ابن سینا سے بھی ہوئی اور وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے کہا کہ "جو کچھ میں جانتا ہوں اسے ابوسعید دیکھتا ہے"۔

ایک سال نیشاپور میں قیام کرنے کے بعد پھر اپنے وطن واپس آئے اور آخیر دم تک یہیں رہے۔

ابوسعید جماعت صوفیہ میں بڑا اہم درجہ رکھتے ہیں۔ وہ بایزید بسطامی کی طرح وحدت الوجود کے بڑے زبردست مبلغ تھے۔ ان کو صوفیانہ شاعری کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ یہ صرف رباعیاں کہتے تھے اور سب سے پہلے انھوں نے ہی صوفیانہ رنگ رباعیوں میں پیدا کیا۔ انکی رباعیاں "ابوالقاسم بشر یاسین" جمع کیں۔ ان کی ۹۲ رباعیاں مع جرمن ترجمہ کے ۱۸۷۵ء میں شایع ہوئیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۷۲- ابوشامہ شہاب الدین ابوالقاسم عبدالرحمان بن اسماعیل ——— ولادت (دمشق): ۵۹۹ھ / ۱۲۰۳ء — وفات: ۶۶۵ھ / ۱۲۶۸ء

مورخ و ماہر ادبیات۔ فقہ و ادبیات کی تعلیم اسکندریہ میں پوری کی اور پھر اپنے وطن واپس آئے۔ یہاں وہ مدرسۂ رکنیہ میں پروفیسر ہوگئے۔ اور کسی جرم کے اشتباہ میں لوگوں نے انھیں مار ڈالا۔

ان کی خاص تاریخی تصنیف "کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین" ہے جس میں سلطان نورالدین اور صلاح الدین کے حالات درج ہیں۔

حوالہ جات: زفوات (الکتبی)۔ طبقات الحفاظ (سیوطی)۔ خطط (مقریزی)

۲۷۳- ابوعمر (زبان) بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی ——— ولادت (مکہ): ۷۰ھ / ۶۸۹ء — وفات (کوفہ): ۱۵۴ھ / ۷۷۱ء

مشہور ماہر لسانیات تھے اور قرآن کے مشہور سات قراء میں ان کا بھی شمار تھا۔ یہ بصرہ میں رہتے تھے اور سیبویہ کے ہمعصر تھے۔ اصمعی انھیں کا شاگرد تھا۔ انھوں نے عہد جاہلیت کے شاعروں کا کلام بڑی محنت سے جمع کیا تھا لیکن بعد کو یہ سب ضایع کر کے صرف قرآن کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے۔

حوالہ جات: (بیان جاحظ۔ کتاب الاشتقاق (ابن الانباری)۔ فہرست (ابن ندیم)۔ ابن خلکان)

۲۷۴- ابوالمحاسن، جمال الدین یوسف بن تغری بردی بن عبداللہ الظاہری الجونی

ولادت (قاہرہ): ۸۱۳ھ / ۱۴۱۱ء — وفات: ۸۷۴ھ / ۱۴۶۹ء یا ۸۷۰ھ / ۱۴۶۵ء - ۱۴۶۶ء

مورخ تھے، ان کے باپ حلب و دمشق کے گورنر تھے۔ مقریزی اور دوسرے اساتذۂ وقت سے تعلیم حاصل کی اور تاریخ کی متعدد کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں:

"النجوم الظاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ" (۸۵۷ھ / ۱۴۵۳ء تک کی تاریخ) — "مورد اللطافۃ فی من ولی السلطنۃ والخلافۃ" "حوادث الدہور فی مدی الایام والشہور" "المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی"

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۷۵- ابومخنف لوط بن یحییٰ الازدی ۔۔۔۔۔ وفات: ۱۵۷ھ / ۷۷۴ء

قدیم مورخ و محدث تھے۔ پہلی صدی ہجری کے بہت سے واقعات ۳۲ رسایل میں انھوں نے قلمبند کئے تھے جن کو طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

حوالہ جات: (فہرست ابن ندیم۔ القفطی (فوات))

۲۷۶- ابومعشر نجیح بن عبدالرحمان ۔۔۔۔۔ وفات: ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء

یہ غالباً ہندی الاصل غلام تھے جو بعد کو آزاد ہو کر مدینہ میں رہنے لگے تھے۔ اُن کی تصنیف کتاب المغازی بہت مشہور ہے جس کے بہت سے اقتباسات واقدی اور ابن سعد کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ ۱۶۰ھ / ۷۷۶ء میں یہ مدینہ چھوڑ کر بغداد چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ عباسی خلافت کے بعض امراء ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ طبری نے رسول اللہ کی سیرت، اور انجیل کے متعلق بہت سی معلومات انھیں کی تصانیف سے حاصل کی تھیں۔

حوالہ جات: (واقدی۔ طبری۔ فہرست۔ معجم (یاقوت)۔ ذہبی)

۲۷۷- ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق الاصفہانی ۔۔۔۔۔ ولادت: ۳۳۶ھ / ۹۴۸ء ۔ وفات (اصفہان): ۴۳۰ھ / ۱۰۳۸ء

شافعی فقیہ و مورخ تھے۔ ایک بسیط تاریخ اولیاء کرام کی لکھی جس کا نام "حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء" ہے۔ جس سے ابن جوزی نے اپنی کتاب "صفۃ الصفوۃ" میں بہت مدد لی ہے۔ بعض رسایل احادیث پر بھی لکھے اور ایک کتاب "تاریخ اصفہان" کے نام سے بھی مرتب کی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ سیوطی (طبقات الحفاظ))

۲۷۸- احمد بابا التمبکتی ۔۔۔۔۔ ولادت: ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء ۔ وفات: ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۷ء

ایک مشہور افریقی عرب مورخ تھے۔ انھوں نے تعلیم اپنے باپ دادا سے حاصل کی اور مالکی فقہ میں بڑا تبحر حاصل کیا۔ جب ٹمبکٹو پر اہل مراکش نے قبضہ کیا، تو انھوں نے مخالفت کی اور مع اپنے خاندان کے قید کر کے مراکش بھیج دئے گئے۔ بعد کو وہ اس شرط پر رہا کر دئے گئے کہ پایۂ تخت سے باہر نہ جائیں گے۔ ان کے درس میں بڑے بڑے لوگ شریک ہوتے تھے اور عوام و خواص سب ان کے کلام کی عزت کرتے تھے۔ اخیر عمر میں ان کو اپنے وطن ٹمبکٹو میں رہنے کی اجازت مل گئی تھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۴۰ سے زاید ہے جن میں خاص خاص یہ ہیں: "نیل الابتہاج بتطریز الدیباج" "کفایۃ المحتاج لمعرفۃ من لیس فی الدیباج"۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۷۹- احمد بن ابی داؤد ۔۔۔۔۔ ولادت: ۱۶۰ھ / ۷۷۶ء ۔ وفات: ۲۳۹ھ / ۸۵۴ء

بصرہ کے قاضی تھے معتزلی عقاید کے۔ مامون الرشید کے مقرب تھے اور بعد کو خلیفہ المعتصم نے انھیں قاضی القضاۃ بنا دیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب دربار خلافت میں معتزلہ کا عروج تھا۔ خلیفہ المتوکل کے زمانہ میں جب معتزلہ کا عروج ختم ہوا تو یہ بھی قاضی القضاۃ کے عہدہ سے علحدہ کر دئے گئے اور ان کے بیٹے محمد کو یہ منصب عطا ہوا لیکن بعد کو یہ بھی معزول ہوئے اور قید کر دئے گئے۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ طبری۔ یعقوبی)

۲۸۰- الاعمش۔ سلیمان بن مہران ابومحمد ۔۔۔۔۔ ولادت: ۶۱ھ / ۶۸۰ء ۔ وفات: ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء

ایک عرب محدث اور طبرستان کے ایک ایرانی خاندان کے فرزند۔ انھوں نے الزہری اور انس بن مالک سے احادیث حاصل کی تھیں۔ یہ علویین کے بڑے طرفدار تھے۔

حوالہ جات: (طبری۔ ابن خلکان۔ اغانی)

۱۸۲- (امین احمد) رازی

ایرانی تذکرہ نگار اور رے کے باشندہ تھے۔ ان کے والد خواجہ مرزا احمد رے کے روسا میں سے تھے اور شاہ طہماسپ کے بڑے معتمد علیہ۔ ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے۔ ان کا عم زاد بھائی غیاث بیگ اکبر کے دربار سے وابستہ تھا۔ یہ خود بھی ہندوستان آئے تھے۔ انھوں نے تذکرہ کی ایک نہایت مشہور کتاب "ہفت اقلیم" لکھی (جو ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۴ء میں تکمیل کو پہونچی)۔ اس کتاب میں تمام دنیا کے سات حصے کر کے ہر حصہ کے

علماء، فضلاء، ادباء و شعراء کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ان کی نہایت اہم تصنیف تھی لیکن شایع نہ ہوسکی۔

حوالہ: (اسلامی ہند۔ نیازی)

۲۸۲۔ البرزالی، ابوالقاسم بن محمد بن یوسف علم الدین الشافعی ——— ولادت (اشبیلیہ): [illegible] — وفات: ۶۳۶ھ/۱۲۳۹ء

بربری النسل کے سیاح و عالم تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حلب میں قیام کیا (۶۰۸ھ/۱۲۱۱ء) اور پھر حج کرکے دمشق آگئے (۶۲۸ھ/۱۲۳۱ء) یہاں وہ اشرفیہ مدرسۂ حدیث میں پروفیسر ہوگئے۔ دمشق کے حالات پر انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "تاریخ مصر و دمشق" ہے۔

حوالہ جات: (فوات الوفیات (قطبی) طبقات الشافعیہ (سبکی)۔ طبقات الحفاظ (سیوطی))

۲۸۳۔ البُنداری، الفتح بن علی بن محمد الاصفہانی ——— وفات: ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء

عرب مورخ تھے۔ انھوں نے عماد الدین سلجوقی کے عہد کی ایک تاریخ لکھی: "زبدۃ النصرۃ ونخبۃ العصرۃ"۔ انھوں نے شاہنامہ فردوسی کا ترجمہ بھی عربی میں کیا تھا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۸۴۔ بیہقی (ابن فُندُق)، ابوالحسن علی بن زید

مشہور مورخ تھے۔ ان کی تاریخ بیہقی (فارسی) بہت مشہور ہے، جو انھوں نے ۵۶۳ھ/۱۱۶۸ء میں مکمل کی تھی۔ انھوں نے ایک تاریخ عربی میں بھی لکھی تھی جس کا نام "مشارب التجارب وغوارب الغرائب" تھا۔ جس کا ذکر حاجی خلیفہ، ابن اثیر اور جوینی نے بھی کیا ہے۔

ان کے دادا "ابو سلیمان فندق" محمود غزنوی کے زمانہ میں نیشاپور کے قاضی تھے اور یہ خود سلطان سنجر کے دربار سے وابستہ تھے۔ (۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء)

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۸۵۔ التبریزی، ابو زکریا یحییٰ بن علی بن محمد بن الحسن ——— ولادت: ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء — وفات: ۵۰۲ھ/۱۱۰۹ء

مشہور ماہر ادبیات تھے اور منجملہ دیگر اکابر وقت کے ابوالعلاء المعرّی سے بھی انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ عنفوان شباب میں مصر گئے اور وہاں سے لوٹ کر بغداد کے قاضی ہوگئے اور مدرسۂ نظامیہ میں ادبیات کے پروفیسر۔

ابوتمیم کے حماسہ کی انھوں نے تین شرحیں لکھیں۔ یاقوت نے ان کی شرحِ معلقات کا بھی ذکر کیا ہے۔ دیوان متنبی کی بھی شرح انھوں نے لکھی۔ اس کے علاوہ عروض و قوافی پر بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

حوالہ: (انساب (سمعانی)۔ ابن خلکان۔ یاقوت)

۲۸۶۔ تِلِمسانی، عارف الدین سلیمان بن علی ——— ولادت (تلمسان): ۶۱۶ھ/۱۲۱۹ء — وفات (دمشق): ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء

ان کا خاندان دراصل کوفہ کا تھا۔ لیکن یہ اوایل عمر ہی میں شام آگئے اور ملازم ہوگئے۔ بعد کو ذوق تصوف پیدا ہوا اور کہا جاتا ہے کہ اس سلسلہ میں انھوں نے ۴۰ اعتکاف ۴۰۔ ۴۰ دن کے کئے۔ یہ بڑے زاہد و مرتاض انسان تھے اور اپنے عقاید کے لحاظ سے تفضیلیہ تھے بلکہ ذہبی کا خیال تو یہ ہے کہ وہ نصیری تھے۔ یہ بڑے اچھے ادیب و شاعر تھے۔ ان کے دیوان کے مخطوطات موجود ہیں۔ انھوں نے مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھیں، جن میں ایک رسالہ علم عروض پر بھی تھا۔ ذہبی نے بھی ان کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے: شرح اسماء الحسنیٰ۔ شرح مقامات۔ شرح فصوص الحکم۔

حوالہ جات: (تاریخ الاسلام (ذہبی)۔ فوات الوفیات (قطبی)۔ مرآت (یافعی))

۲۸۷۔ التنوخی، ابو علی الحسین ——— ولادت: ۳۲۹ھ/۹۴۰ء — وفات (بغداد): ۳۸۴ھ/۹۹۴ء

ان کے باپ بصرہ کے قاضی تھے۔ ابتدائی تعلیم الصولی اور ابوالفرج اصفہانی سے پائی۔ پہلے بغداد میں قاضی مقرر ہوئے اور پھر اہواز میں۔ جب بغداد میں وزارت تبدیل ہوئی تو یہ اپنے عہدہ سے معزول ہوگئے اور جایداد ضبط کرلی گئی، تین سال کے بعد پھر اپنے عہدہ پر بحال ہوئے لیکن امام شافعی کے مسلک کے خلاف اظہار خیال پر بویہ عضد الدولہ کے عہد میں قید کردئے گئے۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے:

دیوان۔ کتاب نشوار المحاضرہ و اخبار المذاکرہ ——— المستجاد من فعلات الاجواد (محاورات)

حوالہ: (یاقوت)

۲۸۸- الثعالبی، ابو منصور الحسین بن محمد المرغانی ــــــــــ وفات: ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء

مشہور عربی کے عالم تھے ۔ مرغان (افغانستان) کے رہنے والے اور متوسلین غزنوی دربار سے تھے ۔ انھوں نے تاریخ کی کتاب "غرر السیر" لکھ کر محمود غزنوی کے بھائی نصر کے سامنے پیش کی تھی ۔ اس میں آدم علیہ السلام سے لیکر محمود سبکتگین کے عہد تک کے حالات قلمبند کئے ہیں ۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۸۹- الثعالبی، عبدالرحمان بن محمد الجزائری ــــــــــ ولادت (الجزایر): ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء ــ وفات: ۸۷۵ھ / ۱۴۷۰ء

شمالی افریقہ کے فقیہ تھے ۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

جواہر الحسان فی تفسیر القرآن ــ العلوم الفاخرہ فی النظر فی امور الآخرہ (مابعد الطبیعیات) ــ جامع الدہات فی احکام العبادات ۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۲۹۰- جامی (مولانا)، نورالدین عبدالرحمان ــــــــــ ولادت (خرجرد ضلع جام ۔ ہرات): ۸۱۷ھ / ۱۴۱۴ء ــ وفات (ہرات): ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء

فارسی کے آخری کلاسک شاعر تھے ۔ گو ان کے باپ نظام الدین احمد بن شمس الدین محمد ہرات چلے گئے تھے، لیکن ان کا اصلی وطن دشت (صوبۂ اصفہان کا ایک شہر) تھا اور اسی لئے جامی نے پہلے دشتی تخلص اختیار کیا تھا ۔ دوران تعلیم میں جب ان کو تصوف کی طرف توجہ ہوئی تو سعید الدین محمد کاشغری سے (جو بہاؤالدین نقشبند کے مرید و خلیفہ تھے) بیعت کی اور اخیر عمر میں وہ مجذوب ہوگئے اور بولنا ترک کر دیا ۔

انھوں نے متعدد تصانیف کیں ۔ ان کی مثنوی یوسف زلیخا ان کی اخیر عمر کی تصنیف ہے ۔ ان کے علاوہ ان کی چھ تصانیف اور ہیں: سلسلۃ الذہب سلمان و ابسال ۔ تحفۃ الاحرار ۔ سبحۃ الابرار ۔ لیلیٰ مجنوں (مثنوی) ۔ خرد نامۂ سکندری ۔

ان کے تین دیوان غزلوں کے ہیں: ایک فاتحۃ الشباب (عنفوان شباب کا) ۔ دوسرا واسطۃ العقد (پختگی عمر کا) اور تیسرا خاتمۃ الحیات (اخیر عمر کا) ۔

گلستان سعدی کے جواب میں ان کی ایک کتاب نثر کی بھی ہے: بہارستان ۔ ان کا تذکرۂ صوفیہ (نفحات الانس) بہت مقبول ہوا ۔

حوالہ جات: (تذکرۂ دولت شاہ ۔ مجمع الفصحا ۔ ریاض قلی)

۲۹۱- جریر بن عطیہ بن الخطفہ ــــــــــ وفات (یمن): ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء

عہد بنی امیہ کے بڑے مشہور طنز نگار شاعر تھے اور فرزدق کے حریف ۔ جب حجاج بن یوسف نے انھیں خلیفہ عبدالملک کے دربار سے وابستہ کر دیا تو ایک اور شاعر "تغلبی الاخطل" سے ان کی پگڑی الجھی اور خلیفہ الولید کے عہد میں ایک تیسرے شاعر عدی بن رقاع سے لڑائی مول لی ۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ان کی بڑی قدر ہوئی ۔ ان کا دیوان ادبیات عرب میں خاص درجہ رکھتا ہے ۔

حوالہ جات: (یاقوت ۔ کتاب الشعر (ابن قتیبہ) ۔ اغانی)

۲۹۲- جمال الحسینی، عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ــــــــــ وفات: ۹۱۷ھ / ۱۵۱۱ء یا ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء

مشہور فارسی مورخ تھے ۔ ان کی ایک تصنیف رسول و اصحاب رسول پر ہے جس کا نام "روضۃ الاحباب فی سیر النبی والآل والاصحاب" ہے ۔ ادبیات میں بھی ان کی ایک کتاب "تکمیل الصناعۃ فی القوافی" پائی جاتی ہے ۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف)

۲۹۳- سید جمال ابن میر جلال الدین حسین شیرازی

ترخان نامہ کے مصنف تھے ۔ اس کتاب میں ارغون اور ترخان مغل خاندانوں کے حالات درج ہیں اور مرزا محمد صالح کے نام سے منسوب ہے جو ترخان خاندان سے تعلق رکھتا تھا ۔ یہ کتاب ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء میں لکھی گئی تھی ۔

حوالہ: (اسلامی ہند ۔ نیازی)

۲۹۴- جنابی (ابو محمد مصطفیٰ بن سید حسن الحسینی ———— وفات: ۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء

مشہور مورخ تھے۔ جنابہ (فارس) میں پیدا ہوئے۔ بحر الزخار (جسے تاریخ جنابی بھی کہتے ہیں) ان کی تاریخی تصنیف ہے جس میں ابتدائے عالم سے ۹۹۶ھ / ۱۵۸۹ء تک کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں تھی جس کا ترجمہ بعد کو ترکی زبان میں ہوا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامیہ)

۲۹۵- جوینی، علاؤالدین عطا ملک بن محمد ———— وفات: ۶۸۱ھ / ۱۲۸۳ء

فارس کے مشہور مورخ جو اپنی تصنیف "تاریخ جہاں کشائے" کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ خراسان ان کا وطن تھا۔ یہ ابھی بہت کمسن تھے کہ عہدہ دیوان پر ممتاز ہوگئے۔ جب ہلاکو نے فارس فتح کیا تو اس نے جوینی کو گورنری کے عہدہ پر مامور کردیا اور جب تیمور نے حسن بن صباح کے قلعہ الموت پر قبضہ کیا تو جوینی ہی کی سفارش سے حشیشین کی لائبریری محفوظ رہی۔

۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء میں یہ بغداد کے گورنر بنائے گئے اور انھوں نے ایک لاکھ دینار صرف کرکے دریائے فرات سے ایک نہر کوفہ و نجف تک نکالی۔ اباقہ کے عہد میں جب صوبۂ بغداد کے مداخل و مصارف کا حساب ہوا تو ان کے ذمہ کئی لاکھ دینار کا مطالبہ نکلا اور یہ قید کردئے گئے۔ اس کے بعد کئی بار رہا ہوئے اور قید کئے گئے۔ اس کے بعد ارغون کے عہد میں ان کی جایداد پھر ضبط کی گئی۔ اسی سال ان پر فالج کا حملہ ہوا اور اران میں انتقال کیا۔

ان کی تصنیف "تاریخ جہاں کشائے" مغلوں اور خوارزمشاہیوں کی فتوحات کی تاریخ ہے اور اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی دو تاریخی تصانیف اور بھی ہیں: "تاریخ جنگ دیلم" - "تاریخ سلامی"۔

جب اباقہ کے زمانہ میں یہ قید و بند کی مصیبت میں گرفتار تھے تو انھوں نے تسلی کا ایک طویل خط عربی میں اپنے بھائیوں کو لکھا تھا جو "تسلیات الاخوان" کے نام سے مشہور ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف - اسلامیہ)

۲۹۶- الجیطالی، ابو طاہر اسماعیل بن موسیٰ ———— وفات: ۷۴۹ھ / ۱۳۴۸ء یا ۷۳۰ھ / ۱۳۳۰ء

اباضی جماعت کے مشہور عالم تھے اور ادبیات و فقہ کا درس دیتے تھے۔ ان کی قوت حافظہ بڑی زبردست تھی۔ انھوں نے متعدد تصانیف کیں۔ ان کی ایک فقہی تصنیف "قواعد الاسلام" پر اباضی جماعت میں اب بھی عامل ہے۔ انھوں نے ایک مذہبی انسائکلوپیڈیا بھی کئی جلدوں میں مرتب کی تھی جس کا نام قناطیر ہے۔

امیر طرابلس نے ایک بار انھیں قید کردیا لیکن بعد کو رہا ہوگئے اور جربہ میں گوشہ نشینی اختیار کی۔

حوالہ جات: (کتاب السیر (الشماخی) - تاریخ جزیرۂ جربہ (ابوراس))

۲۹۷- الخفاجی، احمد بن محمد بن عمر الخفاجی (شہاب الدین المصری الحنفی) ———— ولادت (قاہرہ): ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء - وفات (قاہرہ): ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء

حنفی و شافعی فقہ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی۔ فن طب داؤد البصیر سے حاصل کیا اور پھر حرمین کے اکابر علماء سے تمام علوم متداولہ کے ساتھ ساتھ اقلیدس و ریاضی کی بھی تکمیل کی۔ اس کے بعد وہ قسطنطنیہ گئے اور سلطان مراد کے عہد میں سالونیکا کے قاضی مقرر ہوگئے اور پھر قاہرہ کے عساکر فوجی قاضی۔ لیکن منی الفید کے جوڑ توڑ سے زیادہ عرصہ تک اس عہدہ پر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد یہ پھر قسطنطنیہ گئے لیکن کامیاب نہ ہوئے اور قاہرہ واپس آکر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔

انھوں نے اپنے سوانح میں اپنی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے، ان کی سب سے اہم تصنیف تفسیر بیضاوی کی شرح جس کا نام "عنایت القاضی" ہے دوسری اہم تصنیف قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کی شرح ہے جس کا نام نسیم الریاض ہے۔ انھوں نے دو تذکرے بھی لکھے: (۱) خبایۃ الزوایا ———— (۲) ریحانۃ الالباء — بعض دوسری تصانیف یہ ہیں:

مقامات الرومہ (قسطنطنیہ کے بعض علماء کی تنقیص میں) — طراز المجالس (اس میں بعض قدیم کتابوں کے اقتباسات ہیں) — شفاء العلیل (عربی میں دخیل الفاظ کی فہرست) — شرح درۃ الغواص حریری — دیوان۔

حوالہ: (خلاصۃ الآثار (محبّی))

۲۹۸- الخوارزمی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یوسف ——— (چوتھی صدی ہجری)

یہ غالباً بلخ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی عمر کا زیادہ حصہ خراسان میں بسر ہوا جب نوح ثانی سامانی، فرمانروا تھا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے شخص تھے جنھوں نے دائرۃ المعارف قسم کی ایک کتاب مفتاح العلوم لکھی۔ کتاب کے پہلے حصہ کے مقالات شریعت، فقہ، کلام، عروض و تاریخ سے متعلق ہیں اور دوسرے حصہ کے مقالات فلسفہ، منطق، طب، حساب، اقلیدس، ہیئت، موسیقی اور علم الحیل (MECHANICS) اور علم الکیمیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامی)

۲۹۹- الخیاط، یحییٰ بن غالب ابوعلی ——— وفات: ۲۲۰ھ/۸۳۵ء - ۲۳۰ھ/۸۴۵ء کے درمیان

ہیئت داں تھے۔ جنھیں عیسائی مصنفین "ALBOHALI" کہتے ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب "سر العمل" (مسائل نجوم پر) لکھی اور دوسری کتاب الموالید۔

حوالہ: (فہرست (ابن ندیم))

۳۰۰- دحلان، احمد بن زینی ——— ولادت (مکہ) ——— وفات: ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء

یہ مکہ میں پیدا ہوئے، شافعی فقیہ تھے۔ ۱۳۰۴ھ میں مدینہ گئے اور اسی سال انتقال کیا۔ ان کی متعدد تصانیف قاہرہ میں شایع ہوئیں، بعض اہم تصانیف یہ ہیں: الدول الاسلامیہ بالجداول المرضیہ (عہد رسالت سے لیکر اپنے وقت کے خلفاء کی تاریخ)۔ خلاصۃ الکلام (تاریخ حجاز عہد رسالت سے تیرھویں صدی عیسوی تک)۔ سیرۃ النبویہ۔ فتوحات الاسلامیہ۔ فتح المبین۔ درر السنیہ (وہابیوں کے رد میں)

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۰۱- الدیاربکری، حسین بن محمد بن الحسن ——— وفات: ۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء کے بعد

دیاربکر میں پیدا ہوئے لیکن بعد کو مکہ اپنا وطن قرار دیا جہاں وہ قاضی کے عہدہ پر ممتاز ہوگئے۔ یہ حنبلی یا شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تصنیف "تاریخ الخمیس" سیرۃ نبوی پر بڑی مشہور کتاب ہے۔

حوالہ: (حاجی خلیفہ)

۳۰۲- الرازی، محمد بن موسیٰ، بن بشیر بن جناد بن لقیط الکنانی الرازی ——— وفات: ۲۷۷ھ/۸۹۰ء

یہ اسپین کے مورخ تھے۔ رے میں پیدا ہوئے اور تیسری صدی ہجری کے وسط میں بسلسلۂ تجارت قرطبہ آئے۔ ان کی شہرت علم و فضل پہلے سے یہاں پہونچ چکی تھی اس لئے اموی خلیفہ محمد بن عبدالرحمان نے ان کی بڑی عزت کی اور مختلف سیاسی مہموں پر مامور کیا۔ تاریخ میں ایک تصنیف چھوڑی جس کا نام: کتاب الرایات ہے جس میں انھوں نے اسپین کی اسلامی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔

حوالہ جات: (نفح الطیب (مقاری)۔ بیان المغرب (المراکشی))

۳۰۳- سحنون، عبدالسلام بن سعید بن حبیب التنوخی ——— ولادت (قیروان): ۱۶۰ھ/۷۷۶ء — وفات: ۲۴۰ھ/۸۵۴ء

ابتدائی تعلیم وطن میں پائی، اس کے بعد تیونس کے مالکی علماء سے فراغت حاصل کی۔ مدینہ اور شام کی بھی سیاحت کی اور جمع احادیث کے سلسلہ میں ایک کتاب مدونہ مرتب کی جو امام مالک کے موطا سے ماخوذ تھی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان۔ بیان المغرب (عبدالواحد مراکشی)۔ دیباج (ابن فرحون))

۳۰۴- سعدی شیرازی، شیخ مصلح الدین ——— ولادت (شیراز): ۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء — وفات (شیراز): ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء

سعدی کے باپ سعد بن زنگی (سلغری اتابک) کے ملازم تھے۔ اسی لئے انھوں نے سعدی تخلص اختیار کیا۔ سعدی کی تعلیم بغداد کے مشہور مدرسہ نظامیہ میں ہوئی اور مراحل تصوف شیخ عبدالقادر جیلانی کی نگرانی میں طے کئے۔ سعدی نے نو بار حج کیا۔ انھوں نے ۱۰۲ سال کی عمر پائی۔ ۳۰ سال تعلیم میں صرف ہوئے

تیس سال سیر و سیاحت و شاعری میں، تیس سال ریاضت و مجاہدہ میں اور باقی بارہ سال غربا و مساکین کی خدمت و حاجت روائی میں۔

تیرھویں صدی عیسوی کے اخیر میں، محمد خاں گورنر ملتان نے اپنے باپ غیاث الدین بلبن کے اشارہ سے سعدی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی لیکن پیرانہ سالی کی وجہ سے یہ سفر نہ کر سکے۔

بوستان انھوں نے ۱۲۵۵ء میں لکھی اور گلستان اس کے دوسرے سال۔ ان کے کلیات میں غزلوں، قصاید اور رباعیات کے علاوہ طیبات، ہزلیات اور خبثیات بھی پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے عربی میں بھی قصاید لکھے ہیں۔ ان کا مزار شیراز میں ہے۔ موجودہ مقبرہ نیا ہے، پرانا مقبرہ ایک شیعی مجتہد نے مسمار کرا دیا تھا، کیونکہ سعدی سنی تھے، فارسی شعراء میں جو شہرت سعدی کو نصیب ہوئی کسی اور کو میسر نہیں آئی۔

حوالہ جات: (تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ)۔ تاریخ گزیدہ (حمد اللہ مستوفی))

۴۰۵۔ السلاوی، شہاب الدین ابو العباس ——— ولادت: ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۵ء — وفات: ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

مراکش کے طبقۂ ناصریہ کے بانی (احمد بن ناصر) ان کے مورث اعلیٰ تھے۔ انھوں نے مراکش اور فارس میں تعلیم پائی اور مورخ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ عربی ادبیات اور دینیات پر کافی عبور حاصل تھا ان کی نہایت اہم تصنیف "کتاب الاستقصا لاخبار الدول المغرب الاقصیٰ" ہے جو سرزمین مغرب (افریقہ) کی بڑی بسیط تاریخ ہے۔ اس کا ترجمہ یوروپ کی کئی زبانوں میں ہوا۔ بعض دیگر تصانیف یہ ہیں:-

شرح قصیدہ ابن الونان — تعلیم المنتہ بنصرۃ السنتہ (اسلام کے مختلف فرقوں پر) — طلعۃ المشتری فی نسب الجعفری۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف۔ اسلامیہ)

۴۰۶۔ سہل بن ہارون

شاعر و مصنف۔ یہ ایرانی النسل تھے لیکن بصرۃ میں قیام کر لیا تھا۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں یحییٰ برمکی کے سکریٹری رہے اور مامون کے عہد میں خاصہ اقتدار حاصل ہو گیا۔ یہ ان ایرانی اہل قلم میں سے تھے جنھوں نے عربی لٹریچر کو ایرانی لٹریچر سے کافی متاثر کیا۔

انھوں نے کلیلہ و دمنہ کے انداز کی ایک کتاب لکھی جس کا نام ثعلہ و عفرہ ہے۔ ابن ندیم نے ان کی متعدد تصانیف کی فہرست دی ہے۔ جاحظ نے ان کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے: کتاب الاخوان — کتاب المسایل — کتاب المخزومی والہذلیہ — انھوں نے ایک سیاسیات پر بھی لکھی تھی جس کا نام: "تدبیر الملک والسیاسات" تھا۔ جاحظ ان کا بڑا مداح تھا۔

حوالہ جات: (فہرست (ابن ندیم)۔ کشف الظنون (حاجی خلیفہ)۔ ابن خلکان۔ کتاب البیان (جاحظ)۔ دائرۃ المعارف)

۴۰۷۔ شہاب الدین ابو العباس احمد دمشقی ——— ولادت (دمشق): ۷۰۰ھ / ۱۳۰۱ء — وفات (دمشق): ۷۴۹ھ / ۱۳۴۹ء

ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں۔ ان کا خاندان سلاطین مصر کے دربار سے وابستہ تھا اور ان کے والد قاضی محی الدین، دمشق میں صیغۂ راز کے سکریٹری تھے بعد کو یہاں سے علٰحدہ ہو کر وہ اسی خدمت پر مصر میں مامور ہوئے۔ شہاب الدین دونوں جگہ اپنے باپ کے معاون تھے۔ اخیر میں وہ دمشق چلے آئے اور یہیں انتقال کیا یہ بڑے فاضل شخص تھے اور تمام علوم متداولہ میں تبحر تام رکھتے تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں جو ضایع ہو گئیں۔ ایک نہایت بسیط تاریخی کتاب "مسالک الابصار" کے نام سے بیس جلدوں میں لکھی جس کی صرف ۵ جلدیں یوروپ کے کتب خانوں میں کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔

حوالہ (دائرۃ المعارف)

۴۰۸۔ الطلیطلی، ابو القاسم سعید بن احمد الاندلسی ——— ولادت: ۴۲۰ھ / ۱۰۲۹ء — وفات: ۴۶۲ھ / ۱۰۷۰ء

قرطبہ میں تعلیم شروع کی اور طالیدہ میں تکمیل۔ تاریخ، فقہ، ریاضی اور ہیئت میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ اخیر وقت تک طالیدہ میں عہدۂ قضا پر مامور رہے۔ انھوں نے ایک کتاب ہیئت پر بھی لکھی اور ایک تصنیف ابن حزم کی کتاب الملل والنحل کے انداز کی بھی۔ لیکن یہ دونوں ضایع ہو گئیں۔ ان کی صرف ایک تصنیف طبقات الامم باقی رہ گئی جو مختلف اقوام کی بڑی اچھی تاریخ ہے۔

حوالہ: (کتاب الصلہ (ابن بشکوال)۔ بغیۃ الملتمس (الضبی))

۳۰۹ - عبدالرزاق کمال الدین بن جلال الدین اسحاق السمرقندی ——— ولادت (ہرات): ۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء — وفات: ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء

ان کے والد سلطان شاہ رخ کے عہد میں عہدۂ قضا و امامت پر مامور تھے - ۸۴۵ھ / ۱۴۴۱ء میں عبدالرزاق سفیر کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور تین سال کے بعد واپس گئے - "مطلع السعدین و مجمع البحرین" ان کی نہایت مشہور تاریخی تالیف ہے جس میں ۷۰۴ھ سے ۸۷۵ھ تک کے واقعات تاریخی ترتیب کے ساتھ درج ہیں - ۸۳۰ھ تک کے واقعات تو انھوں نے حافظ آبرو کی "زبدۃ التواریخ" سے لئے ہیں، لیکن اس کے بعد کے حالات ۸۷۵ھ تک خود انھوں نے فراہم کئے تھے جو تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھے جاتے ہیں -

حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

---

۳۱۰ - عبدالعزیز بن الحاج ابراہیم ——— ولادت: ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء — وفات: ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء

خوارج کی جماعت اباضیین (شمالی افریقہ) سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی جماعت کے مشہور فقیہہ و عالم تھے - "کتاب النیل و شفا والعلیل" ان کی فقہی تصنیف تھی جو خارجی عقاید کے پیش نظر انھوں نے مرتب کی تھی ان کی ایک اور تصنیف "کتاب معالم الدین" تھی جو شایع نہیں ہوئی - دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:

ذوالنورین فی مرج البحرین — الورد البسام فی ریاض الاحکام — عقد الجواہر — المصباح (کتاب الالواح کا خلاصہ) — الاسرار النورانیہ -

حوالہ جات: (ابن سعد - ابن الاثیر - یعقوبی)

---

۳۱۱ - عبداللطیف (موفق الدین ابو محمد) بن یوسف بن محمد بن البغدادی معروف بہ ابن اللباد

ولادت (بغداد): ۵۵۷ھ / ۱۱۶۲ء — وفات: ۶۲۹ھ / ۱۲۳۱ء

مشہور فاضل و ادیب تھے - اور دینیات، صرف و نحو، حدیث، فلسفہ، طبیعیات کے ماہر - انھوں نے موصل، شام اور مصر کی سیاحت کی - صلاح الدین اور اس کے جانشین ان کے بڑے قدردان تھے - ارزنجان میں شاہزادہ علاء الدین داؤد شاہ کے دربار سے بھی عرصہ تک وابستہ رہے - انھوں نے مختلف علوم و فنون پر متعدد تصانیف کیں جو نایاب ہیں -

حوالہ: (ابن ابی اصیبعہ)

---

۳۱۲ - عبدالقادر (جیلانی) محی الدین ابو محمد بن ابی صالح جنگی دوست ——— پیدائش: ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷-۱۰۷۸ء — وفات: ۵۶۱ھ / ۱۱۶۶ء

قادریہ خاندان تصوف کے بانی - یہ موضع نیف (ضلع گیلان) میں پیدا ہوئے - ۱۸ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے بغداد گئے - انھوں نے حنبلی (اور بعض کے نزدیک) شافعی فقہ کی تعلیم حاصل کی - ابو الخیر محمد بن مسلم الدباس سے بیعت کی اور کافی ریاضت کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا - ۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء میں بغداد میں وعظ و تبلیغ شروع کی اور اس قدر شہرت پائی کہ ان کے لئے ایک خانقاہ طیار کی گئی اور مبارک المخرمی کی قایم کی ہوئی درسگاہ کو وسیع کرکے انھیں اس کا صدر مدرس مقرر کیا گیا - ان کے وعظ سے بہت سے یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے اور خلفاء و وزراء تک ان کے معتقد ہوگئے، دور دور سے ان کے پاس فتاوی آتے تھے اور یہ ان کا جواب دیتے تھے - ان کے مریدوں اور شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے - سمعانی انھیں کے شاگرد تھے جنھوں نے ان کے سوانح بہت شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کئے - مذہب، اخلاق و تصوف پر متعدد تصانیف انھوں نے چھوڑیں -

حوالہ جات: (قلاید الجواہر - نتیجۃ التحقیق - غبطۃ الناظر (ابن حجر) - تاریخ الاسلام (ذہبی))

---

۳۱۳ - عبدالکریم

تاریخ احمد (احمد شاہ درانی) کے مصنف - اصل کتاب ۱۲۶۶ھ میں شایع ہوئی اور اس کا اردو ترجمہ واقعات نادری کے نام سے ۱۲۹۲ء میں طبع ہوا - انھوں نے ایک اور کتاب "محاربہ کابل و قندھار" بھی تصنیف کی جس میں امیر دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں - سکھوں کی لڑائی پر بھی انھوں نے ایک کتاب "تاریخ پنجاب تحفۃ الاحباب" سے تصنیف کی تھی -

حوالہ: (بیل)

۳۱۴- العتبی، ابوالنصر محمد بن محمد الجبار ——— ولادت (رے): ۳۵۰ھ / ۹۶۱ء — وفات: ۴۲۷ھ / ۱۰۳۶ء

کمسنی میں خراسان آگئے جہاں ان کے ماموں ابوالنصر، سامانی حکومت میں کسی معزز خدمت پر مامور تھے۔ ماموں کے انتقال کے بعد یہ ابوعلی فوجی کمانڈر کے سکریٹری ہوگئے اور اخیر میں سبکتگین فرمانروائے غزنہ کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ ۳۸۹ھ / ۹۹۹ء میں سلطان محمود غزنوی نے انھیں سفیر بناکر غرشستان روانہ کیا اور وہاں سے یہ کامیاب واپس آئے۔ ۴۱۲ھ / ۱۰۲۱ء میں انھوں نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الیمینی ختم کی اور اس کے صلہ میں صاحب البرید (پوسٹ ماسٹر جنرل) مقرر کئے گئے۔ اس کے بعد یہ سلطان محمود کے بیٹے شاہزادہ مسعود کے ملازم ہوگئے۔

یہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں صرف کتاب الیمینی باقی رہی۔ یہ امیر سبکتگین اسکے بیٹے محمود اور دوسرے ہمعصر فرمانرواؤں کے عہد کی تاریخ ہے۔

حوالہ: (ثعالبی (یتیمۃ الدہر))

۳۱۵- علی شیر قانع (بارھویں صدی ہجری)

ان کا زمانہ بارھویں صدی ہجری تھا۔ انھوں نے ایک جامع تاریخ تحفۃ الکرام کے نام سے تین جلدوں میں لکھی، پہلی جلد میں انبیاء، ملوک، عہد نبوی کے علماء و حکماء کا ذکر کیا ہے۔ دوسری جلد میں عہد نبوی و خلفاء راشدین کے حالات سے بحث کی ہے اور تیسری جلد تاریخ سندھ سے تعلق رکھتی ہے جس میں سندھ کے مشایخ و سادات، اولیاء و علماء کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ۱۱۸۱ھ میں ختم کی۔

حوالہ: (اسلامی ہند دشمانز)

۳۱۶- العمیدی۔ محمد بن محمد ابوحامد رکن الدین السمرقندی ——— وفات (بخارا): ۶۱۵ھ / ۱۲۱۸ء

یہ حنفی فقیہہ تھے۔ علم کلام میں بھی خاص دسترس حاصل تھا۔ اس فن پر ان کی تصنیف "کتاب الارشاد" بہت مقبول ہوئی۔ ان کی ایک اور کتاب "الطریق العمیدیہ فی الخلاف والجدال" کا مخطوطہ قاہرہ میں محفوظ ہے۔

تصوف پر بھی ان کی ایک تصنیف "کتاب مرآت المعانی فی ادراک العالم الانسانی" بہت مشہور ہوئی۔

حوالہ جات: (ابن خلکان - ابن قتلوبغا)

۳۱۷- فردوسی، ابوالقاسم، منصور یا احمد یا حسن ——— ولادت طایران (طوس): ۳۲۳ھ / ۹۳۲ء — وفات: ۴۱۱ھ / ۱۰۲۱ء

فارسی کے مشہور رزمیہ شاعر، شاہنامہ کے مصنف، ان کے باپ نے مختصر سی جایداد چھوڑی تھی اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھی۔ ابتدائی تعلیم اسدی سے حاصل کی۔ ان کے ایک دوست نے اسے شاہان سلف کے حالات کی ایک قلمی کتاب دی اور اسی کو سامنے رکھ کر انھوں نے شاہنامہ شروع کیا۔ یہ مثنوی ۶۰ ہزار ابیات پر مشتمل تھی جس میں دقیقی کا لکھا ہوا بھی کچھ حصہ شامل ہے۔ یہ مثنوی انھوں نے ۳۵ سال میں پوری کی (۴۰۰ھ / ۱۰۱۰ء) جبکہ ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی۔ جب محمود غزنوی نے خراسان فتح کیا (۳۸۹ھ / ۹۹۹ء) تو اس کے وزیر حسن بن احمد نے فردوسی کا تعارف کرایا اور محمود نے فی شعر ایک دینار دینے کا وعدہ کیا، لیکن کسی وجہ سے پوری رقم ادا نہ کی گئی بلکہ صرف ۶۰ ہزار درہم بھیجے گئے اور فردوسی نے جل کر یہ رقم اسی وقت حمام کے ملازم اور ایک مے فروش کو دیدی۔ کہا جاتا ہے کہ محمود کو جب یہ خبر پہونچی تو اس نے حکم دیا کہ فردوسی کو ہاتھی سے کچلوا دیا جائے اور فردوسی بھاگ کر شہریار بن شروین فرمانروائے طبرستان کے پاس چلے گئے۔ یہاں انھوں نے محمود کی ہجو میں ایک نظم لکھی جسے شہریار نے ایک لاکھ درہم میں خرید کر کے ضایع کر دیا۔ پروفیسر محمود شیرانی نے اس واقعہ کی تکذیب کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ فردوسی نے کوئی نظم محمود کی ہجو میں نہیں لکھی تھی۔

فردوسی نے ایک اور مثنوی یوسف زلیخا بھی بہاؤالدولہ بویہ یا اس کے بیٹے سلطان الدولہ کی فرمایش پر لکھی تھی اور یہ مثنوی لکھ کر وہ اپنے وطن واپس آئے اور انتقال کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ان کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا تو ایک کاروان ۶۰ ہزار دینار کی موعودہ رقم محمود کی طرف سے لے کر آیا لیکن فردوسی کی لڑکی نے اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا اور سلطان محمود نے اس رقم سے فردوسی کی یاد میں ایک رباط بنوا دیا۔

حوالہ جات: (چہار مقالہ (عروضی سمرقندی) - لباب الالباب (عوفی) - تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ))

---

۳۱۸ - القالی ابو علی اسماعیل بن القاسم بن ایذون بن ہارون بن عیسیٰ بن محمد — ولادت (منازگرد آرمینیا): ۲۸۸ھ/۹۰۱ء - وفات (قرطبہ) ۳۵۶ھ/۹۶۷ء

مشہور ماہر ادبیات تھے - ۳۰۳ھ میں یہ قالیقلا کے چند لوگوں کے ساتھ بغداد گئے تھے اسی لئے وہ خود بھی القالی کہے جانے لگے - یہیں انھوں نے فنِ حدیث و ادبیات کی تکمیل کی - ۳۳۰ھ/۹۴۱ء میں بہ عہد عبدالرحمان الناصر یہ قرطبہ گئے اور عبدالرحمان کے بیٹے "ابوالعاصی الحکم" نے جو علم و فضل کا بڑا قدردان تھا ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور حدیث و ادب کا درس دینے لگے -

ان کی تصانیف میں سے صرف دو باقی رہیں: "کتاب الامالی والذیل والنوادر" — "کتاب النوادر"۔

حوالہ جات: (بغیۃ الملتمس (الضبی) - تاریخ علماء اندلس (ابن الفرضی) - ابن خلکان - تاج العروس - ابن خلدون)

---

۳۱۹ - قسطلانی، مصلح الدین مصطفیٰ — وفات (استنبول): ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء

حنفی مسلک کے ترکی فقیہ تھے - بروسہ کے قریب ایک گاؤں قسطل میں پیدا ہوئے - بروسہ میں دینیات کی تعلیم حاصل کی اور عرصہ تک مختلف مدارس میں پروفیسر رہنے کے بعد بروسہ - ادرنہ اور قسطنطنیہ میں عہدۂ قضا پر مامور رہے - انھوں نے فقہ کی متعدد کتابیں عربی میں لکھیں - علامہ تفتازانی کی کتاب عقاید نسفی پر ان کی شرح بھی بہت مقبول ہوئی - بعض دوسری تصانیف یہ ہیں:

حاشیہ شرح کتاب المواقف (علم کلام) - تنفیص المعالم (جہت قبلہ کی تعیین) - یقظہ ذوی الاعتبار -

حوالہ: (شقایق نعمانیہ (طاشکوپروزادہ))

---

۳۲۰ - کاشانی، حاجی مرزا جانی — وفات (طہران): ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء

کاشان کے سوداگر تھے اور مرزا علی محمد باب کے مریدوں میں سے تھے - جب ۱۸۴۷ء میں باب کو قید کرکے اصفہان سے ماکو لے جا رہے تھے تو انھوں نے دو دن کاشان میں انھیں اپنا مہمان رکھا اور اس کے دوسرے سال بہاؤاللہ، صبح ازل اور دوسرے بابیوں کے ساتھ یہ بھی مجاہدین میں شامل ہوگئے - لیکن ایرانی سپاہ نے پکڑ لیا اور آمل میں مقید کردیا، بعد کو کاشان کے بعض تاجروں نے زرفدیہ دے کر چھڑا لیا - اس کے بعد وہ بارفروش، مشہد اور طہران میں بابی مسلک کی اشاعت میں نہایت سرگرمی سے حصہ لینے لگے -

جب ۹ جولائی ۱۸۵۰ء کو باب قتل کئے گئے تو کاشانی، بابی تاریخ لکھنے میں مصروف ہوگئے - اس کتاب کا نام انھوں نے "نقطۃ الکاف" رکھا - جب ناصرالدین قاچار نے اس مسلک کے پیرؤں کا استیصال شروع کیا تو کاشانی کو بھی بہاؤاللہ کے ساتھ قید کردیا گیا اور ۱۵ ستمبر ۱۸۵۲ء کو اپنے ۲۰ ساتھیوں کے ساتھ طہران میں قتل کردئے گئے -

حوالہ جات: (نقطۃ الکاف - تاریخ جدید - مرزا علی محمد باب)

---

۳۲۱ - کاشفی، ملا حسین واعظ — وفات: ۹۱۰ھ/۱۵۰۵ء

ہرات کے بڑے متنوع الذوق ادیب تھے - یہ سلطان حسین مرزا کے عہد میں پائے جاتے تھے - ان کی تصانیف میں اخلاق محسنی کو بڑی شہرت حاصل ہوئی جسے انھوں نے ۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء میں تصنیف کیا تھا - ان کی دوسری مشہور کتاب انوار سہیلی، کلیلہ دمنہ کا ترجمہ ہے - ان کی دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: جواہر التفسیر (نامکمل) - تفسیر حسینی - روضۃ الشہداء - بدائع الافکار فی صناعۃ الاشعار - مخزن الانشاء - صحیفۂ شاہی - قصص و آثار حاتم طائی - تحفۃ الصلوات - لباب معنوی (رومی کی مثنوی سے اقتباسات)

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

---

۳۲۲ - کمال الدین ابوالقاسم عمر بن احمد بن ابی جرادہ بن العدیم العقیلی — ولادت (یروشلم): ۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء - وفات (قاہرہ): ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء

بنو جرادہ کے نہایت معزز قبیلہ کے فرد تھے اور اپنے عہد کے نہایت مشہور مورخ - ان کے خاندان میں چار نسلوں سے عہدۂ قضا منتقل ہوتا چلا آرہا تھا - ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی اور تکمیل، عراق، دمشق و حجاز میں - ۶۱۶ھ/۱۲۱۹ء میں وہ حلب کے مدرسہ شادبخت میں پروفیسر ہوگئے اور ایوبیوں کے آخر عہد میں عہدۂ وزارت پر مامور ہوئے - جب تاتاریوں کا حملہ ہوا تو وہ مصر چلے گئے - لیکن ہلاکو نے انھیں طلب کرکے شام کا قاضی القضاۃ مقرر کیا -

انھوں نے اکابر حلب کی تاریخ چار جلدوں میں مرتب کی : "بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب"۔

حوالہ جات : (ارشاد الاریب (یاقوت) - فوات الوفیات (ابن شاکر))

۳۲۳- گردیزی، ابو سعید عبد الحئی بن الضحاک بن محمود (پانچویں صدی ہجری)

فارسی مورخ تھے - گردیز میں پیدا ہوئے - انھوں نے "زین الاخبار" عبدالرشید غزنوی کے عہد میں لکھی - اس میں شاہان فارس، رسول اللہ اور خلفاء کے حالات ۴۳۲ھ / ۱۰۴۱ء تک کے درج ہیں، اس کے علاوہ خراسان کی تاریخ، انساب و معارف، اور ترکوں کے حالات بھی انھوں نے لکھے ہیں - ان کا ماخذ زیادہ تر ابن مقفع اور خورداذبہ ہیں - ہندوستان کے حالات البیرونی سے لئے ہیں۔

حوالہ : (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۲۴- لطف علی بیگ آذر ——— ولادت (اصفہان) : ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء — وفات : ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء

بارھویں صدی ہجری کے مشہور تذکرہ نگار تھے - ایام شباب قم میں بسر کئے اور پھر شیراز چلے گئے جہاں ان کے والد نادرشاہ کے زمانہ میں لارستان کے گورنر کی حیثیت سے رہتے تھے - باپ کی وفات کے بعد وہ حج کی غرض سے مکہ گئے اور پھر اصفہان لوٹ کر جانشینان نادرشاہ کی ملازمت سے وابستہ ہوگئے - اخیر وقت میں وہ گوشہ نشین ہوگئے اور سید علی مشتاق کے ہاتھ پہ بیعت کرلی - لطف علی بیگ اپنے فارسی تذکرہ "آتشکدہ" کی وجہ سے بہت مشہور ہیں جس میں انھوں نے فارسی شعراء کا حال درج کیا ہے - اس میں ۲۰ ایسے شعراء کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے ہمعصر تھے - اور خود اپنے حالات بھی تحریر کئے ہیں -

حوالہ : (دائرۃ المعارف اسلامی)

۳۲۵- مالک الطائی، ابو ولید مالک بن ابی السمح ——— وفات (مدینہ) : ۱۳۵ھ / ۷۵۲ء

عہد بنی امیہ و بنی عباس کے نہایت مشہور مغنی تھے - یہ معاویہ اول کے زمانہ میں پیدا ہوئے - بچپن ہی میں ان کو عبداللہ بن جعفر نے جو مدینہ کے مشہور قدردان علوم و فنون تھے متبنی کرلیا اور اچھی تعلیم دلائی - ۹۲ھ میں مشہور مغنی معبد کے گانے سے متاثر ہوکر انھوں نے بھی گانا سیکھنا شروع کیا اور پھر معبد و جمیلہ سے اس فن کی تکمیل کی - ان کا مربی عبداللہ بن جعفر خود بھی موسیقی کا بڑا شایق تھا اور اس کے گھر پہ گانے کے جلسے اکثر ہوا کرتے تھے -

یزید بن عبدالملک اور ولید بن یزید (اموئین) بھی ان کے بڑے قدر شناس تھے - جب عباسیوں کا زمانہ آیا اور سلیمان گورنر مقرر ہوا تو یہ بھی اس کے ساتھ بصرہ گئے - لیکن چند دن بعد وہ مدینہ واپس آگئے اور ۸۰ سال سے زیادہ عمر پاکر انتقال کیا -

صاحب اغانی کا بیان ہے کہ اسحاق موصلی (دربار ہارون الرشید کا مشہور مغنی) انھیں عرب کے چار نہایت مستند ماہرین موسیقی میں شمار کرتا تھا -

حوالہ جات : (اغانی - عقد الفرید - دیوان (بحتری))

۳۲۶- محمد حسن خاں ——— وفات : ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء

فارس کے مشہور ادیب تھے - صنیع الدولہ اور اعتماد السلطنہ ان کے خطابات تھے - ماں کی طرف سے قاچاری تھے اور باپ کی طرف سے مغل - محمد حسن خاں نے ایران کے جامعہ دار الفنون میں بارہ سال تک تعلیم پائی - اس کے بعد جب ان کے والد عربستان کے گورنر مقرر ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ گئے - ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں پیرس کے سفارتخانہ ایران میں یہ فرسٹ سکریٹری کی حیثیت سے مامور ہوئے - لوٹ کر شاہ کے مترجم کی حیثیت سے انھوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی - ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں دار الطباعت اور دار الترجمہ کے مہتمم مقرر ہوئے اور سنہ ۱۲۹۹ھ میں محلات شاہی کے نگراں اور نائب وزیر عدلیہ -

انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جو زیادہ تر ایران کے جغرافیہ و تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں : مرأۃ البلدان - تاریخ بابل و نینوا - تاریخ منتظم ناصری - مطلع الشمس (تین جلدوں میں) - دار التیجان - کتاب المآثر والآثار -

حوالہ : (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۲۷- محمد حسین تبریزی ——— (دسویں صدی ہجری)

ایران کے مشہور خطاط تھے - سید احمد مشہدی کے شاگرد تھے اور میر عماد کے استاد - مہارت فن کی وجہ سے ان کو لوگ "تہین استاد" کہتے تھے - انکے والد

مرزا شکر اللہ صفوی طہماسپ اول کے زمانہ میں مستوفی الممالک تھے اور یہ خود بھی شاہ اسماعیل ثانی کے وزیر تھے۔ لیکن بعد کو جب بادشاہ ناخوش ہوگیا تو یہ ہندوستان چلے آئے اور یہیں ساری عمر بسر کردی۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان امیر شاہی، کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

حوالہ جات: (خط الخطاطان (مرزا حبیب) تاریخ عالم آرائے عباسی)

۳۲۸- محمد عبدالکریم علوی (منشی عبدالکریم) ——— (تیرھویں صدی ہجری)

فارسی مورخ تھے۔ انھوں نے احمد شاہ بانی درانی خاندان کی ایک تاریخ لکھی جس کا نام احمد شاہی ہے۔ یہ کتاب امام الدین حسینی کی تاریخ حسین شاہی سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے ایک اور کتاب محاربات کابل بھی لکھی جس میں انگریزوں کے ساتھ افغانیوں کی لڑائی کا حال لکھا ہے۔ یہ کتاب بھی انھوں نے قاسم جان کے اکبر نامہ سے اخذ کی۔ سکھوں کی لڑائی کی بھی ایک تاریخ لکھی جس کا نام تاریخ پنجاب ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۲۹- المفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان الحارثی ——— ولادت (بغداد): ۳۳۶ھ یا ۳۳۸ھ ـ وفات: ۴۱۳ھ

اثنا عشری عالم تھے اور آل بویہ کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔ ساری عمر علمی مشاغل میں بسر کی۔ مختلف مقامات سے ان کے پاس مذہبی استفسارات آتے تھے اور یہ ان کا جواب دیا کرتے تھے۔ انھوں نے حنابلہ اور تبعین حلاج و جاحظ کے رد میں بھی متعدد رسایل لکھے۔

کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مسئلۂ امامت و عقاید اثنا عشری وغیرہ پر ۲۰۰ تصانیف چھوڑیں جن میں سے بعض نجف کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

حوالہ جات: (منہاج المقال (استر آبادی)، کشف الحجب (اعجاز حسین کنتوری))

۳۳۰- المویدفی الدین، ابو نصر ہبت اللہ بن ابی عمران موسیٰ بن داؤد الشیرازی ——— وفات: [illegible]

مشہور فاطمی داعی تھے۔ سب سے پہلے شیراز میں اسماعیلی عقاید کی تبلیغ شروع کی اور ایک بویہ امیر ابو کالیجار کو اپنا ہم خیال بنایا، لیکن اس کے بعد بغداد، موصل ہوتے ہوئے وہ قاہرہ پہنچے اور المستنصر باللہ کے دربار میں رسائی ہوگئی اور قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض ہوا۔ یہیں ایک اور بڑے فاطمی داعی ناصر خسرو سے ملاقات ہوگئی۔ یہ زمانہ وہ تھا جب فاطمی فوجیں ترکوں سے برسر پیکار تھیں۔ چنانچہ ان کو ایک کمکی فوج دیکر بخارا بھیج گیا اور یہاں انھوں نے ترکوں کو شکست دیکر بغداد پر قبضہ کرلیا اور فاطمی خلیفہ کا نام خطبہ میں پڑھا۔

یہ علاوہ دیگر علوم و فنون کے ادبیات کے بھی ماہر تھے۔ دیوان فاطمیین کی مدح میں لکھا اور ایک نہایت اہم کتاب المجالس تصنیف کی جس میں علاوہ متعدد فقہی و فلسفیانہ مسایل کے وہ خط و کتابت بھی پائی جاتی ہے جو ابو العلاء المعری سے غذا ئے نباتاتی کے متعلق انھوں نے کی تھی۔ السیرۃ کے نام سے اپنے سوانح بھی لکھے جو آل بویہ اور خلفاء فاطمیین کی بھی بڑی دلچسپ تاریخ ہے۔

حوالہ جات: (الاشارہ (ابن الصیرفی) ـ الخطط (مقریزی) ـ عیون الاخبار (ادریس عماد الدین))

۳۳۱- مہدی خاں، مرزا محمد مہدی استرابادی بن محمد ——— (بارھویں صدی ہجری)

مورخ تھے دربار نادر شاہ کے۔ "تاریخ جہانگشائے نادری" ان کی مشہور تصنیف ہے جس میں نادر کے حالات پیدایش سے وفات تک کے بہت تشریح کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کی ایک اور تاریخی تصنیف نادر کے حالات میں "دُرّۂ نادرہ" ہے جس میں صرف ۱۱۴۸ھ تک کے حالات درج ہیں۔

انھوں نے ایک ترکی فارسی لغت بھی لکھی جس کا نام سنگلاخ ہے لیکن یہ شائع نہیں ہوئی۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۳۲- میرخاوند، بن برہان الدین خاوند شاہ ——— ولادت: ۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء ـ وفات: ۹۰۳ھ/۱۴۹۸ء

مشہور فارسی مورخ تھے۔ ان کے باپ برہان الدین خاوند شاہ ماوراء النہر کے باشندہ تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ بلخ گئے اور یہیں تحصیل علم کی۔ ان کا ابتدائی زمانہ بہت عسرت میں بسر ہوا۔ اتفاق سے میر علی شیر جو سلطان حسین شاہ ایران کا وزیر تھا ان کا سرپرست ہوگیا اور انھیں کوئی تاریخی کتاب لکھنے پر مایل کیا۔

روضۃ الصفا (سات جلدوں میں)، ان کی نہایت معتبر تاریخی تالیف ہے۔ اس کتاب میں تخلیق عالم سے لیکر سلطان حسین والی ہرات تک کے حالات درج

گئیں۔ اس تالیف میں ۱۹ عربی اور ۲۲ فارسی تاریخوں سے مدد لی گئی اور بعد کے مورخین نے اس سے بہت استفادہ کیا۔
اس کتاب کی آخری جلدان کے پوتے خوندمیر نے لکھی جو خود بھی مشہور مورخ تھے اور جن کی کتاب "حبیب السیر" بہت مقبول ہوئی۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف۔ اسلامیہ)

۳۳۳۔ ناصر خسرو، ابومعین ناصر بن خسرو بن حارث ——— ولادت (ضلع بلخ): ۳۹۴ھ / ۱۰۰۳ء ——— وفات: ۴۸۱ھ / ۱۰۸۸ء

گیارھویں صدی ہجری کے نہایت مشہور ایرانی شاعر۔ ان کو شیعی ہونے کی وجہ سے علوی کہتے ہیں۔ ان کا باپ مضافات بلخ کا زمیندار تھا۔ ناصر کی ابتدائی تعلیم اچھے پیمانہ پر ہوئی اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مرو میں ملازم ہوگئے اور غیر ذمہ داری زندگی بسر کرنے لگے۔ چند دن بعد جب اس کا احساس ہوا تو وہ ملازمت چھوڑ کر اور مکروہات سے تائب ہو کر حج کے لئے مکہ چلے گئے۔ انھوں نے جس وقت ایران چھوڑا یہاں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی اور امن مفقود تھا۔ لیکن یہی بدحالی و بدنظمی انھوں نے دوسرے اسلامی ممالک میں بھی پائی۔ مصر کی حالت البتہ بہتر تھی جہاں اُس وقت فاطمیین کا اسماعیلی خاندان حکمراں تھا۔ یہاں کے اکابر و امراء سے اپنے تعلقات بڑھائے یہاں تک کہ خلیفہ المستنصر نے انھیں اسماعیلی مشن کی تبلیغ کے لئے خراسان بھیجدیا۔ اس سلسلہ میں جب وہ بلخ آئے تو سلجوقی حکومت نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو پسند نہیں کیا اور وہ بلخ چھوڑ کر مازندران چلے گئے۔ لیکن یہاں بھی پناہ نہ ملی اور وہ وادی یمگان چلے گئے اور یہیں اپنی باقی عمر تصنیف و تالیف میں بسر کردی۔

ناصر نے متعدد کتابیں تصنیف کیں لیکن بعد کو بہت ناقص و مسخ صورت شائع ہوئیں۔ ان کا دیوان شعر کی حیثیت سے زیادہ نمایاں چیز نہیں ہے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ اسماعیلی تعلیمات کی انسائکلوپیڈیا ہے، بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس دیوان میں دو نظمیں تتمہ کے طور پر بھی شامل ہیں ایک روشنائی نامہ جس میں بوعلی سینا کے فلسفیانہ تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے اور دوسری "سعادت نامہ" جس میں ملوکیت و استبداد کے خلاف کسان طبقہ کی زبردست حمایت کی گئی ہے۔
نثر میں ان کا نہایت مشہور کارنامہ "سفرنامہ" ہے جس میں انھوں نے اپنے عہد کے اسلامی ممالک کی زبوں حالی پر روشنی ڈالی ہے، لیکن چونکہ اسکی ترتیب کسی دستی نے کی ہے اس لئے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اصل نسخہ سے موجودہ نسخہ کتنا مختلف ہے۔ انھوں نے بعض مذہبی و اخلاقی کتابیں بھی لکھیں۔ ان میں ایک "زادالمسافرین" ہے جس میں بہت سے مابعد الطبیعیاتی عقاید پر گفتگو کی گئی ہے۔ دوسری کتاب وجہ دین ہے، جس میں اسماعیلی مذہب کی تبلیغ کی گئی ہے۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۳۴۔ النسوی۔ محمد بن احمد بن علی بن محمد ——— ولادت (خرندیہ خراسان): ۶۳۹ھ / ۱۲۴۱ء

مورخ و تذکرہ نگار تھے۔ یہ خوارزم شاہ جلال الدین کے عہد میں پائے جاتے تھے۔ اس وقت کی سیاسیات میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا اور عروج و زوال کی منزلوں سے بار بار ان کو گذرنا پڑا۔ نظام الملک طوسی سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ ۶۳۹ھ / ۱۲۴۱ء میں انھوں نے خوارزمشاہ جلال الدین کے سوانح پر ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "سیرۃ سلطان جلال الدین" ہے جس میں مغلوں کی ابتدائی تاریخ بھی درج ہے۔
حوالہ: (ابوالفداء)

۳۳۵۔ نصر اللہ بن محمد بن عبدالحمید ابوالمعالی شیرازی ——— (چھٹی صدی ہجری)

خسرو ملک غزنوی (۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء - ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء) کے وزیر تھے اور بعد کو اسی کے حکم سے قتل کئے گئے۔ یہ پہلے ایرانی ادیب تھے جنھوں نے عبداللہ بن مقفع کے عربی ترجمے سے، کلیلہ دمنہ کو فارسی میں منتقل کیا۔ یہ ترجمہ ۵۳۹ھ / ۱۱۴۴ء میں مکمل ہوا جب بہرام شاہ حکمراں تھا۔ یہ ترجمہ اپنی زبان اور طرز ادا کے لحاظ سے بے مثل چیز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد جب ایرانی زبان میں تبدیلی ہوئی تو حسین واعظ کاشفی نے کلیلہ دمنہ کا ترجمہ دوبارہ کیا جو انوار سہیلی کے نام سے مشہور ہے۔
حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۳۶۔ نظامی عروضی سمرقندی، احمد بن عمر بن علی ——— (چھٹی صدی ہجری)

فارسی کے نہایت مشہور ادیب تھے۔ یہ فرمانروایان غوری کے دربار سے ۴۵ سال تک وابستہ رہے۔ چہار مقالہ ان کا نہایت مشہور تذکرہ ہے۔ نظم میں ان کی کوئی تصنیف ہم تک نہیں پہونچی گو عوفی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے متعدد مثنویاں بھی لکھی تھیں۔ ان کے حالات جو کچھ خود ان کی تحریر سے معلوم ہوتے ہیں

یہیں کر ۵۰۴ھ/۱۱۱۰ء میں سمرقند جاکر انھوں نے رودکی کے حالات فراہم کئے، ۵۰۶ھ میں وہ بلخ میں خیام سے ملے اور پھر ہرات آگئے۔ ۵۱۰ھ/۱۱۱۶ء میں افلاس سے تنگ آکر نیشاپور سے طوس چلے گئے اور یہاں فردوسی کے حالات فراہم کئے۔ معزی کی وساطت سے (جو دربار کا ملک الشعراء تھا) سلطان سنجر تک رسائی ہوئی اور قسمت پلٹی۔ اس کے بعد جب ۵۳۰ھ میں یہ دوبارہ نیشاپور گئے تو خیام کا انتقال ہوچکا تھا۔ چہار مقالہ انھوں نے ۱۱۵۵ء میں مرتب کیا اور یہ اس قدر مقبول ہوا کہ بعد کے تمام تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے (مثلاً عوفی، اسفندیار، مستوفی قزوینی، جامی، غفاری) نے اس سے استفادہ کیا۔

حوالہ جات: (حاجی خلیفہ ــ مجمع الفصحاء (رضا قلی خاں))

۳۴۳۔ نظامی گنجوی، نظام الدین ابو محمد الیاس بن یوسف ـــــــ ولادت (گنجہ): ۵۳۵ھ/۱۱۴۰ء ــ وفات: ۵۹۹ھ/۱۲۰۲ء

فارسی کے نہایت مشہور شاعر۔ بہت کمسنی میں والدین نے انتقال کیا اور دو بیٹے چھوڑے ایک نظامی، دوسرا قوامی۔ چچا نے ان کی پرورش کی لیکن چچا کا انتقال بھی جلد ہوگیا اور ان دونوں بھائیوں نے خود اپنی کوشش سے تعلیم پوری کی۔ قوامی مطرزی نے قصیدہ گوئی میں خاص شہرت حاصل کی۔ نظامی نے تین بار شادی کی اور صرف ایک لڑکا چھوڑا جس کا نام محمد تھا۔ نظامی کو تصوف کی طرف بہت میلان تھا اس لئے حلقۂ صوفیہ میں شیخ اخوند فرخ ریحانی کے شاگرد و مرید ہوئے۔ نظامی کی زندگی کے تفصیلی حالات نامعلوم ہیں سوا اس کے کہ وہ رؤسا و امراء کی صحبت سے بہت بچتے تھے حالانکہ ان کی تمام نظمیں کسی نہ کسی امیر کے نام سے منسوب ہیں۔ ان کو اپنی شاعری کے سلسلہ میں ایک گاؤں حمدونیان جاگیر میں ملا تھا لیکن اس کی آمدنی بہت کم تھی۔ دولت شاہ نے ان کی تاریخ وفات ۵۷۶ھ غلط لکھی ہے کیونکہ ان کی تین مثنویاں اس کے بعد کی ہیں۔ نظامی کی خاص تصنیف خمسۂ نظامی ہے جو پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے: (۱) مخزن الاسرار۔ یہ اخلاقی رنگ کی مثنوی ہے ــ (۲) خسرو شیریں ــ (۳) لیلیٰ مجنوں ــ (۴) سکندر نامہ۔ ان دونوں حصوں کو برّی و بحری بھی کہتے ہیں۔ خمسہ کے علاوہ اس کا ایک دیوان بھی ہے۔

فارسی ادبیات کی تاریخ میں نظامی "خدائے سخن" کہلاتے ہیں۔ ان کی شاعری سے متاثر ہونے والوں میں خسرو دہلوی، خواجو کرمانی، کاتبی، جامی، ہاتفی، عطار اور میر علی شیر نوائی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

حوالہ: (میر خوند)

۳۴۴۔ النواوی، محمد بن عمر بن عربی الجاوی ـــــــ (تیرھویں صدی ہجری)

یہ ملایا نسل سے تعلق رکھتے تھے اور موضع تنارا (جاوا) میں پیدا ہوئے ــ ۱۸۵۵ء میں حج کے لئے مکہ گئے، وہیں تعلیم حاصل کی اور مستقل قیام کرلیا۔ ۱۸۶۰ء سے سلسلۂ تصنیف و تالیف شروع کیا۔ ان کی تصانیف کی تعداد بہت ہے۔ قرآن کی ایک تفسیر لکھی (التفسیر المنیر)۔ فقہ میں محمد بن قاسم کی فتح القریب کی شرح لکھی۔ دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے: شرح بدایۃ الہدایہ (غزالی)۔ شرح مناقب الحج (محمد الخطیب) شرح سفینۃ الصلاح (یحییٰ الحضرمی)۔ شرح ام البراہین (سنوسی) ــ شرح عقیدۃ العوام (احمد مرزوقی) ــ شرح آجرومیہ (فقہ)

حوالہ: (معجم المطبوعات)

۳۴۵۔ النویری، شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب البکری الکندی الشافعی ـــــ ولادت (الکوس): ۶۷۷ھ/۱۲۷۹ء ــ وفات (قاہرہ) ۷۳۲ھ/۱۳۳۲ء

مورخ تھے۔ ان کے والد کاتب کی خدمت پر مامور تھے۔ یہ خود سلطان ملک الناصر کے عہد میں مختلف ذمہ دارانہ عہدوں پر مامور رہے۔ پہلے طرابلس میں ناظر عسکر رہے اور پھر مصر میں ناظر الدیوان۔ مملوک عہد کی انھوں نے ایک بڑی جامع ادبی تاریخ لکھی جس کا نام "نہایۃ الارب فی فنون الادب" ہے اس میں تمام علوم و فنون کا ذکر کیا ہے جو اس وقت رائج تھے۔ وہ نہایت اچھے خطاط بھی تھے انھوں نے اپنی کتاب کی خود چار پانچ نقلیں کرکے دو دو ہزار درہم میں فروخت کیں۔ بخاری کی بھی آٹھ نقلیں کیں اور ایک ایک ہزار درہم میں فروخت کیں۔

حوالہ جات: (درۃ الاسلاک (ابن حبیب) ــ الطالع السعید)

۳۴۶۔ وصاف، شرف الدین عبد اللہ بن فضل اللہ شیرازی ـــــــ (آٹھویں صدی ہجری)

ایرانی مورخ تھے۔ مغلوں کے زمانہ میں محصّل جزیہ کی خدمت پر مامور تھے۔ وزیر رشید الدین کی وساطت سے ایلخانی دربار تک رسائی ہوئی اور عطا ملک جوینی

کی تاریخ جہانگشا کو انھوں نے پورا کر کے اس کا نام «تجزیۃ الامصار و تزجیۃ الاعصار» رکھا۔ یہ تاریخ ۱۲۵۷ء سے ۱۳۲۸ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

حوالہ: (مجمع الفصحاء (رضا قلی خاں))

۱۴۴۰۔ ہادی سبزواری (حاجی ملا) ابن حاجی مہدی ——— ولادت: ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء — وفات: ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

فارس کے فیلسوف شاعر تھے۔ یہ حاجی ملا حسین کے شاگرد تھے۔ ۱۲ سال کی عمر میں سب سے پہلے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ اس کے بعد یہ اپنے استاد کے ساتھ مشہد گئے اور ۵ سال تک راہبانہ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد سات سال تک "ملا حسن نوری" سے اصفہان میں تعلیم حاصل کی۔ پھر سبزوار واپس آکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کی شہرت سن کر دور دور کے طلبہ جمع ہونے لگے۔ اور یہ روزانہ دو لکچر دو دو گھنٹے کے دیا کرتے تھے۔ مشہد میں ان کا مقبرہ ہے۔ وہ عالم مثال میں تناسخ کے قایل تھے جو ملا صدرہ کا بھی مسلک تھا۔

"اسرار الحکم" ان کی مشہور کتاب ہے جس میں انھوں نے اپنے فلسفیانہ خیالات ظاہر کئے ہیں۔ نظم میں ان کا تخلص اسرار تھا۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۴۴۱۔ ہمدانی، ابو الفضل، احمد بن الحسین بن یحیی بن سعید بن بشر (بدیع الزماں)

ولادت: ۳۵۸ھ / ۹۶۸ء وفات: ۳۹۸ھ / ۱۰۰۷ء

مشہور شاعر و ادیب۔ ابتدائی تعلیم ہمدان میں پائی۔ ۳۸۰ھ میں رے گئے اور پھر وہاں سے جرجان۔ ۳۸۲ھ میں نیشاپور گئے۔ یہاں اس وقت ابوبکر خوارزمی بڑا مشہور ادیب تھا۔ اس سے مقابلہ ہوا اور اس کے مرنے کے بعد خراسان و غزنہ وغیرہ میں ان کی کافی قدر ہوئی۔ اخیر میں یہ ہرات میں مقیم ہوگئے اور یہیں شادی کی۔

"مقامات ہمدانی" ان کی مشہور کتاب ہے جو ان کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب گویا ایک کشکول ہے جس میں شعر و شاعری، لطایف و حکایات واقعات و روایات سبھی کچھ پایا جاتا ہے۔

اپنے بعد یہ ایک دیوان بھی چھوڑ گئے اور ایک مجموعۂ مکاتیب بھی۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۱۴۴۲۔ الہمدانی، ابو محمد الحسن بن احمد بن یعقوب بن یوسف بن داؤد بن سلیمان بن عمر بن الحارث ——— وفات: ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء

جنوبی عرب کے مشہور فاضل و ادیب تھے۔ صنعاء میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ کچھ زمانہ تک [illegible] رہے، پھر صنعاء آئے اور [illegible] میں مقیم ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی کسی تحریر میں رسول اللہ کے متعلق کوئی فقرہ تحقیر کا لکھ دیا تھا اس لئے قید کر دئے گئے۔

مورخ و شاعر ہونے کے علاوہ وہ لسانیات، طبقات الارض، جغرافیہ، فلکیات و ریاضی کے بھی ماہر تھے۔

تاریخ و جغرافیۂ یمن پر "الاکلیل" ان کی مشہور کتاب ہے۔ ان کا ایک دیوان بھی چھ جلدوں میں ہے۔ دوسری کتابیں یہ ہیں:

صفۃ جزیرۃ العرب (جغرافیہ)۔ سرائر الحکمۃ (ہیئت)۔ کتاب الحیوان المفترس۔

حوالہ جات: (تاریخ الحکماء (القفطی۔ ذہبی۔ سیوطی۔ یاقوت۔ حاجی خلیفہ))

۱۴۴۳۔ یاقوت المستعصمی، جمال الدین ابو المجد بن عبداللہ ——— ولادت: ۶۱۸ھ / ۱۲۲۱ء — وفات: ۶۹۸ھ / ۱۲۹۸ء

مشہور خطاط تھے۔ خلیفۂ المستعصم کے (خواجہ سرا) غلام تھے اور "قبلۃ الکتاب" کہلاتے تھے۔ نظم و نثر دونوں پر قدرت رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک تذکرہ "کتاب الاخبار" کے نام سے لکھا اور اقوال حکماء "افکار الحکماء" کے نام سے جمع کئے۔

ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن بعض لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۴۴۵ - یحییٰ بن علی بن یحییٰ بن ابی منصور ——— ولادت: ۲۴۱ھ/۸۵۵ء — وفات: ۳۰۰ھ/۹۱۲ء

قدیم عرب موسیقی کے بہت بڑے ماہر تھے۔ ان کے والد بھی موسیقی میں اسحاق موصلی کے شاگرد تھے۔ الموفق (خلیفہ المعتمد کے بھائی) کی ملازمت میں تھے۔ یہ موسیقی کے ادبیات کے بھی ماہر تھے اور اچھا شعر کہتے تھے۔ عقاید کے لحاظ سے معتزلی تھے۔

ان کی بہت مشہور تصنیف "کتاب الباہر" (تذکرۂ شعراء) ہے۔ موسیقی پر بھی ان کی ایک تصنیف "کتاب النغمہ" پائی جاتی ہے۔

حوالہ جات: (کتاب الاغانی — ابن خلکان — مروج الذہب (مسعودی))

۳۴۴۶ - یحییٰ بن عبد اللطیف الحسینی (امیر) ——— وفات: ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء

حاجی خلیفہ نے ان کا نام اسماعیل بن عبد اللطیف لکھا ہے اور مآثر الامرا میں میر یحییٰ حسینی سیفی درج ہے۔ شاہ طہماسپ صفوی ان کا بڑا قدر دان تھا لیکن بعد کو ان کے دشمنوں کے کہنے سننے سے ان کو معہ ان کے بیٹے میر عبد اللطیف کے قید کر دیا اور قید خانہ ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کی تاریخی تصنیف "لب التواریخ" مشہور کتاب ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

حصۂ چہارم

(ب)

ہندوستان کے بعض مشاہیر علماء

۴۴۷- آزاد (ابوالکلام) ———— ولادت (مکہ): ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء

احمد نام، ابوالکلام کنیت، آزاد تخلص - آپ کے والد مولوی خیرالدین قادری نقشبندی مشہور صوفی بزرگ تھے اور قصور (پنجاب) سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کے افراد بعد کو دہلی میں مقیم ہوگئے۔ آپ کے والد ۱۸۵۷ء کی تباہی کے بعد دل برداشتہ ہوکر مکہ چلے گئے اور وہیں مولانا ابوالکلام پیدا ہوئے - آپ نے زیادہ تر حجاز و مصر میں تعلیم پائی - آپ کے خاندان میں متعدد علماء و مشائخ پیدا ہوئے - آپ کے اسلاف میں شیخ جمال الدین (عہد اکبر میں)، شیخ محمد (عہد جہانگیر میں) اور شیخ محمد (شاہجہاں کے عہد میں) مشاہیر علماء و صوفیہ میں شمار ہوتے تھے - مولانا ابوالکلام کے نانا، مولوی منورالدین، شاہ عالم اور اکبر ثانی کے عہد میں وزیر تعلیمات تھے -

مولانا نے ہندوستان آنے کے بعد کلکتہ میں بود و باش اختیار کی اور اپنا مشہور اخبار "الہلال" جاری کیا - جب حکومت نے اسے بند کردیا تو آپ نے دوسرا اخبار "البلاغ" کے نام سے جاری کیا - ۱۹۱۹ء میں جب یورپ جنگ عظیم میں مبتلا تھا آپ رانچی میں نظربند کردئے گئے - جب ۱۹۲۰ء میں آزادی ملی تو کانگریس میں شریک ہوگئے لیکن اس کے دوسرے ہی سال عدم تعاون کی تحریک کے سلسلہ میں علی برادران کے ساتھ قید کردئے گئے - اس کے بعد بھی آپ کئی مرتبہ جیل گئے - آپ نے کانگریس کی صدارت بھی کی اور گاندھی جی کے ساتھ مل کر تمام قومی کاموں میں بھی نمایاں حصہ لیا - آزادی ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے آپ مرکزی حکومت میں وزیر تعلیم کے عہدہ پر ممتاز ہیں

آپ بڑے زبردست عالم، انشا پرداز، سیاست داں اور بلند پایہ خطیب ہیں، عربی، فارسی کے متبحر عالم ہیں اور اردو میں ایک خاص طرز تحریر کے موجد ہیں اور علوم دینیہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں - وہ بڑے مستحکم ارادہ اور پختہ عزم کے انسان ہیں اور جب کوئی رائے ایک بار قایم کرلیتے ہیں تو اس سے کبھی نہیں ہٹتے -

آپ کا "ترجمان القرآن" دنیائے تفسیر میں اپنی نوعیت کی بالکل پہلی چیز ہے جس میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کو روایات سے ہٹ کر فطری و عقلی نقطۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے - حال ہی میں آپ کے خطوط کا مجموعہ غبار خاطر کے نام سے شایع ہوا ہے جو ادبیات میں بڑا بلند مرتبہ رکھتی ہے -

---

۴۴۸- آزاد (شمس العلماء محمد حسین) ———— ولادت (دہلی): ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء — وفات (لاہور): ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء

آپ کے والد مولوی محمد باقر، ذوق کے خاص دوستوں میں سے تھے - ابتدائی تعلیم ذوق کے سایۂ عاطفت میں ہوئی - پھر دلی کالج میں داخل ہوگئے - شاعری میں ذوق کے شاگرد تھے اور استاد کی صحبت میں جو کچھ سنتے تھے اسے اپنے دماغ میں محفوظ رکھتے تھے - انھیں معلومات کا نتیجہ "تذکرۂ آبحیات" ہے - آپ نے ذوق کی وفات کے بعد ان کے کلام کو نہایت محنت و کاوش سے جمع کرکے ترتیب دیا - ذوق کے انتقال کے بعد وہ حکیم آغا جان عیش سے مشورہ کرتے رہے -

جب غدر میں ان کے والد مارے گئے تو لکھنؤ آئے اور پھر یہاں سے مع اہل و عیال لاہور چلے گئے (۱۸۶۴ء) اور سررشتۂ تعلیم میں پندرہ روپیہ ماہوار کے ملازم ہوگئے رفتہ رفتہ ترقی کرکے یونیورسٹی کالج میں علوم مشرقی کے پروفیسر ہوگئے - ۱۸۸۳ء میں پنڈت من پھول کے ساتھ کابل و بخارا کا سفر کیا اور ایران گئے - اخیر میں پچیس روپیہ ماہوار پنشن ہوگئی -

فارسی کے بڑے اچھے انشا پرداز اور عربی کے عالم متبحر تھے - ہندی سے بھی واقف تھے اور انگریزی سے بھی - فارسی نہایت پاکیزہ لکھتے اور بولتے تھے - آپ مذہبا

اثنا عشری تھے مگر بعض مسایل میں وہ اپنی رائے الگ رکھتے تھے۔ شعر و سخن میں نیچرل شاعری کو رواج دینے میں حالی کی طرح ان کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ۱۸۸۹ء میں جوان صاحبزادی کے انتقال کی وجہ سے آپ کے دماغ کا توازن خراب ہوگیا اور جنون بڑھتا ہی رہا۔ ۱۹۱۰ء میں آپ نے ستہتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔

تذکرۂ آبحیات ان کی بڑی مشہور تصنیف ہے اور باوجود اس کے کہ اس میں غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں اپنی نوعیت کا بالکل پہلا تذکرہ ہے۔ آپ کی دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:۔

نیرنگ خیال ۔ سخندان فارس ۔ دربار اکبری ۔ جانورستان ۔ مجموعۂ نظم آزاد ۔ قصص ہند ۔ قند پارسی ۔ دیوان ذوق ۔ جامع القواعد فارسی ۔ قواعد اردو فارسی کی پہلی دوسری کتاب نصیحت کا کرن پھول۔

۳۳۷

۲۴۴۔ ابوالفضل (شیخ، علامی) ———— ولادت (آگرہ): ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء ——— وفات: ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۲ء

اکبر کے وزیر اعظم تھے۔ شیخ مبارک ناگوری کے دوسرے بیٹے اور فیضی کے چھوٹے بھائی۔ باپ کی طرف سے وہ عربی النسل تھے اور ماں کی طرف سے ایرانی۔

ابتدا ہی سے مذہبی مسایل سے بہت دلچسپی تھی۔ پانچ سال کی عمر میں ان کی تعلیم شروع ہوئی اور ۱۵ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے اس کے بعد دس سال تک انھوں نے درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ مذہبی مسایل کی جستجو میں مختلف مذاہب (بودھ، عیسائی، زردشتی) علماء سے انھوں نے تبادلۂ خیال کیا اور آخر کار تشکیکی کیفیت ان میں پیدا ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ قدامت پسند علماء اس چیز کو پسند نہ کرتے تھے، اس لئے یہ سب ان کو ستاتے تھے اور انھوں نے آخر آخر ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے آگرہ جاکر سر چھپایا۔

ان کا بھائی فیضی پہلے ہی سے دربار اکبری میں پہونچ چکا تھا، اس لئے اس نے اپنے بھائی ابوالفضل کو بھی ۱۵۷۴ء میں اکبر کے حضور میں پیش کیا جبکہ وہ بہار کی مہم پر روانہ ہونے والا تھا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں بھائیوں کا اقتدار بڑھنے لگا اور ۱۵۹۲ء میں ابوالفضل کو یک ہزاری[1] منصب عطا ہوا۔ ۱۵۹۳ء میں وہ دوہزاری منصب اور ۱۶۰۰ء میں چار ہزاری منصب تک پہونچ گیا۔

شاہزادہ سلیم ان کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو پسند نہ کرتا تھا اس لئے اس کے اشارہ سے ابوالفضل کو دکن کی مہم کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ وہ وہاں کام آجائے، لیکن انھوں نے وہاں بھی بڑی کامیابی حاصل کی۔ سلیم نے یہ سُن کر بہت پیچ و تاب کھایا اور اس نے ایک بندیلہ سردار کو آمادہ کیا کہ دکن سے واپس ہوتے ہوئے ابوالفضل کو قتل کردے، چنانچہ ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو اس نے نروار کے قریب ابوالفضل کو قتل کرا دیا اور ان کا سر سلیم کے پاس الہ آباد بھیج دیا اور ان کا جسم انتری (گوالیار) میں دفن کیا گیا۔

ابوالفضل اپنے عقاید کے لحاظ سے ہمیشہ علماء وقت کے مطعون بنے رہے اور بدایونی نے اکبر کی مذہبی آزادی کا سبب بھی انھیں کی ذات کو قرار دیا۔

ابوالفضل بڑے فاضل اور جفاکش انسان تھے، جس کا ثبوت ان کی کتاب اکبرنامہ سے ملتا ہے۔ اس کتاب کا نہایت اہم حصّہ وہ ہے جو تیسری جلد سے شروع ہوتا ہے جس میں عہد اکبری کے آئین حکومت پر گفتگو کی گئی ہے۔

اکبرنامہ کے علاوہ ابوالفضل کی تصانیف اور بھی ہیں، مثلاً:

عیار دانش (انوار سہیلی کا خلاصہ) ۔ مکاتیب علامی ۔ رقعات شیخ ابوالفضل (انشاء ابوالفضل) ۔ فارسی ترجمہ مہابھارت ۔ تاریخ الفی ۔ آئین اکبری ۔

حوالہ جات: (مآثر الامرا (شاہ نواز خاں)، ترجمہ آئین اکبری (بلاک مین) ۔ تاریخ ہند (ایلیٹ))

۳۳۸

۲۴۵۔ شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ابن شیخ عبدالاحد (عبدالواحد) فاروقی

ولادت (سرہند پنجاب): ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ء ——— وفات (سرہند): ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء

دسویں صدی ہجری کے نہایت مشہور عالم و صوفی تھے۔ صغر سنی میں قرآن حفظ کرکے اپنے والد سے علوم متداولہ حاصل کئے پھر سیالکوٹ جاکر مولانا کمال الدین کشمیری سے معقولات کی تکمیل کی اور اکابر محدثین سے فن حدیث حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سترہ سال کی عمر میں تمام مراحل تعلیم سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ تصوف میں سلسلۂ چشتیہ کی تعلیم اپنے والد سے پائی، قادریہ سلسلہ کی شیخ سکندر کیتھلی اور سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیم دہلی جاکر خواجہ محمد باقی باللہ سے

---

[1] ایک ہزار پیادہ کا کمانڈر

حاصل کی۔ آپ کے علم و بزرگی کی شہرت اس قدر پھیلی کہ روم و شام، ماوراء النہر اور افغانستان وغیرہ تمام عالم اسلامی کے مشایخ و علماء اور ارادتمند سرہند آکر آپ سے مستفید ہوتے، یہاں تک کہ وہ "مجدد الف ثانی" کے خطاب سے یاد کئے جانے لگے۔ طریقت کے ساتھ وہ شریعت کے بھی سخت پابند تھے۔ ایک بار جہانگیر نے آپ کو طلب کیا لیکن دربار کے تہذیب کے مطابق آپ زمیں بوس نہیں ہوئے، جب آپ سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ جہانگیر نے انھیں قلعۂ گوالیار میں مقید کر دیا۔ تین سال کے بعد اس شرط سے رہا کیا کہ وہ لشکر سلطانی کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ چند دن اس کی پابندی رہی اور پھر اس کے بعد آپ سرہند آگئے اور یہیں انتقال کیا۔ آپ کا مزار اب تک عقیدتگاہ عوام ہے اور سالانہ عرس پر دور دور سے لوگ آکر شریک ہوتے ہیں۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

رسالہ تہلیلیہ۔ رسالہ اثبات نبوت۔ رسالہ معبد و معاد۔ مکاشفات غیبیہ۔ آداب المریدین۔ معارف لدنیہ۔ رسالہ رد الشیعہ۔ تعلیقات العوارف۔ مکتوبات (تین جلدوں میں)

حوالہ: (تذکرہ رحمان علی)

۳۵۱۔ احمد علی عباسی چریاکوٹی ــــــ ولادت (چریاکوٹ): ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء ــ وفات (چریاکوٹ): ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء

ہندوستان کے نہایت مشہور علماء میں سے تھے اور تمام علوم متداولہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ فلسفہ اور اصول فقہ ان کے خاص فن تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں ہوئی اس کے بعد دوسرے مقامات میں جاکر دوسرے علوم حاصل کئے۔ تیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوکر وطن واپس آئے اور درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی اور مولوی نجم الدین چریاکوٹی انھیں کے شاگرد تھے۔ تصانیف کی طرف انھوں نے کم توجہ کی۔

بعض تصانیف کے نام یہ ہیں: انوار احمد (حاشیۂ قوال اقوال) ــ شرح سلم العلوم ــ نور النواظر (مناظرہ)

۳۵۲ ــــ ارشاد حسین ابن مولوی حکیم احمد حسین ــــ ولادت: ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء ــ وفات: ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء

آپ کے اسلاف سرہند سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا غلام محی الدین بریلی سے ترک وطن کرکے رامپور میں مقیم ہوگئے۔ آپ رامپور میں پیدا ہوئے، اور یہیں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ لکھنؤ جاکر علوم معقولات کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دہلی میں حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ ۸ مہینے پیادہ پا سفر کرکے حج سے فراغت پائی۔ نو مہینے میں قرآن حفظ کیا۔ نواب خلد آشیاں کو آپ سے خاص انس تھا۔ چار سو روپے ماہوار کی تنخواہ مقرر تھی۔ خوش لباس، خوش اوقات اور خوش اخلاق تھے۔ زیادہ حصہ اوراد و وظایف اور مراقبہ و ذکر میں گزرتا تھا۔ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور فتویٰ نویسی اور وعظ کا بھی اہل شہر پر آپ کا خاص اثر تھا۔ فقہ و تصنیف و حدیث میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ آپ کی زیادہ شہرت فقیہ کی حیثیت سے تھی اسی شہرت کی وجہ سے علامہ شبلی نعمانی بھی آپ کے شاگرد ہوئے تھے۔

تصانیف یہ ہیں: انتصار الحق (اردو) بجواب معیار الحق مولانا نذیر حسین محدث دہلوی۔ کتاب الحیل عالمگیری (اردو قلمی)۔ ارشاد الصرف۔ فتاوئے ارشادیہ جس میں تقریباً دو سو فتوے ہیں

حوالہ: (تذکرۂ کاملان رامپور)

۳۵۳۔ اسماعیل شہید (مولانا) ــــــ ولادت (دہلی): ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء ــ وفات: ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء

یہ دہلی کے نہایت معزز خاندان کے فرد تھے۔ یہ مولانا شاہ عبد العزیز کے (اکلوتے) بیٹے اور مولانا عبد القادر کے بھتیجے تھے۔ یہ بہت کمسن تھے کہ باپ کا انتقال ہوگیا اور ان کے چچا مولانا عبد القادر نے ان کی پرورش کی۔ بچپن میں یہ بہت کھلنڈرے تھے اور تیراکی کے بڑے شایق۔ لیکن ذہن و حافظہ غضب کا تھا اس لئے جب لہو و لعب سے ہٹ کر تحصیل علم کی طرف راغب ہوئے تو بہت جلد فارغ التحصیل ہوگئے۔ وہ بڑے سخت موحد تھے اور اس وقت مسلمانوں میں جو شرک و بدعت کے رسوم پائے جاتے تھے ان کے سخت مخالف تھے۔ اسی زمانہ میں وہ سید احمد مجدد کے مرید ہوگئے اور ان کے ساتھ رہنے لگے۔ ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء میں حج کے لئے مکہ گئے اور وہاں سے قسطنطنیہ۔ ۲ سال بعد دہلی لوٹ کر مذہبی وعظ و تبلیغ شروع کی۔ ان کی بڑھتی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر علماء ظواہر جلنے لگے اور ان کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء میں یہ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ پشاور گئے اور سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک شروع کی۔ بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہوگئے اور پشاور پر اپنا اقتدار قایم کرلیا۔ لیکن بعد کو انھوں نے جب

افغانیوں کی بعض بدعتی رسوم کے خلاف احتجاج کیا تو پٹھان ان سے منحرف ہوگئے اور یہ پشاور سے سندھ کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستہ میں ایک سکھ فوجی دستہ سے مقابلہ ہوا اور یہ مع اپنے مرشد کے شہید ہوئے۔ ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے :

رسالۃ اصول الفقہ ۔ منصب امامت (فارسی) ۔ تقویت الایمان (اُردو) ۔ صراط المستقیم (فارسی)

حوالہ جات: (اتحاف النبلاء (صدیق حسن خاں) ۔ آثار الصنادید (سرسید احمد خاں)

۳۵۴۔ (مولانا) اشرف علی تھانوی ــــــــــــ ولادت: ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء ۔ وفات: ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

آپ تھانہ بھون (سہارنپور) کے بڑے مستند عالم دین اور صاحب طریقت تھے ۔ دیوبند میں آپ کی تعلیم ہوئی ۔ حکیم الامت کے لقب سے عام طور پر یاد کئے جاتے تھے ۔ آپ کی خانقاہ علم و روحانیت کا سرچشمہ تھی جس سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوئے ۔ آپ بڑے اچھے واعظ تھے اور معاملات میں سنت نبوی اور احکام شریعت کے حد درجہ پابند تھے ۔ تمام علوم دینیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا اور خصوصیت کے ساتھ فقہی مسایل میں بڑا درک رکھتے تھے ۔ روزانہ متعدد استفتاء آپ کے پاس آتے تھے اور آپ فوراً اس کا جواب دیدیتے تھے ۔ بڑے اصول کے بزرگ تھے اور مطالعہ و تصنیف آپ کی زندگی کا تنہا مشغلہ تھا، آپ کے مریدوں کی فہرست میں بڑے بڑے علماء کے نام بھی نظر آتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی روحانیت دراصل تفقہ فی الدین ہی کی دوسری صورت تھی ۔

آپ کی تصانیف میں ترجمۃ القرآن بڑے معرکہ کی چیز ہے ۔ عورتوں کی اصلاح کے لئے آپ نے بہشتی زیور اور بہشتی گوہر کے نام سے متعدد رسایل لکھے جو ملک میں بہت مقبول ہوئے ۔

۳۵۵۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال ــــــــــــ ولادت: ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء ۔ وفات: ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

آپ کشمیری الاصل تھے، لیکن آپ کے آباواجداد سیالکوٹ میں مقیم ہوگئے تھے ۔ یہیں ڈاکٹر اقبال پیدا ہوئے اور مولوی سید میر حسن سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی ۔ چونکہ شعر و سخن کی طرف ابتداہی سے رجحان تھا اس لئے داغ سے شرف تلمذ حاصل کیا ۔ لاہور کالج سے ام ۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور سر ٹامس آرنلڈ سے فلسفہ کی تعلیم پائی ۔ سر آرنلڈ جب انگلستان چلے گئے تو انھیں بھی وہیں بلالیا اور کیمبرج کے مستشرقین سے استفادہ کیا ۔ کیمبرج یونیورسٹی کی تعلیم سے فارغ ہوکر جرمنی گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے مستفید ہوئے اور وہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔

آپ کی نظم گوئی کی ابتدا نظم ہمالیہ سے ہوتی ہے جو ۱۹۰۱ء میں آپ نے لکھی تھی ۔ آپ کے اُردو کلام کا مجموعہ بانگ درا ۱۹۲۴ء میں شایع ہوا، دوسرا مجموعہ کلام بال جبریل ۱۹۳۵ء میں اور تیسرا مجموعہ ضرب کلیم ۱۹۳۶ء میں ۔ آپ کی تصانیف میں: اسرار خودی ۔ رموز بیخودی ۔ ارمغان حجاز ۔ جاوید نامہ ۔ پیام مشرق ۔ زبور عجم ۔ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ۔ علامۂ اقبال ایک بلند پایہ مفکر شاعر ہونے کی حیثیت سے اپنا جواب نہیں رکھتے ۔

۳۵۶۔ حاجی امداداللہ ــــــــــــ ولادت (تھانہ بھون): ۱۲۳۳ھ ۔ وفات: ۱۳۱۷ھ

تھانہ بھون (سہارنپور) کے مشہور عالم و صوفی تھے ۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد آپ ہجرت کرکے مکۂ معظمہ چلے گئے اور آخیر وقت تک وہیں مقیم رہے ۔ آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں مولانا رشید احمد گنگوہی ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی ۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا محمد حسین الہ آبادی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں

آپ کی بعض تصانیف یہ ہیں: ضیاء القلوب ۔ تحفۃ العشاق ۔ جہاد اکبر ۔ ارشاد مرشد ۔

حوالہ: (تذکرہ رحمان علی)

۳۵۷۔ بحرالعلوم، ابوالعیاش محمد عبدالعلی بن نظام الدین بن قطب الدین سہالی ــــــــ ولادت: ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء ۔ وفات: ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے جو اورنگ زیب نے ان کے دادا کو دیدیا تھا ۔ یہ خاندان ہرات سے آیا تھا اور اکبر نے اسے جاگیر عطا کی تھی ۔ بحرالعلوم کے پردادا لکھنؤ کے قریب موضع سہالی میں قیام پذیر ہوگئے تھے ۔ انھوں نے اپنے والد اور والد کے جانشین ملا کمال الدین سے تعلیم حاصل کی ۔

انھوں نے بعض رسایل سُنّی شیعہ کے اختلافی مسایل پر ایسے لکھے جنھوں نے لکھنؤ کے سُنّی شیعہ تعلقات خراب کردئے اس لئے نواب شجاع الدولہ نے انھیں

خارج البلد کردیا۔ یہ لکھنؤ سے شاہجہانپور نواب عبداللہ خاں کے پاس چلے گئے۔ نواب کے قتل کے بعد (۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) رامپور اور بہار میں انھوں نے درس و تدریس شروع کیا اور پھر مستقلاً مدراس چلے گئے۔ جنوبی ہند میں یہ ملک العلماء کے لقب سے مشہور ہیں اور شمالی ہند میں بحر العلوم کے لقب سے فقہ و منطق کی بہت سی درسی کتابوں پر ان کے حاشیے بہت مقبول ہوئے۔

حوالہ جات: (رسالہ الندوہ ـ ابجد العلوم (صدیق حسن خاں) - آثار الاول (حسن بن عبداللہ العباس))

۳۵۸- بدایونی، عبدالقادر ابن ملوک شاہ ——— ولادت (بساور سرکار سنبھل): ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء یا ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء — وفات: ۱۰۱۳ھ / ۱۶۰۴ء

یہ شیخ مبارک (ابوالفضل کے والد) کے شاگرد تھے۔ ۱۵۷۴ء میں یہ دربار اکبری سے وابستہ ہوگئے تھے لیکن آداب درباران کو پسند نہ تھے اس لئے چلے گئے۔ بعد کو ایک ہزار بیگھہ زمین ان کی جاگیر مقرر کردی گئی۔ سنسکرت کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کی خدمت بھی ان کے سپرد کی گئی اور انھوں نے اتھروید کا ترجمہ کیا۔ تاریخ الفی لکھنے کے لئے اکبر نے جو سات آدمی منتخب کئے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھے۔ انھوں نے رامائن اور مہابھارت کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا۔ معجم البلدان کے مترجمین میں بھی یہ شامل رہے۔ بحر الاثمار کے نام سے ایک اور سنسکرت کتاب کا ترجمہ کیا اور ملا شاہ محمد شاہ آبادی کی تاریخ کشمیر کا ترجمہ آسان فارسی میں کیا۔

۱۵۹۰ء میں اپنی مشہور تاریخی کتاب منتخب التواریخ لکھنا شروع کی۔ پہلے حصہ میں سبکتگین سے ہمایوں تک۔ دوسرے حصہ میں عہد اکبری سے ۱۵۹۵ء تک کے حالات درج کئے اور تیسرے حصہ میں عہد اکبری کے شعراء، علماء وغیرہ کے حالات قلمبند کئے۔ لیکن اپنے انتقال تک اس تصنیف کو پوشیدہ رکھا کیونکہ اس میں خود اکبر کے مذہبی خیالات اور دوسرے اکابر دربار کے خلاف سخت تنقید کی گئی تھی۔ بدایونی کے انتقال کے بعد جب عہد جہانگیر میں اس کتاب کا علم ہوا تو ان کے لڑکوں کو گرفتار کرکے اس کتاب کا مسودہ طلب کیا گیا لیکن انھوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور وہ رہا کردئے گئے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۵۹- برنی، ضیاء الدین ——— ولادت: ۶۸۴ھ / ۱۲۸۵ء — وفات: ۷۵۸ھ / ۱۳۵۷ء

برن (بلند شہر) کے رہنے والے تھے۔ بڑے مشہور مورخ تھے اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی میں غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ / ۱۲۶۶ء) سے لیکر عہد فیروز شاہ کے چھٹے سال (۷۵۸ھ / ۱۳۵۷ء) تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

سلطان محمد تغلق ان کا بڑا قدر دان تھا اور امیر خسرو اور حسن دہلوی سے بھی ان کے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے۔ انھوں نے اپنی تاریخ کی ترتیب ۷۴ سال کی عمر کے بعد شروع کی اور ۱۰۱ ابواب میں سے صرف گیارہ پورا کرسکے۔ یہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے اور انھیں کے پائیں دفن ہوئے گو بلند شہر کے ایک مقبرہ کو وہاں کے لوگ انھیں کا مقبرہ بتاتے ہیں۔

حوالہ جات: (تاریخ فیروز شاہی (شمس سراج عفیف) - تاریخ فیروز شاہی (مرتبۂ سید احمد خاں))

۳۶۰- البہاری، محب اللہ بن عبدالشکور القاضی البہاری ——— (وفات: ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء کے بعد)

ہندوستان کے صوبۂ بہار کے کسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بڑے جید عالم تھے۔ عالمگیر نے انھیں پہلے لکھنؤ کا قاضی مقرر کیا، پھر حیدر آباد دکن کا۔ یہ عالمگیر کے پوتے رفیع القدر کے اتالیق بھی رہے۔ عالمگیر کے بعد اس کے بیٹے محمد معظم نے انھیں فاضل خاں کا خطاب دیا اور ساری سلطنت کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ ان کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:- جواہر الفرد - مسلم الثبوت (اصول فقہ) - سلم العلوم (منطق)

حوالہ جات: (سبحۃ المرجان (آزاد بلگرامی) - اتحاف النبلاء (صدیق حسن خاں))

۳۶۱- تحسین، میر محمد حسین عطا خاں (مرصع رقم) ——— (بارھویں صدی ہجری)

متوطن اٹاوہ۔ ان کے باپ کا نام میر باقر خاں شوق تھا۔ تحسین کی تاریخ ولادت و وفات کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کی مشہور کتاب نوطرز مرصع کی تاریخ تصنیف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء ہے۔ یہ جنرل اسمتھ کے ملازم تھے اور انھیں کے ساتھ لکھنؤ سے کلکتہ گئے۔ اس کے بعد یہ پٹنہ آئے اور نوطرز مرصع لکھنا شروع کی۔ پھر اپنے باپ کے انتقال کے بعد فیض آباد آکر نواب شجاع الدولہ کے ملازم ہوگئے اور نواب آصف الدولہ کے عہد میں اس کتاب کو پورا کیا۔ چنانچہ اس کتاب کے شروع میں ایک قصیدہ بھی نواب آصف الدولہ کی مدح میں پایا جاتا ہے۔

یہ کتاب اُردو ترجمہ ہے قصۂ چہار درویش کا جسے بعض امیر خسرو کی تصنیف بتاتے ہیں اور بعض محمد علی معصوم کی۔ نوطرز مرصع کی انشا بہت دقیق ہے اس لئے چہار درویش کا دوسرا اُردو ترجمہ باغ و بہار کے نام سے میر امن دہلوی نے کیا۔ تحسین کی انشا کی تقلید متعدد لوگوں نے کی جن میں ایک عظمت اللہ مصنف "قصۂ رنگین نیلوفر" بھی تھے۔

اس کتاب کے علاوہ تحسین نے فارسی میں ایک کتاب انگریزی گرامر کی بھی لکھی جس کا نام "ضوابط انگریزی" ہے ایک تاریخی کتاب تواریخ قاسمی بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے۔ "تذکرۂ یوسف علی خاں" کے بیان کے مطابق تحسین بڑے اچھے خوشنویس بھی تھے اور انھیں مرصع رقم کہتے تھے۔

حوالہ جات: (گارسن دتاسی - بیل)

۳۳۶- محمد ثناء اللہ پانی پتی (قاضی) ——— وفات: ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء

شیخ جلال الدین پانی پتی کی اولاد میں سے تھے۔ بڑے متقی و پرہیزگار عالم تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، سولہ سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ آپ نے میرزا مظہر جانجاناں اور مولانا شاہ عبد العزیز سے کافی استفادہ کیا۔ تفسیر، فقہ و کلام پر بڑا عبور تھا اور فتاویٰ سے بڑی دلچسپی تھی۔ آپ کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اور تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ تھی۔ آپ کی تصانیف کی فہرست بہت طویل ہے۔ خاص خاص یہ ہیں: تفسیر مظہری (سات جلدوں میں) - السیف المسلول (رد مذہب شیعہ) - رسالہ مالا بد منہ - حقوق الاسلام - رسالہ حرمت متعہ - رسالہ شہاب ثاقب۔

حوالہ: (بیل)

۳۳۷- جلیل بلگرامی ابن سید احمد حسین واسطی ——— ولادت (بلگرام): ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء — وفات: ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء

علوم نقلی و عقلی مولانا غلام نقشبند لکھنوی سے حاصل کئے اور حدیث کی سند سید مبارک محدث دہلوی سے حاصل کی۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ قاموس زبانی یاد تھی۔ اورنگ زیب کے وقت سے فرخ سیر کے عہد تک بخشی گری اور سوانح نگاری کے عہدہ پر مامور رہے۔ عربی، فارسی، ترکی زبانوں کے زبردست ادیب تھے اور موسیقی میں بھی اچھی دسترس حاصل تھی۔ پہلے طرزی تخلص اختیار کیا، پھر واسطی اور آخیر میں عبد الجلیل اور میر جلیل۔

حوالہ: (بیل)

۳۳۸- جیون (ملا)، احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ ——— وفات (دہلی): ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء

امیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ علماء وقت سے تعلیم حاصل کی اور ملا لطف اللہ جہاں آبادی کے پاس رہ کر تکمیل علوم کی۔ عالمگیر (اورنگ زیب نے) ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا شہرہ سُن کر ان کو اپنا استاد بنایا اور آخیر وقت تک اس خدمت پر مامور رہے۔ عالمگیر کا بیٹا شاہ عالم بھی ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ یہ حجاز بھی گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ ان کی تصانیف یہ ہیں:

"التفسیر الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ" — "نور الانوار" (عقاید نسفی کی شرح)۔

حوالہ جات: (سبحۃ المرجان (آزاد بلگرامی) - ابجد العلوم (صدیق حسن خاں) - مآثر الامراء (نواز خاں) - حدایق الحنفیہ (فقیر محمد لاہوری))

۳۳۹- مولوی چراغ علی (نواب اعظم یار جنگ) ——— ولادت (میرٹھ): ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء — وفات: ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء

ان کا خاندان سری نگر کشمیر سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کے دادا پنجاب میں آکر ملازم ہوئے اور وہیں سے میرٹھ آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ان کے والد محمد بخش الکٹری میں ہیڈ کلرک تھے، بعد کو ترقی پاکر صوبۂ سرحد میں مہتمم بندوبست ہو گئے۔ ان کا انتقال عین عنفوان شباب میں ہو گیا اس لئے ان کی تعلیم پوری نہ ہو سکی چند معمولی کتابیں فارسی، عربی کی پڑھ کر رہ گئے، لیکن مطالعہ کی کثرت سے غیر معمولی قابلیت پیدا کرلی۔ سب سے پہلے بیس روپیہ ماہوار پر کمشنری گورکھپور میں محرر خزانہ کی ملازمت کرلی، چند سال بعد ڈپٹی منصفی کی جگہ لکھنؤ میں ۸۰ روپیہ ماہوار کی مل گئی اور سیتاپور تبادلہ ہو گیا۔ جب سر سید لکھنؤ آئے تو یہ ان سے ملنے گئے اور انھوں نے ترجمہ کا کام مولوی چراغ علی کو دیا۔ بعد کو سر سید کی سفارش پر یہ حیدرآباد چلے گئے اور ترقی کرتے کرتے معتمد مالگزاری ہو گئے۔ عربی زبان و عربی علوم کے عالم تھے، فارسی کے ماہر تھے عبرانی اور کالدی زبانوں میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے، لاطینی و یونانی سے بھی واقف تھے، انگریزی میں صاحب تصنیف تھے۔

سر سید کے بڑے پرستار تھے اور ان کے رسالہ تہذیب الاخلاق کے مستقل مضمون نگار۔ مذہبی خیالات میں وہ سر سید کے ہمنوا تھے۔ ریسرچ و تحقیق ان کا

خاص مشغلہ تھا۔ ان کی خاص تصانیف یہ ہیں :

تعلیقات (پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی کا جواب)۔ تحقیق الجہاد (انگریزی)۔ ریفارمز انڈر مسلم اول (انگریزی)۔ محمد دی پرافٹ (انگریزی) اسلام کی دینوی برکتیں ۔ قدیم قوموں کی مختصر تاریخ ۔

---

۳۶۶ - حالی (الطاف حسین) ———— ولادت (پانی پت): ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء — وفات: ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۴ء

آپ کے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ انصاری ساتویں صدی ہجری میں بہ عہد غیاث الدین بلبن، ہرات سے ہندوستان آئے اور پانی پت میں جاگیر لی۔ ان کے والد خواجہ ایزد بخش، پرمٹ کے محکمہ میں ملازم تھے اور جس وقت ان کا انتقال ہوا تو حالی کی عمر ۹ سال کی تھی۔ بھائی بہنوں نے سرپرستی کی اور سب سے پہلے انھیں قرآن حفظ کرایا۔ اس کے بعد سید جعفر علی سے ابتدائی کتابیں فارسی کی پڑھیں اور حاجی ابراہیم حسین انصاری سے صرف و نحو شروع کی۔ سترہ سال کی عمر میں ان کی شادی کر دی گئی اور ان سے نوکری کرنے کے لئے کہا گیا۔ مگر تعلیم کا شوق ان کو بہت تھا اور بیوی آسودہ حال گھرانے کی تھی اس لئے یہ دلی چلے گئے اور یہاں صرف و نحو اور حکمت منطق کی چند کتابیں پڑھیں، اسی زمانہ میں وہ غالب کے شاگرد ہوئے (یہ زمانہ وہ تھا جب دلی کالج میں مولوی ذکاء اللہ، مولوی نذیر احمد اور محمد حسین آزاد وغیرہ تعلیم پا رہے تھے) اس کے بعد عزیزوں اور بزرگوں کے اصرار سے پھر پانی پت واپس گئے اور ۱۸۵۶ء میں کلکٹر حصار کے دفتر میں کوئی معمولی سی ملازمت کر لی۔ اس کے بعد جب ۱۸۵۷ء میں غدر کا ہنگامہ برپا ہوا تو پانی پت چلے آئے اور چار سال کامل محض مطالعہ میں گزار دئے۔

۱۸۶۳ء میں نواب مصطفیٰ خاں حسرتی و شیفتہ تعلقہ دار جہانگیر آباد (بلند شہر) سے ملاقات ہو گئی اور آٹھ سال تک ان کی مصاحبت میں رہے۔ نواب صاحب بڑے خوش ذوق و خوش فکر شاعر تھے اور غالب سے مشورۂ سخن کیا کرتے تھے۔ ان کی صحبت میں حالی کا ذوق علم و ادب اور زیادہ نکھر گیا۔

شیفتہ کی وفات کے بعد، یہ پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازم ہو گئے۔ خدمت یہ تھی کہ جو ترجمے انگریزی سے اردو میں ہوتے تھے انھیں یہ درست کرتے تھے۔ چار سال تک یہ کام کیا اور اس طرح انگریزی لٹریچر سے بھی کچھ مناسبت پیدا ہو گئی۔ اس وقت محمد حسین آزاد لاہور میں تھے اور انھوں نے یہاں ایک مشاعرہ کی بنیاد ڈالی تھی جس میں مصرعۂ طرح کی جگہ کوئی عنوان دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حالی نے بھی اسی مشاعرہ کے لئے چار نظمیں (برسات۔ امید۔ رحم و انصاف۔ حب وطن) لکھیں اور بہت مقبول ہوئیں۔

زمانۂ قیام لاہور میں چیفس کالج لاہور میں بھی انھوں نے کچھ دن کام کیا۔ لاہور چھوڑ کر یہ پھر دہلی آئے اور اینگلو عربک اسکول میں ملازم ہو گئے۔ ۱۳۰۵ھ میں نواب آسمان جاہ نے ۷۵ روپیہ ماہوار ان کا امدادی وظیفہ مقرر کر دیا اور رجب ۱۳۰۶ھ میں یہ وظیفہ سو روپیہ کا ہو گیا تو انھوں نے اسکول کی ملازمت ترک کر دی اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

ان کی سب سے پہلی کتاب غالباً تریاق مسموم ہے جو پادری عماد الدین کی ہدایت المسلمین کا جواب ہے۔ قیام لاہور کے زمانہ میں انھوں نے ایک کتاب عورتوں کی تعلیم کے لئے مجالس النساء اور کے نام سے بھی لکھی تھی۔ ان کی جن تصانیف نے غیر معمولی شہرت حاصل کی ان میں حیات سعدی، یادگار غالب، مقدمۂ شعر و شاعری اور حیات جاوید (سرسید کی لائف) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ نظم میں ان کا کلیات جو قدیم و جدید غزلوں اور متعدد نظموں پر مشتمل ہے نیم کلاسکل حیثیت رکھتا ہے، لیکن جو شہرت ان کے مسدس (مد و جزر اسلام) کو حاصل ہوئی وہ کسی اور نظم کو میسر نہ آئی۔ اس کا ترجمہ پشتو اور سندھی میں بھی ہوا۔ دوسری نظم مناجات بیوہ بھی بہت مقبول ہوئی جس کا ترجمہ دس زبانوں کے علاوہ سنسکرت میں بھی ہوا۔ آپ نے حکیم ناصر خسرو کے سوانح بھی لکھے تھے۔ آپ نے ایک مجموعہ فارسی کلام کا بھی چھوڑا۔ حالی، سرسید کے بڑے مخلص رفقاء میں سے تھے اور انھیں کی فرمائش پر مسدس لکھا تھا۔

آپ کا مقدمۂ شعر و شاعری، فن نقد کے لحاظ سے اردو میں پہلی معیاری چیز ہے اور سوانح نگاری کے سلسلہ میں آپ کا سب سے اہم کارنامہ حیات جاوید ہے۔ غزل گوئی میں آپ کا قدیم کلاسکل رنگ بڑی معیاری چیز ہے۔ متاخرین میں حالی جیسا مصنف جو نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتا ہے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ اور محمد حسین آزاد مصلحین ادب میں شمار کئے جاتے ہیں، کیونکہ اردو میں نظم نگاری کی ابتدا انھیں سے ہوتی ہے اور تغزل میں رجحانات زمانہ کا لحاظ رکھنا بھی انھیں نے سکھایا۔

جو بڑی اہم علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ آپ نے معارف کے نام سے ایک علمی و تاریخی جاری کیا جو اب تک قایم ہے۔ آپ بلاد اسلامیہ کا بھی سفر کر چکے ہیں۔ آپنے قومی و ملکی خدمات میں بھی نمایاں حصہ لیا، انجمن ترقی اُردو، جمعیتہ العلماء، خلافت کانفرنس اور کانگریس میں آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کو مذہب، تاریخ اور ادبیات سے خاص دلچسپی تھی اور آپ کی تمام تصانیف انھیں تین دائروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اخیر میں آپ بھوپال میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر ممتاز ہوئے اور وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد کراچی چلے گئے اور وہیں ۱۹۵۳ء میں انتقال کیا۔ آپ کا اہم ترین تصنیفی کارنامہ سیرۃ النبی کی تکمیل ہے جسے مولانا شبلی ناتمام چھوڑ گئے تھے آپ کی بعض دوسری تصانیف کی فہرست یہ ہے:

ارض القرآن۔ سیرۃ عائشہ۔ خیام۔ عرب و ہند کے تعلقات۔ حیات مالک۔ عربوں کی جہازرانی۔

۴۷۴۔ سر سید احمد خاں ابن میر تقی ——— ولادت (دلی): ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء ـ وفات: ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء

حسینی سید تھے، ان کے آباؤ اجداد وطن چھوڑ کر پہلے دامغان (ایران) میں آباد ہوئے، پھر ہرات میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندوستان میں ان کے مورث اعلیٰ شاہجہاں کے عہد میں آئے اور ان کے خاندان کے تمام افراد اکبر شاہ کے وقت تک مغلیہ حکومت میں مختلف خدمتوں پر مامور رہے۔

سر سید نے ابتدائی تعلیم فارسی، عربی کی مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور ۱۹ سال کی عمر سے پڑھنا چھوڑ دیا، لیکن مطالعہ کا شوق برابر جاری رہا اور صہبائی، غالب اور آزردہ وغیرہ کی صحبت میں بیٹھ کر اس میں ترقی ہوگئی۔ ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء میں والد کے انتقال کے بعد نوکری کی فکر ہوئی، کیونکہ قلعہ کی تنخواہیں پہلے ہی بند ہوگئی تھیں صرف والدہ کی تنخواہ باقی رہ گئی تھی جو ناکافی تھی۔ ۱۸۴۱ء میں مین پوری کے منصف مقرر ہوئے اور ۱۸۴۲ء میں فتحپور سیکری تبدیل ہوگئے اور اسی زمانہ سے ان کی تصنیفی زندگی شروع ہوئی۔ یہاں انھوں نے جلاء القلوب (سیرۃ رسول)، تحفۂ حسن (ترجمہ باب دہم و دوازدہم تحفۂ اثنا عشریہ) لکھی اور تسہیل فی جر الثقیل (علم الحیل) کا ترجمہ اُردو میں ترجمہ کیا۔

۱۸۴۶ء میں جب دلی تبادلہ ہوگیا تو اپنی نہایت مشہور کتاب آثار الصنادید لکھی اور اسی کے ساتھ چند مذہبی رسالے بھی تصنیف کئے۔ جب ۱۸۵۵ء میں صدر امین ہوکر بجنور گئے تو تاریخ بجنور لکھی اور آئین اکبری کی تصحیح کی۔ غدر کے بعد ۱۸۵۸ء میں صدر الصدور ہوکر مراد آباد گئے اور یہاں ایک فارسی کا مدرسہ قایم کیا۔ اسی زمانہ میں "اسباب بغاوت ہند" تصنیف کی جس سے مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں پر جو الزام غدر کا قایم کیا جاتا ہے اسے دور کیا جائے اور ضیاء برنی کی تاریخ فیروز شاہی کی تصحیح کی۔ یہیں انھوں نے ایک یہودی کی مدد سے تبیین الکلام لکھنا شروع کی۔ ۱۸۶۲ء میں تبدیل ہوکر غازی پور گئے۔ یہاں انھوں نے ایک سائنٹفک سوسائٹی قایم کی اور انگریزی مدرسہ جاری کیا۔ جب ۱۸۶۴ء میں علی گڑھ کا تبادلہ ہوگیا تو سوسائٹی کو بڑی ترقی دی اور ایک اخبار نکالا جو بعد کو علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے نکلتا رہا۔ اسی زمانہ میں انھوں نے حکومت سے طلبی حقوق کے لئے برٹش انڈیا اسوسی ایشن قایم کی۔

۱۸۶۷ء میں جج خفیفہ ہوکر بنارس چلے گئے اور ایک ورناکولر یونیورسٹی قایم کرنے کی تحریک شروع کی اور ۱۸۶۹ء میں مغرب کے اصول تعلیم کا مطالعہ کرنے کے لئے ولایت چلے گئے۔ یہاں حکومت و اکابر حکومت کی طرف سے آپ کی بڑی قدر کی گئی، سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ اتھینیم کلب کے ممبر مقرر ہوئے لوٹ کر مسلمانوں کو روایتی مذہب کے اعتقادات کی اصلاح کی غرض سے رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا ۱۸۷۰ء۔ اور قدامت پرست علماء کی طرف سے ان کو کافر، ملحد، دہریہ اور نیچری قرار دیا۔ ۱۸۷۵ء میں ایک مدرسہ علیگڈھ میں قایم کیا اور اس کے دو سال بعد اس کو کالج بنا دیا۔ اسی زمانہ میں قرآن کی تفسیر لکھنا شروع کی۔ ۱۸۷۸ء میں وایسرائے کی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۸۸۶ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قایم کی۔ ۱۸۹۸ء میں حبس بول مبتلا ہوکر انتقال کر گئے

سر سید کا شمار مصلحین قوم میں سے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کا عام مذاق اور مغربی علوم و فنون کی طرف ان کی دلچسپی محض سر سید کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھی۔ مذہبی حیثیت سے وہ بڑے آزاد خیال شخص تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں ذہنی بیداری پیدا ہو اور روایات سے ہٹ کر خود اپنی عقل سے مذہب کی حقیقت کو سمجھیں۔ اس لحاظ سے تہذیب الاخلاق کا اجراء، خطابت احمدیہ اور تفسیر قرآن ان کی زندگی کے غیر فانی کارنامے ہیں تاریخی کتابوں میں ان کی تصنیف "آثار الصنادید" نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور فرانسیسی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔

۳۷۵- سید علی بلگرامی (ڈاکٹر، شمس العلماء) ـــــــــ ولادت: ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء ـ وفات: ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء

بلگرام کے ایک نہایت معزز خاندان کے فرد تھے - ان کے والد زین الدین خاں، بنگال اور بہار کے مختلف اضلاع میں ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور رہے -
آپ کی تعلیم کی ابتدا علوم عربیہ سے ہوئی اور اس سے فارغ ہو کر پندرہ سال کی عمر میں انگریزی پڑھنا شروع کی اور ۱۸۷۲ء میں پٹنہ کالج سے گریجویٹ ہوئے - بی اے میں آپ کی اختیاری زبان سنسکرت تھی - اس کے بعد سول سروس کا امتحان پاس کیا اور رڑکی انجینئرنگ کالج میں داخل ہوئے - لیکن ابھی انجینئرنگ کی تعلیم سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ سالار جنگ اول نے حیدرآباد طلب کر کے اپنے اسٹاف میں جگہ دی - اس کے بعد انگلستان جا کر انھوں نے وہاں کے مشہور اساتذہ کی نگرانی میں طبقات الارض، طبیعیات - میکانکس، معدنیات، علم الکیمیا وغیرہ میں دستگاہ وافر حاصل کی اور لاطینی، فرانسیسی و جرمن زبانیں بھی سیکھیں - جب تکمیل تعلیم کے بعد حیدرآباد واپس آئے تو انسپکٹر جنرل معدنیات مقرر ہوئے - کچھ عرصہ تک وہ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم اور ہوم سکرٹری بھی رہے - آپ نے ایک عربی رسالہ بھی الحقایق کے نام سے جاری کیا جو کچھ عرصہ کے بعد بند ہو گیا - نواب سر وقار الامراء کے عہد میں ایک سررشتۂ علوم و فنون بھی قایم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ دوسری زبانوں کا ذخیرہ اُردو میں فراہم کیا جائے

آپ لاطینی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، عربی، فارسی، اُردو، سنسکرت، بنگالی، ہندی، مرہٹی، تلنگی اور گجراتی زبانیں خوب جانتے تھے - آپ پہلے مسلمان تھے جو مدراس یونیورسٹی میں ام - اے کے سنسکرت امتحان کے ممتحن مقرر ہوئے - آپ آخر عمر تک معتمد تعمیرات، ریلوے و معدنیات رہے - لیکن سر آسمان جاہ کی وزارت میں بعض انقلابات سے بددل ہو کر، امتحان وکالت کی طیاری شروع کر دی اور صرف چار مہینے کی طیاری کے بعد بی - ال کا امتحان درجۂ اول میں پاس کیا (۱۸۹۱ء)

۱۹۰۲ء میں آپ پنشن لیکر انگلستان چلے گئے اور وہاں کیمبرج یونیورسٹی میں مرہٹی کے لکچرر مقرر ہو گئے - اسی سال انڈیا آفس میں عربی، فارسی کے قلمی نسخوں کی فہرست طیار کرنے پر مامور ہوئے -

افسوس ہے کہ حیدرآباد کی سیاسیات میں دلچسپی لینے کی وجہ سے وہ تصنیف و تالیف کی طرف کم متوجہ ہوئے، ورنہ اتنی زبانوں کا ماہر اگر واقعی علمی خدمت کی طرف توجہ کرتا تو بڑی بیش بہا خدمات انجام دیتا -

آپ کی تالیفات زیادہ تر تراجم پر مشتمل ہیں مثلاً: "اصول قانون متعلق بہ طب" (ڈاکٹر ہیر کی انگریزی کتاب کا ترجمہ) تحقیق تالیف کلیلہ و دمنہ - غارہائے ایلورا کا گائڈ - حیدرآباد کے اقتصادی معدنیات - تمدن ہند ان کی نہایت مشہور کتاب ہے جو موسیو لیبان کی فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے - آپ نے موسیو سدیو کی کتاب تمدن عرب کا ترجمہ بھی فرانسیسی سے اردو میں کر لیا تھا لیکن جب معلوم ہوا کہ عربی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے تو اسے شایع نہیں کیا -

آپ کتابوں کے بڑے قدردان تھے اور اپنے کتب خانہ میں بڑے نادر مخطوطات جمع کر لئے تھے - آپ مذہباً امامیہ خاندان سے متعلق تھے، لیکن عقاید کے باب میں بڑے آزاد خیال تھے - ایک بار نواب صاحب رامپور نے فخریہ کہا کہ "ہم نے اپنے کتب خانہ میں ملا محمد باقر مجلسی کی بحار الانوار ۲۵ جلدوں میں فراہم کر لی ہیں"۔ آپ نے کہا کہ "شیعوں کی مذہبی کتابیں بیکار ہیں، جب بخاری اور مسلم جیسی کتابیں جن کے لئے بے انتہا چھان بین کی گئی تھی، اسقام و اغلاط سے پاک نہیں تو ملا باقر کی کتاب کس شمار میں ہے"۔ نواب صاحب نے کہا کہ "اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور ہے کہ اہل بیت کے فضایل جو بخاری و مسلم کے جامعین نے نظر انداز کر دئے ہیں وہ اس میں درج ہیں"۔ آپ نے کہا "یہ بھی ایک مہمل بات ہے، رسول اللہ روحانی و اخلاقی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ اپنی اولاد کے محامد بیان کرنے کے لئے جسے کوئی شریف آدمی پسند نہیں کر سکتا"۔ شیعہ سنی جھگڑے کے متعلق ان کی رائے یہ تھی کہ یہ سیاسی نزاع تھی اور مذہب سے اسے کوئی واسطہ نہ تھا -

آخر زمانہ میں آپ حیدرآباد کا قیام ترک کر کے ہردوئی آ گئے اور سرسید کے رفقا میں شامل ہو گئے - ۱۹۱۱ء میں قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا

۳۷۶- شبلی (محمد) ـــــــــ ولادت (بندول، اعظم گڈھ): ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء ـ وفات: ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء

آپ بڑے معزز اور اہل علم خاندان کے فرد تھے - آپ کے والد شیخ حبیب اللہ اعظم گڈھ میں وکیل تھے - یہیں شبلی کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی، اور فارسی نصاب

مکمل کرکے مولانا محمد فاروق چریاکوٹی سے جو غازی پور کے مدرسۂ چشمۂ رحمت میں صدر مدرس تھے عربی پڑھنا شروع کی اور تمام علوم متداولہ کی تکمیل انھیں سے کی اس کے بعد فقہ مولوی ارشاد حسین سے پڑھی، عربی ادبیات کی تکمیل لاہور میں مولوی فیض الحسن سے کی اور حدیث مولوی احمد علی سہارنپوری سے پڑھی۔ ۱۹ سال کی عمر میں اپنے اعزہ کے ساتھ سفر حجاز کیا۔ وہاں سے لوٹ کر اعظم گڑھ میں قیام کیا اور شعر و شاعری و تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ لکھنؤ اور اعظم گڑھ کے مشاعروں میں مبر مشاعرہ کی حیثیت سے شرکت کی اور اسی کے ساتھ غیر مقلدوں کی تردید میں کئی رسالے لکھے، اسی عہد کا عربی رسالہ "اسکات المعتدی" ہے۔ اسی دوران میں آپنے وکالت کا امتحان پاس کیا لیکن اس پیشہ میں جی نہ لگا۔ یہ وہ وقت تھا جب سرسید کے شہرہ سے سارا ہندوستان گونج رہا تھا اور ان کے ایک بھائی مہدی علیگڑھ میں تعلیم پا رہے تھے۔ یہ بھائی سے ملنے گئے اور سرسید نے انھیں فارسی و عربی کا پروفیسر بنا دیا۔ یہاں سرسید کا کتب خانہ دیکھ کر اور ماحول سے متاثر ہو کر قومی خدمت کا جذبہ دل میں پیدا ہوا اور چھوٹے چھوٹے تاریخی رسالے اور قومی نظمیں لکھنا شروع کیں۔ اس کے بعد جب نگاہ زیادہ وسیع ہوئی تو "ناموران اسلام" کے سلسلہ کی پہلی کتاب المامون تصنیف کی۔ اس کے بعد سیرۃ النعمان لکھی اور مصر و شام وغیرہ کی سیاحت کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے لوٹ کر سنہ ۱۸۹۸ء میں کالج کی پروفیسری سے استعفا دیدیا اور مستقلاً اعظم گڑھ میں قیام کر لیا اور الفاروق کی تصنیف میں مصروف ہو گئے۔ اسی زمانہ میں ایک انگریزی مدرسہ نیشنل اسکول کے نام سے قائم کیا۔ سنہ ۹۹ء میں استرداد صحت کے لئے آپ کشمیر گئے اور سید علی بلگرامی نے آپ کو حیدرآباد بلا کر نظامت علوم و فنون کی خدمت آپ کے سپرد کی۔ چنانچہ الغزالی، سوانح رومی، علم الکلام، الکلام، موازنۂ دبیر و انیس، آپ نے حیدرآباد ہی سے شایع کیں۔ اس کے بعد دارالعلوم ندوہ کی اصلاح و ترقی کی طرف متوجہ ہوئے اور سنہ ۱۹۰۵ء میں لکھنؤ چلے آئے۔ لیکن بعض اختلافات کی وجہ سے سنہ ۱۹۱۳ء میں ندوہ سے علحدہ ہو گئے۔

اخیر عمر میں آپ کا سب سے بڑا قومی کارنامہ قانون وقف اولاد کا پاس کرانا تھا اور علمی حیثیت سے دارالمصنفین کا قیام۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد آپنے سیرۃ نبوی کی تصنیف شروع کی لیکن ہنوز یہ زیر تالیف تھی کہ سنہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں آپ کا مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں:

رسالہ گزشتہ تعلیم۔ کتب خانۂ اسکندریہ۔ المامون۔ رسایل شبلی۔ سیرۃ النعمان۔ الفاروق۔ سفرنامہ۔ الغزالی۔ علم الکلام۔ الکلام۔ سوانح مولانا روم۔ موازنۂ دبیر و انیس۔ شعرالعجم۔ مقالات شبلی۔ مضامین عالمگیر۔ سیرۃ النبی۔ مجموعۂ کلام اردو۔ دیوان شبلی (فارسی)۔ دستۂ گل، بوئے گل (فارسی)۔ اسکات المعتدی (عربی)۔ بدءالاسلام (عربی)۔ الجزیۃ (عربی)۔ الانتقاد علی التمدن الاسلامی (عربی)۔

مولانا شبلی قدر اول کے مصنفین میں تھے اور فارسی کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ تاریخ سے خاص دلچسپی تھی اور تحقیق و مطالعہ ان کا دائمی مشغلہ تھا۔ وہ نقاد و ادیب بھی تھے اور بڑے خوش فکر شاعر بھی۔ ہرچند ان کی تعلیم قدامت پرست علماء ہی کی صحبت میں ہوئی، لیکن سرسید کے ماحول سے متاثر ہو کر ان کی مذہبی تنگ نظری بہت کم ہو گئی تھی اور وہ مذہبی مسایل کو عقلی نقطۂ نظر سے بھی دیکھنے لگے تھے۔

۔ شرر (عبدالحلیم) ـــــــ ولادت: ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء ـــ وفات: ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء

آپ کا خاندان دولت عباسیہ کے عہد میں پہلے عرب سے عراق آیا اور پھر وہاں سے ہرات۔ اس کے بعد سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان۔ مولانا شرر کے والد حکیم تفضل حسین لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ شرر کے دادا محمد علی شاہ اور واجد علی شاہ کے عہد میں معزز خدمتوں پر مامور تھے اور دربار اودھ میں خاص رسوخ رکھتے تھے جب غدر کے بعد واجد علی شاہ مٹیا برج کلکتہ بھیجدئے گئے تو کچھ دنوں کے بعد یہ بھی وہیں پہونچ گئے اور اپنے بیٹے (مولانا شرر) کو بھی ساتھ لے گئے جبکہ ان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی۔

شرر کی تعلیم کلکتہ ہی میں ہوئی اور یہیں کے اساتذہ سے علوم متداولہ حاصل کئے اور انگریزی بھی پڑھی۔ اس کے بعد لکھنؤ میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے شاگرد ہو گئے۔ اسی زمانہ میں مفتی میر عباس سے عربی ادبیات کی تحصیل کی۔ اس کے بعد دہلی جا کر مولوی نور محمد ملتانی اور مولوی سید نذیر حسین سے حدیث پڑھی۔ دہلی سے لکھنؤ لوٹ کر فکر معاش ہوئی اور اودھ اخبار کے دفتر میں ملازم ہو گئے (سنہ ۱۸۸۱ء)۔ دو سال بعد منشی نولکشور نے انھیں نامہ نگار کی حیثیت سے حیدرآباد بھیجا۔ وہاں سے لوٹ کر اپنا پہلا ناول "دلچسپ" لکھا، اس کے بعد درگیش نندنی کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں کیا۔

۱۸۸۷ء میں "دلگداز" جاری کیا اور تاریخی ناولوں کے لکھنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ملک العزیز ورجنا، دلکش، حسن انجلینا، منصور موہنا، شہیدوفا (ڈراما) اسی عہد کے ناول ہیں۔ اس کے بعد پھر حیدرآباد چلے گئے۔ یہاں نواب وقارالامراء کی بارگاہ میں ملازم ہوگئے اور تاریخ سندھ لکھنا شروع کی۔ یہاں سے وہ انگلستان گئے اور حیدرآباد لوٹ کر زیادہ کے علاوہ، فردوس بریں لکھی اور ارض مقدس کی ایک ضخیم تاریخ لکھنا شروع کی۔ وہ ۱۸۹۹ء کے اخیر میں جب لکھنؤ واپس آئے اور ایام عرب، مقدس نازنین اور تاریخ حروب صلیبیہ تصنیف کی۔ بدرالنسا کی مصیبت اور میوۂ تلخ (ڈراما) بھی اسی زمانہ کی تصانیف ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں دلگداز پھر جاری کیا۔ ۱۹۰۵ء میں تاریخ حروب صلیبیہ ختم کی اور تاریخ سندھ لکھنا شروع کی۔ اسی زمانہ میں ایک نیا تاریخی سلسلہ "مشاہیر اسلام" کے نام سے شروع کیا۔ ناول فتح اندلس بھی اسی زمانہ کی چیز ہے اور یوسف و نجمہ بھی۔ ۱۹۰۸ء میں آپ پھر حیدرآباد گئے اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات ہوگئے اور یہیں قیس ولبنیٰ کو پورا کیا۔ ۱۹۰۹ء میں حیدرآباد کا سلسلۂ ملازمت ختم ہوگیا اور لکھنؤ آکر تیسری بار دلگداز جاری کیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں مولانا محمد علی کے اخبار ہمدرد کے اڈیٹر ہوکر چلے گئے۔ لیکن فوراً ہی واپس آئے اور حسن کا ڈاکو اور دربار حرام پور لکھا۔ اخیر دسمبر ۱۹۲۶ء میں انتقال کیا اور اس کے ساتھ دلگداز بھی بند ہوگیا۔

۳۷۸۔ شروانی، عباس بن علی —— (دسویں صدی ہجری)

شیرشاہ کے حالات میں انھوں نے ایک تاریخ لکھی جس کا نام تحفۂ اکبرشاہی ہے۔ یہ کتاب انھوں نے اکبر کے نام سے منسوب کی تھی۔ اس کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ لارڈ کارنوالس کے زمانہ میں مظہر علی خاں نے کیا اور اس کا نام تاریخ شیرشاہی رکھا۔

حوالہ: (بیاگرفکل ڈکشنری - بیل)

۳۷۹۔ صدرالدین محمد (حسن نظامی بن حسن نظامی)

نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ جب خراسان میں بدامنی و خانہ جنگی شروع ہوئی تو یہ پہلے غزنی گئے اور پھر وہاں سے دہلی آئے۔ دہلی پہونچکر شرف الملک قاضی شہر سے ملے اور احباب کے اصرار سے ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء میں اپنی مشہور تاریخی کتاب تاج المآثر لکھنا شروع کی اور شہاب الدین محمد غوری کے نام سے اسے منسوب کیا۔ اس میں زیادہ تر قطب الدین ایبک کے حالات درج ہیں۔ ہمیر یگستال لکھتا ہے کہ "اگر حسن نظامی، قطب الدین ایبک کے حالات نہ لکھتا تو یہ بھی ان فرمانرواؤں کی طرح گمنام حالت میں رہتا"۔ یہ تاریخ ۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء سے شروع ہوتی ہے جو محمد غوری اپنی شکست تھانیسر کا انتقام لینے کے لئے حملۂ ہندوستان کی طیاریاں کررہا تھا۔ تاج المآثر کے عام نسخوں میں صرف ۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء تک کے حالات درج ہیں لیکن بعض نسخوں میں شمس الدین التمش یعنی ۶۲۶ھ/۱۲۲۸ء تک کے حالات بھی پائے جاتے ہیں۔

حوالہ: (اسلامی ہند - نیاز)

۳۸۰۔ فرشتہ، محمد قاسم بن غلام علی ہندو شاہ —— ولادت: ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء — وفات: ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء

استرآباد (شمالی ایران) میں پیدا ہوئے طفلی ہی میں اپنے باپ غلام علی ہندو شاہ کے ساتھ حسین نظام شاہ اول کے عہد میں احمد نگر کی نظام شاہی حکومت پر زوال آیا تو یہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پاس بیجاپور چلے گئے اور "اختیارات قاسمی" ایک طبی کتاب لکھی۔ ابراہیم عادل شاہ نے تاریخ دکن لکھنے کی طرف متوجہ کیا۔ اور ان کی یہی تاریخ "تاریخ فرشتہ" کے نام سے مشہور ہے جس کا ترجمہ BRIGGS نے انگریزی میں کیا۔ یہ تالیف انھوں نے ۱۰۱۵ھ میں شروع کی اور ۱۰۱۸ھ میں ختم کی اسے گلشن ابراہیمی اور تاریخ ابراہیمی کہتے ہیں۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ تاریخ لکھتے وقت ۳۲ تاریخی کتابیں ان کے سامنے تھیں۔ اس کتاب میں شاہان غزنوی و لاہور، شاہان دہلی، مالوہ، بنگال، گجرات، خاندیش، جونپور، ملتان، سندھ، کشمیر، مالابار اور دکھن کی تمام حکومتوں کا حال درج ہے۔

حوالہ: (دائرۃ المعارف اسلامیہ)

۳۸۱۔ فیضی (شیخ) ابوالفیض —— ولادت (آگرہ): ۹۵۴ھ/۱۵۴۷ء — وفات (آگرہ): ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء

مبارک شیخ کا بیٹا اور ابوالفضل کا بڑا بھائی تھا۔ تاریخ، فلسفہ، طب، ادبیات کے ماہر تھے۔ اکبر نے ان کو ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز کیا، نظامی کے جواب میں انھوں نے بھی ۵ رزمیہ مثنویاں لکھیں: مرکز ادوار — سلیمان و بلقیس - نل دمن - ہفت کشور - اکبرنامہ — وہ عربی اور سنسکرت کے بھی ماہر تھے۔ انھوں نے بیجا گرنت (الجبرا) اور لیلاوتی (ریاضی کی کتاب) اور مہابھارت کے ایک حصہ کا

بے نقط تفسیر بھی لکھی (سواطع الالہام) ۔ ۱۵۷۹ء میں اکبر نے انھیں شاہزادۂ مراد کا اتالیق مقرر کیا۔ اکبر نامہ میں وہ تمام شاہزادوں کا اتالیق ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ ۱۵۹۱ء میں وہ دکھن میں سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ لیکن دوسرے سال واپس آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر کا دین الٰہی جاری کرنا انھیں کے اشارہ سے تھا۔ بدایونی کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی موت سے کچھ زمانہ قبل ایک قصیدہ نعت میں بھی لکھا تھا جس میں انھوں نے فیضی کی جگہ فیاضی تخلص اختیار کرنے کا سبب بھی ظاہر کیا ہے۔ ان کی تصنیف اکبر نامہ بڑی مشہور کتاب ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۱۰۱ تھی۔ انھوں نے اپنے بعد ایک ضخیم دیوان "طباشیر الصبح" چھوڑا۔

حوالہ جات: (دربار اکبری - مآثر الامرا - بدایونی)

۳۸۲- مظہر جانجاناں (میرزا) ــــــــ ولادت (کالاباغ، مالوہ): ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء یا ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء ــ وفات (دہلی): ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء

مشہور صوفی و شاعر تھے۔ ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد مرزا جان، اورنگ زیب کے زمانہ میں ممتاز عہدہ پر مامور تھے جب اورنگ زیب کو مظہر کی ولادت کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ مرزا جان کے بیٹے کا نام جانجاناں ہونا چاہئے اور یہ اسی نام سے مشہور ہوئے، گو باپ نے ان کا نام شمس الدین رکھا تھا یہ نقشبندی خاندان میں سید میر محمد بدایونی کے مرید تھے اور قادریہ سلسلہ میں محمد عابد سنامی کے۔ ۱۰ محرم ۱۱۹۵ء کو ایک شیعی نے قتل کر دیا۔ ان کے ملفوظات مقامات مظہری یا لطائف خمسہ کے نام سے بعد کو محمد بیگ دہلوی نے جمع کئے (۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء)۔ ان کے حالات و سوانح میں محمد نعیم اللہ بہرائچی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام بشارت مظہریہ ہے

حوالہ جات: (گلشن بیخار (شیفتہ) - آب حیات (آزاد) - تاریخ شعرائے اردو (کریم الدین) - حدائق الحنفیہ)

۳۸۳- نذیر احمد (شمس العلماء) ــــــــ ولادت (نگینہ): ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء ــ وفات: ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

آپ کے والد مولوی سعادت علی بجنور میں رہتے تھے اور انھیں کی نگرانی میں ۹ سال کی عمر تک ابتدائی تعلیم فارسی عربی کی پائی۔ ۱۸۴۵ء میں دہلی کالج میں داخل ہوئے اور یہاں سے فارغ ہو کر کنجاہ (گجرات) میں ۴۰ روپیہ ماہوار کے مدرس ہو گئے۔ دو سال کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر کانپور آئے لیکن بعد کو استعفا دیکر دہلی آ گئے، اسی زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ غدر فرو ہونے کے بعد آپ الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو گئے اور یہیں قانون انکم ٹیکس اور تعزیرات ہند کا ترجمہ کیا اور اس کے صلہ میں تحصیلدار مقرر ہوئے اور پھر ترقی کر کے ڈپٹی کلکٹر ہو گئے (۱۸۶۳ء)۔ اسی زمانہ میں مراۃ العروس لکھی اور ایک ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس کے بعد ہیئت کی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ سماوات کے نام سے کیا اور یہ اتنا پسند کیا گیا کہ سالار جنگ اول نے حیدرآباد طلب کیا (۱۸۷۷ء)۔ یہاں یہ ملازم ہو گئے اور ترقی کر کے ریوینیو بورڈ کے ممبر ہو گئے۔ یہیں قرآن حفظ کیا۔

جب پنشن لیکر حیدرآباد سے دہلی آئے تو تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ کا موقع ملا۔ قرآن مجید کے ترجمہ کے علاوہ حسب ذیل کتابیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: مراۃ العروس - بنات النعش - توبۃ النصوح - محصنات - ابن الوقت - رویائے صادقہ - الحقوق والفرائض - اجتہاد - امہات الامہ - ایامیٰ - مبادی الحکمۃ (منطق) - سماوات (ہیئت) - صرف صغیر - موعظہ حسنہ - منتخب الحکایات۔

آپ کی کتاب امہات الامہ پر اس کے بعض جملوں کی وجہ سے بڑی شورش ہوئی اور اس کو جلا دیا گیا۔

۳۸۴- عبدالحق خیرآبادی ــــــــ ولادت: ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء ــ وفات: ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء

مولوی فضل حق خیرآبادی کے فرزند۔ سولہ سال کی عمر میں درسیات ختم کرلئے۔ پھر اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور گئے۔ چند سال وہاں قیام رہا، بعد کو الور گئے اور وہاں عالی رتبہ ریاست میں داخل ہو گئے۔ الور میں آپ تھے کہ سنہ ستاون کا غدر ہو گیا اور آپ الور سے دہلی چلے آئے۔ آپ کے والد کالے پانی بھیجے گئے اور آپ خیرآباد چلے گئے۔ اپنے وطن سے ریاست ٹونک چلے گئے۔ دو سال تک نہایت عزت و عظمت سے وہاں رہے۔ ٹونک سے کلکتہ گئے۔ آپ کی علمی شہرت ہندوستان میں خوب ہو چکی تھی۔ مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں ملازم ہو گئے۔ اخیر میں بعہد نواب کلب علی خاں رامپور آئے اور اخیر عمر تک مدرسۂ عالیہ کے افسر رہے۔ شاہ حاجی اللہ بخش تونسوی سے بیعت تھے۔ نواب کے انتقال کے بعد خیرآباد تشریف لے گئے اور دو سو روپیہ ماہانہ بطور منصب مقرر ہو گیا۔ اخیر میں پھر رامپور آئے اور یہیں سے بیمار ہو کر اپنے وطن گئے اور انتقال کر گئے۔ تصانیف میں یہ کتابیں ہیں: حاشیہ قاضی مبارک مطبوعہ - شرح سلاسل الکلام - رسالہ مفردہ فی تحقیق التلازم -

شرح ہدایۃ الحکمۃ - جواہر غالیہ - شرح مسلم الثبوت تسہیل الکافیہ - شرح میرزاہد امور عامہ - حاشیہ حمد اللہ - شرح سلم -

حوالہ: (تذکرۂ کاملان رامپور)

۳۸۵- شیخ عبدالحق محدث دہلوی ابن سیف الدین بن سعد اللہ ترک بخاری (ابوالمجد) — ولادت: ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء — وفات: ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء

دہلی کے مشہور صوفی، فقیہ و محدث تھے - ان کے مورث اعلیٰ تیمور کے ساتھ بخارا سے دہلی آئے تھے - ۲۰ سال کی عمر میں تمام علوم دینیہ کی تکمیل کی ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت زیادہ تر ان کی ذات کی ممنون ہے - آپ جب حج کے لئے گئے تو وہاں کے اکابر علماء حدیث سے استفادہ کیا۔ آپ شاعر بھی تھے اور حقی تخلص کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کے اشعار لاکھوں کی تعداد میں تھے - آپ نے ایک سو سے زیادہ کتابیں تصانیف کیں - آپ تصوف میں سلسلۂ قادریہ سے وابستہ تھے - ابتداً میں شیخ سرہندی مجدد الف ثانی کے خیالات سے اختلاف رکھتے تھے لیکن بعد کو ہمنوا ہو گئے - مقبرۂ قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارے آپ آسودۂ خاک ہیں - ان کی دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:

لمعات (شرح عربی مشکوٰۃ) - اشعۃ اللمعات (شرح فارسی مشکوٰۃ) - مدارج النبوۃ - شرح اسماء الرجال بخاری - مجمع البحرین - زاد المتقین -

حوالہ جات: (تذکرۂ علماء ہند (رحمان علی) - ڈکشنری (بیل))

۳۸۶- محمد عبدالحئی ابن مولانا عبدالحلیم — ولادت (باندہ): ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء — وفات: ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء

فرنگی محل کے دور آخر میں مولانا عبدالحئی سا جید عالم اور معقولات و منقولات، فقہ، حدیث، اور علوم حکمیہ پر دستگاہ کامل رکھنے والا عالم کوئی اور نہیں ہوا - اپنے دور کے یہ بحر العلوم تھے اور جامعیت کے لحاظ سے نظیر نہ رکھتے تھے - حفظ قرآن کے بعد ابتدائی تعلیم فارسی و حساب کی مولوی خادم حسین سے حاصل کی اور عربی کے تمام درسیہ کتابیں اپنے والد سے پڑھیں - اپنے والد کے انتقال کے بعد حیدر آباد سے لکھنؤ آگئے اور خدمت علم میں مصروف ہو گئے - آپ کا انتقال عالم شباب میں ہوگیا جبکہ آپ کی عمر صرف ۳۹ سال کی تھی، آپ کی تصانیف تمام علوم و فنون پہ پائی جاتی ہیں اور درسیات کی شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس پر آپ نے حاشیہ یا شرح نہ لکھی ہو، سخت محنت کی وجہ سے آپ پر دماغی دورے پڑنے لگے تھے اور آخر کار اسی مرض میں آپ کا انتقال ہوا -

حوالہ: (تذکرہ رحمان علی)

۳۸۷- عبدالرحیم خاں (خانخاناں) — ولادت (لاہور): ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء — وفات (دہلی): ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۷ء

اپنے ہمعصر امراء میں خان مرزا کے نام سے مشہور تھے - اکبر کے پہلے وزیر بیرم خاں کے بیٹے تھے، ان کی ماں جمال خاں میواتی کی بیٹی تھی - ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء میں یہ عمر سولہ سال اکبر کے ساتھ گجرات گئے اور ضلع پٹن جاگیر میں دیا گیا - ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء میں گجرات کے گورنر مقرر ہوئے - پھر شاہزادۂ سلیم کے اتالیق مقرر ہوئے - بعض فوجی مہمیں سر کرنے کے صلہ میں خانخاناں کا خطاب ملا - ۹۹۷ھ / ۱۵۸۹ء میں بابر نامہ کا فارسی ترجمہ پیش کیا - ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء میں بیجاپور کی مہم میں بڑی نمایاں کامیابی حاصل کی - اس کے دو سال بعد شاہزادۂ دانیال کی معیت میں احمد نگر پر حملہ کیا اور چاند بی بی کے خلاف فوج کشی کی - جہانگیر کے عہد میں یہ شاہزادۂ خرم کے ساتھ ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء میں پھر دکن کی جنگوں میں شریک ہوئے -

یہ عہد مغلیہ کے بڑے مشہور صاحب سیف و قلم امیر تھے اور شعراء کی بڑی قدر کرتے تھے - یہ خود بھی عربی، ترکی، فارسی اور ہندی زبان کے ماہر تھے اور شاعری کا بڑا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے - فارسی میں رحیم تخلص کرتے تھے اور ہندی میں رحمن - عبدالباقی نہاوندی نے مآثر رحیمی انھیں کے نام سے منسوب کی تھی -

حوالہ جات: (مآثر رحیمی - مآثر الامراء (شاہ نواز خاں)، اکبر نامہ (ابوالفضل) - طبقات اکبری (نظام الدین احمد))

۳۸۸- عبدالعزیز (مولانا شاہ) دہلوی — ولادت: ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء — وفات: ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

غلام حلیم تاریخی نام تھا - اپنے والد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے تکمیل علوم کی اور پھر ان کی جگہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، فقہ، تفسیر، دینیات کے بڑے زبردست عالم تھے - انھوں نے قرآن کی ایک ناتمام تفسیر "تفسیر فتح العزیز" کے نام سے فارسی میں لکھی - دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:

سر الشہادتین - بستان محدثین - عجالۂ نافعہ - تحفۂ اثنا عشریہ (شیعی مسلک کی تردید میں بڑی مشہور کتاب)

حوالہ: (تذکرۂ علماء ہند - (رحمان علی))

۲۸۹- غلام علی آزاد الحسینی الواسطی، البلگرامی ______ ولادت (بلگرام): ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء — وفات (اورنگ آباد): ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء

مشہور تذکرہ نویس - عربی، فارسی کے ادیب تھے۔ انھوں نے ہندوستان کے اکثر مقامات کی سیاحت کی اور ۱۱۵۰ھ میں حج کی غرض سے مکہ بھی گئے جہاں دو سال قیام کیا، وہاں سے لوٹ کر اورنگ آباد میں مستقل قیام کیا - ان کی تصانیف کی فہرست یہ ہے : مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام - روضۃ الاولیاء - تذکرۂ سرو آزاد - ید بیضا - تذکرۂ خزانۂ عامرہ - سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان -

حوالہ جات : (گل رعنا (لچھمی نراین شفیق) - صحف ابراہیم (ابراہیم خلیل))

۲۹۰- نظام الدین ابن قطب الدین ______ ولادت : ۱۰۸۹ھ / ۱۶۷۸ء — وفات : ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء

ہندوستان میں عربی درس نظامی کے بانی اور علماء فرنگی محل کے ابوالآباء - آپ کے آبا و اجداد دہلی سے قصبۂ سہالی (بارہ بنکی) چلے آئے تھے اور یہیں یہ پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی اور اس کے بعد لکھنؤ، دیوہ، جائس اور بنارس کے علماء سے تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی - ۲۵ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر فرنگی محل آئے اور سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا - چند دن میں آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سارے ملک میں پھیل گیا اور دور دور سے طلبہ آنے لگے - آپ کا مرتب کیا ہوا نصاب تک ہندوستان کے تمام مدارس عربیہ میں جاری رہا اور اب بھی بعض مدارس میں پایا جاتا ہے - بحر العلوم انھیں کے فرزند تھے — آپ کی بعض تصانیف یہ ہیں :-

شرح مسلم الثبوت - شرح تحریر الاصول - صبح صادق شرح منار الاصول - حاشیہ شرح عقاید جلالی - حاشیہ صدرا - حاشیہ شمس بازغہ -

---

۲۹۱- نور اللہ الحسینی الشوستری (قاضی نور اللہ) ______ ولادت : ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء — وفات : ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰ء

شوستر کے مرعشی سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور مذہباً شیعہ تھے - وطن چھوڑ کر وہ ہندوستان آئے اور لاہور میں مقیم ہو گئے - یہاں حکیم ابوالفتح کے ذریعہ سے دربار اکبری تک پہونچے اور شیخ معین کی جگہ لاہور کے قاضی مقرر ہوئے - عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ وہ بڑے متقی، پرہیزگار اور دیانتدار شخص تھے — کہا جاتا ہے کہ ۱۰۱۹ھ میں جہانگیر نے کوڑے مار مار کر ان کو ہلاک کرا دیا - اسی لئے شیعہ انھیں شہید ثالث کہتے ہیں -

انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں خاص خاص یہ ہیں : حاشیہ بیضاوی - حاشیہ شرح جدید علی التجرید - احقاق الحق - مجالس المومنین (اکابر شیعہ کے حالات آغاز اسلام سے عہد صفوی تک)

حوالہ جات : (عمل العامل - روضۃ الجنات - منتخب التواریخ (بدایونی))

۲۹۲- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بن عبدالرحیم ______ ولادت : ۱۱۱۴ھ — وفات : ۱۱۷۶ھ

"تاریخی نام عظیم الدین ہے جس کے اعداد ۱۱۱۵ ہوتے ہیں - سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر کے عربی، فارسی کے مروجہ نصاب کی تعلیم اپنے والد سے شروع کی اور فارغ التحصیل ہو کر ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی - ۱۱۴۳ھ میں حج کے لئے گئے اور وہاں کے اکابر علماء سے استفادہ کیا - علماء ہند میں آپ کا مرتبہ ایک مجدد کی سی حیثیت رکھتا ہے اور آپ کی حکیمانہ بصیرت کو سب نے تسلیم کیا ہے - آپ نے چار فرزند اپنے بعد چھوڑے : مولانا شاہ عبدالعزیز - مولانا رفیع الدین، مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالغنی - آپ کی نہایت مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" ہے - آپ نے متعدد تصانیف اپنے بعد چھوڑیں - بعض یہ ہیں :

فتح الرحمان (ترجمہ فارسی قرآن) - الفوز الکبیر (اصول تفسیر) - المسوّی (شرح موطا) - القول الجمیل - فیوض الحرمین - عقد الجید (اجتہاد و تقلید) - انفاس العارفین - المقدمۃ السنیہ - الدر الثمین - سرور المحزون -

فہرست
مشاہیر و علمائے اسلام
(پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک)

پہلی صدی ہجری = انس بن مالک ــ ابن کثیر ــ جریر ــ شعبی ــ غیلان ــ فرزدق ــ مالک لطائی ــ وہب بن منبہ ـ

دوسری صدی ہجری = ابن اسحاق ــ ابن سعد ــ ابن المقفع ــ ابن وحشیہ ــ احمد بن حنبل ــ اصمعی ــ ابو حنیفہ ــ ابوزکریا ــ ابوعبیا
ابوالعتاہیہ ــ ابونواس ــ ابوالہذیل ــ ابویوسف ــ ابراہیم موصلی ــ ابن قاسم ــ ابن ہشام ــ ابوعبیدہ ــ ابوعمر ــ
ابومخنف ــ ابومعشر ــ احمد داؤد ــ احمد ــ اعمش ــ جابر بن حیان ــ جمیلہ ــ خیاط ــ سفیان ثوری ـ
سیبویہ ــ شافعی ــ شیبانی ــ طیالسی ــ عمر بن عبید ــ عیسوی ــ قطرب ــ کسائی ــ کلبی ــ
مالک ــ مدائنی ــ مفضل ــ نظام ــ واصل ــ ہروی ـ

تیسری صدی ہجری = ابن ابی الدنیا ــ ابن ابی طاہر ــ ابن خوردادبہ ــ ابن درید ــ ابن الفقیہ ــ ابن قتیبہ ــ ابن ماجہ ـ
ابن مسکویہ ــ احمد بن حابث ــ اسحاق بن حنین ــ ابو حاتم ــ ابوحیان ــ ابومعشر ــ ابن عبدالحکم ــ ابن عبدربہ ــ بخاری ـ
بطانی ــ بلاذری ــ ترمذی ــ تنوخی ــ جاحظ ــ جبائی ــ حلاج ــ دارمی ــ دیناوری ـ
رازی ــ طبری ــ طحاوی ــ عبدالرحمان ــ فارابی ــ فرغانی ــ مسعودی ــ مسلم ــ محاسبی ـ
نسائی ــ ہشام ــ یحییٰ ــ یعقوبی

چوتھی صدی ہجری = ــ اجری ــ ابن بابویہ ــ ابن حزم ــ ابن حوقل ــ ابن خالویہ ــ ابن ہیثم ــ ابن یونس ـ
اصطخری ــ ابوجعفر قمی ــ ابوالفرج اصفہانی ــ ابوالوفا ــ ابن حبان ــ ابن الفارس ــ ابن الفرضی ــ ابوعبداللہ ــ ابونعیم ـ
باقلانی ــ بغدادی ــ ثعالبی ــ حمزہ اصفہانی ــ خازن ــ خجندی ــ خرقی ــ خوارزمی ــ دارقطنی ـ
رازی ــ سیرافی ــ شریف رضی ــ صولی ــ طبری ــ عتبی ــ عسکری ــ فرخی ــ فردوسی ـ
قیسی ــ قدوری ــ قالی ــ کرخی ــ کندی ــ ماتریدی ــ مقدسی ــ مفید ــ ندیم ــ
نعمان ــ نسوی ــ ہمدانی ــ ہمدانی ـ

پانچویں صدی ہجری = ــ ابن ابی الرجال ــ ابن رشیق ــ ابن سینا ــ ابوالعلا والمعری ــ ابن سیدہ ــ ابن ابی رندقہ ــ باخرزی ـ
بدیع اصطرلابی ــ باقلانی ــ بغوی ــ بکری ــ بیرونی ــ بیہقی ــ ثعلبی ــ جوالقی ــ جوینی ــ
جوینی ــ حریری ــ خطیب بغدادی ــ زمخشری ــ راغب ــ خازنی ــ خیام ــ سجاوندی ــ سرخسی ــ سنائی ــ
شہرستانی ــ شیرازی ــ طوسی ــ طغرائی ــ غزالی ــ قزوینی ــ قشیری ــ گردیزی ــ ماوردی ــ مویدفی الدین
میدانی ــ ناصر خسرو ــ نظامی عروضی ــ ہروی ـ

چھٹی صدی ہجری = ابن ابار ــ ابن اثیر ــ ابن باجہ ــ ابن بشکوال ــ ابن جوزی ــ ابن رشد ــ ابن زہر ــ ابن طفیل ـ
ابن عساکر ــ ابن العربی ــ ادریسی ــ انباری ــ ابوعلی ــ ابن جبیر ــ ابن حمدون ــ ابن شداد ــ ابن القوام ــ ابن معطی ـ
ابن مہبل ــ بوندری ــ بیہقی ــ جابر بن افلح ــ سجاوندی ــ سہروردی ــ سکاکی ــ شیرازی ــ شہرستانی ــ ضبی ـ
ضیاءالدین ــ علی بن ظافر ــ عمادالدین ــ عیاض ــ عبداللطیف ــ عبدالقادر جیلانی ــ عطار ــ عمیدی ــ قفطی ــ قاضی خاں ـ
مرغینانی ــ مطرزی ــ ــ فشوان ــ نصراللہ ــ نظامی ــ نظامی حسن ــ نورالدین ــ یاقوت ــ

فلاسفۂ قدیم
اس مجموعہ میں حضرت نیاز کے دو علمی
مضامین شامل ہیں۔
(۱) چند گھنٹے فلاسفۂ قدیم
کی روحوں کے ساتھ
(۲) ماذکین کا مذہب۔
نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔
قیمت ایک روپیہ۔ علاوہ محصول
نقاب اٹھ جانے کے بعد
نیاز فتحپوری کے تین افسانوں کا مجموعہ جس میں بتایا
گیا ہے کہ ہمارے ملک کے ہادیان طریقت وعلمائے کرام
کی اندرونی زندگی کیا ہے اور ان کا وجود ہماری معاشرتی
اجتماعی حیات کے لئے کس درجہ سم قاتل ہے، زبان، پلاٹ
انشاء کے لحاظ سے جو مرتبہ ان افسانوں کا ہے وہ صرف
دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔
قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول
مکتوباتِ نیاز
(تین حصوں میں)
ایڈیٹر نگار کے تمام وہ خطوط جو جذبات نگاری، سلاست
بیان، رنگینی اور البیلے پن کے لحاظ سے فن انشاء میں بالکل
پہلی چیز ہیں اور جن کے سامنے خطوطِ غالب بھی پھیکے معلوم ہوتے
ہیں۔ ان ایڈیشنوں میں پہلے ایڈیشن کی غلطیوں کو دور کیا گیا
ہے۔ اور ۲۸ پونڈ کے کاغذ پر طباعت ہوئی ہے
قیمت ہر حصہ کی چار روپیہ علاوہ محصول
شاعر کا انجام
جناب نیاز کے عنوان شباب کا لکھا ہوا افسانہ
حسن وعشق کی تمام نشہ بخش کیفیات اس کے ایک جملہ میں موجود
ہیں، یہ افسانہ اپنے پلاٹ اور انشاء کے لحاظ سے اس قدر بلند
چیز ہے کہ دوسری جگہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔
تازہ ایڈیشن نہایت صحیح اور خوش خط
قیمت بارہ آنے علاوہ محصول
شہاب کی سرگزشت
حضرت نیاز کا وہ عدیم النظیر افسانہ جو اردو
زبان میں بالکل پہلی مرتبہ سیرت نگاری کے اصول
پر لکھا گیا ہے۔ اس کی زبان وتخئیل، اس کی نزاکت
بیان اس کی انشاء عالیہ سحر حلال کے درجہ تک پہونچتی
ہے۔ یہ ایڈیشن نہایت صحیح اور خوش خط ہے۔
قیمت دو روپے
علاوہ محصول
ڈاک
جذباتِ بھاشا
جناب نیاز نے ایک دلچسپ تمہید کے ساتھ
بہترین ہندی شاعری کے نمونے پیش کرکے ان کی
ایسی تشریح کی ہے کہ دل بیتاب ہو جاتا ہے۔ اردو میں
یہی سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر لکھی گئی ہے
جس میں ہندی شاعری کے بے مثل نمونے نظر آتے ہیں
قیمت بارہ آنے
علاوہ محصول
ڈاک
مذاکراتِ نیاز
یعنے حضرت نیاز کی ڈائری جو ادبیات و تنقید عالیہ
کا عجیب وغریب ذخیرہ ہے ایک بار اس کو شروع کر دینا آخیر
تک پڑھ لینا ہے۔ یہ جدید ایڈیشن ہے جس میں صحت و نفاست
کاغذ و طباعت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول
فراست الید
(مؤلفہ نیاز فتحپوری)
اس کے مطالعہ سے ایک شخص انسانی ہاتھ کی شناخت
اور اس کی لکیروں کو دیکھ کر اپنے یا دوسرے شخص کے
مستقبل، سیرت، عروج وزوال، موت وحیات
صحت وبیماری، شہرت وبدنامی پر صحیح
پیشین گوئی کر سکتا ہے
قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول
مذہب
حضرت نیاز کا وہ
معرکۃ الآرا مقالہ جس
میں انھوں نے بتایا ہے
کہ مذہب کی حقیقت کیا ہے اور
دنیا میں یہ کیونکر رائج ہوا اس کے
مطالعہ کے بعد انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ مذہب
کی پابندی کیا معنی رکھتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ، علاوہ محصول
انتقادیات
حضرت نیاز کے انتقادی مقالات کا مجموعہ فہرست
مضامین یہ ہے:۔ ایران وہندوستان کا اثر جرمن شاعری پر
فارسی زبان کی پیدائش پر مورخانہ نظر، اردو شاعری پر
تاریخی تبصرہ، اردو غزل گوئی کی عہد بہ عہد ترقی، نقشہائے
رنگ رنگ (غالب کی فارسی غزل گوئی پر تبصرہ) ادبیات
اور اصول نقد، فنون ادبیہ وحقیقت نگاری۔
قیمت چار روپے
علاوہ محصول

رجسٹرڈ نمبر اے ۴۶۶
N.A 466

نگار کے خاص نمبر

جنوری، فروری ۱۹۴۸ء

(پاکستان نمبر) نگار کا جوبلی نمبر جس میں دنیا کے سامنے اسلام
کی عظمت رفتہ اور تمدن اسلام کے بلند حقائق کو پیش کیا گیا ہے
تاکہ مسلمان اپنے مستقبل کی تعمیر کے وقت اسلام کے دور
زرّین کو نہ بھول جائے جس پر مسلم حکومت کی ترقی
کی بنیاد قائم ہوئی تھی
قیمت دو روپئے
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۵۲ء (حسرت نمبر)

جس میں ملک کے تمام اکابر نقاد ادب نے
حصہ لیا ہے اور انتخاب کلام حسرت
اس انداز سے کیا گیا ہے کہ آپ کو
کلیات حسرت کے دیکھنے
کی ضرورت نہ ہوگی حسرت
کی شاعری کا مرتبہ معلوم کرنے
کیلئے اس کا مطالعہ ضروری ہے
قیمت دو روپیہ علاوہ محصول

جنوری، فروری ۱۹۴۹ء

نگار کا افسانہ نمبر ہے جس میں تقریباً بیس افسانے
بہترین اہل قلم کے شائع کئے گئے ہیں۔ اس سال
خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے بآسانی
جا سکتا ہے کہ افسانہ نگاری کے کتنے اسکول ہیں
ہر اسکول کا معیاری فسانہ کیسا ہونا چاہئے
قیمت دو روپے
علاوہ محصول

فروری، مارچ ۱۹۴۶ء

جو فن انتقاد پر ملک کے بہترین اہل قلم اور
ارباب فکر کے مضامین پر مشتمل ہے۔
قیمت ڈو روپے
علاوہ محصول

جنوری، فروری ۱۹۵۱ء

اس سالنامہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ارس ہنڈس کی
مشہور عالم کتاب ایک مستقبل کی تلاش کا ترجمہ و اقتباس ہے جس میں اس
ایران، مصر، عراق، فلسطین وغیرہ ممالک اسلامی کی سیاحت کے بعد ان
کی موجودہ اقتصادی زبوں حالی اور ان کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور
اس کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ ان کا مستقبل کتنا روشن ہے اگر وہ ترقی کے
صحیح راستہ کو جان لیں۔ سالنامہ کا دوسرا حصہ اڈیٹر نگار کے قلم کا ہے
جس میں پہلی جنگ کے بعد مسلم حکومتوں کے انقلاب کی تاریخ اور
اس کے اسباب کو ظاہر کیا گیا ہے۔
قیمت دو روپے
علاوہ محصول

جنوری، فروری ۱۹۵۳ء

(داغ نمبر)

جس میں داغ کے سوانح حیات کے بہت سے و
پیش کئے گئے ہیں جو اس وقت تک سامنے نہ آئے تھے
یں قیام رام پور، قیام حیدرآباد کے زمانہ کے علاوہ
حیات عشقیہ پربھی روشنی ڈالی گئی ہے اور ان
شعر گوئی پر ملک کے مشہور نقادوں نے اظہار
کیا ہے۔ قیمت ڈو روپیہ علاوہ محصول

جنوری ۱۹۴۳ء

اس نمبر میں ریاض خیرآبادی مرحوم کے کلام پر
ملک کے متعدد مشاہیر نے نقد و تبصرہ کر کے بتایا ہے
کہ ریاض کی شاعری کیا تھی۔
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۵۴ء

(فرماں روایان اسلام نمبر)

یہ تاریخ اسلامی کا نچوڑ ہے جس میں ولادت نبوی سے لے کر
اس وقت تک کی تمام مسلم حکومتوں کے شجرے دے کر ان کے
اسباب عروج و زوال کو بتایا گیا ہے۔ یہ سالنامہ دراصل ایک
تاریخی کتاب ہے جو ہر لکھے پڑھے کے پاس ہونا چاہئے
قیمت تین روپیہ
علاوہ محصول

سالنامہ ۱۹۲۸ء

(مومن نمبر) جو ختم
ہو چکا تھا اور جس کی
مانگ بہت زیادہ تھی دوبارہ
شائع کیا گیا ہے۔ مومن کے مطالعہ
کے لئے اس کا پڑھنا ازبس ضروری ہے۔ قیمت ڈو روپے

سالنامہ ۱۹۵۵ء

(علوم اسلامی و علمائے اسلام نمبر)

جس میں اسلامی علوم و فنون پر مفصل تبصرہ کر
اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلم حکومتوں نے علوم و فنو
میں کیا حصہ لیا۔ اس کے علاوہ تمام ممالک اسلا
علم و ادب کے مختصر حالات دے کر ان کی
اور تصانیف کا تذکرہ کیا گیا ہے
قیمت تین روپیہ علاوہ محصول